



مولانا احمد رضا خان کی عربی زبان و ادب میں خدمات

مقالہ
برائے ایم فل (عربی)

ڈاکٹر محمود حسین بریلوی



ناشر: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (کراچی پاکستان)

81040

جملہ حقوق بحق ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل محفوظ ہیں۔

نام کتاب : مولانا احمد رضا خان کی عربی زبان و ادب میں خدمات

مصنف : ڈاکٹر محمود حسین بریلوی (مقالہ ایم۔ فل)

ناشر : ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، پاکستان
www.imamahmadraza.net

سن اشاعت : ۱۴۲۷ھ / 2006ء

صفحات : 324

تعداد : 1000

قیمت : 160 روپے

ملنے کا پتہ

۱۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، ۲۵۔ جاپان مینشن،

رضا چوک (ریگل)، صدر، کراچی، پاکستان (فون: 0092-21-2725150)

۲۔ مکتبہ قادریہ، داتا گنج بخش روڈ، لاہور

۳۔ مکتبہ نبویہ، داتا گنج بخش روڈ، لاہور



فہرست

تصدیر
پیش لفظ
امام احمد رضا کی عربی زبان و ادب میں خدمات (ایک جائزہ)
مقدمہ

﴿باب اول﴾

ہندوستان میں عربی زبان و ادب کا ارتقاء

عربی زبان
غزنوی عہد
غوری عہد
غلام خاندان
خلجی سلاطین کا عہد
تغلق سلاطین
سید سلاطین کا عہد
لودھی سلاطین کا عہد
سوری سلاطین کا عہد
مغلیہ عہد

﴿باب دوم﴾

امام احمد رضا.....	شخصیت کے آئینے میں
بریلی کا پس منظر
آباء و اجداد
سعید اللہ خان
سعادت یار خاں
محمد اعظم خاں
کاظم علی خاں
رضا علی خاں
نقی علی خاں
احمد رضا خاں
(رحمہم اللہ)	
عہد طفلی
حلیہ
لباس
غذا
اہلِ دول سے اجتناب
تصلب فی الدین
تعلیم
عقد مسنون

پٹنہ کا سفر
کلکتہ کا سفر
حجاز کا پہلا سفر
حجاز کا دوسرا سفر
وفات
اولاد و امجاد
حامد رضا خاں
مصطفیٰ رضا خاں
اساتذہ کرام
مرزا غلام قادر بیگ
مولانا عبدالعلی رامپوری
مولانا شاہ ابوالحسین نوری
مشائخ طریقت
شیخ احمد بن زینی دحلان مکی
شاہ ال رسول مارہروی
حسین بن صالح جمل اللیل
عبدالرحمن سراج مکی
تلامذہ
مولانا عبدالسلام جبلی پوری
مولانا ظفر الدین بہاری

.....	مولانا سید محمد کچھوچھوی و دیگر تلامذہ
.....	اجازات
.....	خلفاء
.....	سید سلیمان اشرف بہاری
.....	سید محمد نعیم الدین مراد آبادی
.....	مولانا امجد علی اعظمی و دیگر خلفاء

(رحمہم اللہ)

﴿باب سوم﴾

.....	امام احمد رضا..... ان کے معاصر علماء
.....	مولانا ارشاد حسین راپوری
.....	مولانا عبدالحق خیر آبادی
.....	مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی
.....	مولوی عبدالعلی المدراسی
.....	مولوی وصی احمد محدث سورتی و دیگر معاصر علماء

(رحمہم اللہ)

﴿باب چہارم﴾

.....	امام احمد رضا..... علم و فن کی دنیا میں
.....	علوم نقلیہ
.....	قرآنیات
.....	تفسیر
.....	علم حدیث



علم فقہ
اصول فقہ
علوم عقلیہ
علم ریاضی
تاریخ گوئی
علم جفر
علم ہیئت
علم توقيت
علم تفسیر

﴿باب پنجم﴾

امام احمد رضا..... ہندوستان میں عربی زبان و ادب کا عبقری

نثر نگاری
مکتوبات
خطبات
شاعری
نعت
قصیدہ
مرثیہ

توشیح
صنعت ترصیح
اصلاح اشعار
﴿باب ششم﴾	
امام احمد رضا..... تصنیفات و نوادرات کی روشنی میں	
تفسیر
حدیث
اسانید حدیث، اصول حدیث
تخریج احادیث، جرح و تعدیل
اسماء الرجال
فقہ
اصول فقہ، رسم المفتی
تجوید، عقائد و کلام
مناظرہ، فضائل، مناقب، تصوف
اذکار، خطبات، مکتوبات
نظم، ہجو
نعت، تعبیر، تفسیر، جفر
توقیت، زیبجات / حرکات سیارگان
ہندسہ، ریاضی، ہنیاات جدیدہ
نجوم، جبر و مقابلہ، ارثماطیقی
موسوعات
منطق، طبیعیات، سیاسیات، تاریخ و عمرانیات، مثلث، صوتیات، فلسفہ
مراجع
عکس نوادرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اظہار تشکر

میں اپنی اس پیش کش کو والد گرامی الحاج محمد سعید احمد صاحب اور عم محترم عالی جناب ڈاکٹر احمد جیلانی صاحب کے نام معنون کرنے میں فخر محسوس کر رہا ہوں جن کی زندگی شاعر مشرق علامہ اقبال کے اس مصرع کی عملی تصویر ہے۔

چیتے کا جگر چاہیے شاہین کا تجسس
دنیا نہیں مردانِ جفا کش کے لئے تنگ

ڈاکٹر محمود حسین بریلوی

(۱۱۶ گھیر جعفر خان، پرانہ شہر (بریلی))

ڈاکٹر محمود حسین

- ولدیت : جناب الحاج سعید احمد
- مستقل پتہ : گھیر جعفر خاں، پرانا شہر، بریلی (یو پی) انڈیا
- مشغلہ : صدر شعبہ عربی و انچارج شعبہ پی جی ڈپلوما ان ماڈرن عربک بریلی کالج
- اسناد : فضیلت (درس نظامی) منظر اسلام بریلی، یو پی
- عالم (عربی)، فاضل (عربی ادب)، فاضل (دینیات)،
- ایم۔ اے (اردو)، ایم۔ اے (عربی)، ایم۔ فل (عربی)،
- پی۔ ایچ۔ ڈی (عربی)، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔
- مطبوعہ کتابیں : (۱) المنتقى المحمود من الادب المسعود (۱۹۹۵ء)
- (۲) المحادثة العربية ۱۹۹۶ء
- زیر طبع کتابیں : امام احمد رضا خاں کی عربی شاعری
- امام احمد رضا خاں کی نعت گوئی اور نعمانی کی کوتاہ نظری
- امام احمد رضا اور سائنس

عکس نواذرات

مخطوطات امام احمد رضا

- (۱) سند اجازات بنام محمد عبدالکریم بریلوی مکتوبہ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ
 - (۲) مجتلی العروس و مراد النفوس تصنیف امام احمد رضا خاں بریلوی،
مکتوبہ ۱۳۲۸ھ
 - (۳) نور عینی فی الانتصار للامام العینی، حاشیہ الہدایہ
جلد اول، مکتوبہ ۱۲۹۶ھ
 - (۴) حواشی الفتاویٰ الخانیہ للامام فقیہ النفس فخر الملة
والدین، قاضی خان
 - (۵) حواشی شرح الصدور للامام السیوطی
 - (۶) حواشی المقاصد الحسنہ فی بیان کثیر من الاحادیث
المشہرہ، علی الألسنة للسخاوی
 - (۷) حواشی علی کشف الظنون، جلد اول
- (نوٹ: یہ تمام نواذرات آخری صفحات پر ملاحظہ ہوں)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تصدیر

جو کہے شعر و پاسِ شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے؟

لا سے پیش جلوۂ زمزمہ رضا کہ یوں

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَأٍ ط وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ۝ (یوسف ۱۲/۷۶)

ترجمہ: ”ہم جسے چاہیں درجوں میں بلند کریں اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے اپنے محبوب بندوں کو علم لدنی عطا فرما کر برگزیدہ و

تابندہ کر دیتا ہے۔ تاکہ خلق خدا دیکھے کہ جب اللہ جل مجدہ اپنے محبوب بندے سے راضی ہے تو کتنا

اور کیسا کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا جب چاہے جتنا چاہے اور جو چاہے انہیں علم عطا فرمادے کسی کو

مجال اعتراض نہیں۔ بقول کسے ”یہ علم عطا جب ہوتا ہے جب خاص عنایت ہوگی۔“ اپنے محبوب

نبی سیدنا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے فرمایا:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا

(اللہ رب العزت نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے) (البقرہ: ۳۱/۲)

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے فرمایا:

”وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ“

(اور اسے جو چاہا سکھایا) (البقرہ: ۲۵۱/۲)

حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کلمات سے سرفراز فرمایا:

”وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا“

(اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا: الکھف: ۱۸/۶۵)

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان حسین و جمیل لفظوں سے نوازا گیا:

”اتَيْنَهُ حُكْمًا وَعِلْمًا“

(ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا..... یوسف: ۱۲/۲۲)

لیکن جب اپنے محبوب مکرم حبیب اکرم نور مجسم سید عالم محمد بن المصطفیٰ نبی محتشم و اعظم

صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی تو انہیں یہ ارشاد فرما کر سب کچھ عطا فرما دیا:

وَ أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ ط وَ كَانَ

فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝

اور (اے میرے محبوب) اللہ نے تم پر الکتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھایا جو کچھ تم

نہ جانتے تھے۔ (النساء/۴/۱۱۳)

بالفاظ دیگر اللہ رب العزت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ الہی میں عظیم الشان پزیرائی، بے

انتہا اعزاز و اکرام اور ان پر بے حد و حساب انعامات و احسانات کا ذکر فرما رہا ہے کہ اے محبوب ہم نے

تمہیں کائنات کے تمام ظاہری و باطنی علوم عطا فرمائے اور ”الکتاب“ نام سے جو کتاب عطا فرمائی وہ ”ام

الکتب ساوی“ ہے۔ مکمل اور جامع ہے۔ جس میں ہر شے اور ہر رطب و یابس کا روشن بیان ہے اور تمہیں

کتاب و حکمت کے ان اسرار و رموز اور حقائق و دقائق پر مطلع فرمایا جس کی اطلاع کسی اور کو نہیں دی گئی اور

اے محبوب ہم نے تمہیں چہارگانہ فریض نبوت کی انجام دہی کے لئے دنیا میں مبعوث فرمایا ہے: اور وہ یہ ہیں:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ (۱) يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ (۲) وَيُزَكِّيهِمْ

(۳) وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ (۴) وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔ (الجمعة ۲/۲۶)

”وہ (ذات باری) ہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر (۱) اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور (۲) انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں (۳) کتاب اور (۴) حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔“ اس آیت کریمہ میں بعثتِ مبارکہ کی عظمت کا اعلان ہوا، لیکن آل عمران کی ۶۴ ویں آیت میں اسی کے ساتھ ساتھ آپ کی بعثتِ مبارکہ کو ایمان والوں کے حوالے سے عظیم احسان قرار دے کر آپ کی احسان بخشی کا بھی ذکر کیا گیا تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو آفاق کے نبی ہیں اور ان تمام جن و انس کی تعلیم و تربیت اور ان کی اصلاح و تزکیہ کے لئے تشریف لائے جو علم کے نور سے محروم چلے آ رہے تھے۔ لیکن بالفعل رحمت و احسان کے مستحق وہی خوش قسمت افراد قرار پائے جو ان کی محبت کے ساتھ دولت ایمان سے بہرہ ور ہوئے اور آیت کریمہ:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولَ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ج

(اور جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو) (الحشر: ۵۹/۷) کی پیروی میں تسلیم و رضا کی رفعتوں سے سرفراز ہوئے۔ اس سے یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہوئی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ مالک و مختار کی عطا سے اس کائنات کے مالک اور قاسم الارزاق و النعم (اللہ کے رزق اور نعمتوں کو تقسیم کرنے والے) ہیں جس کو چاہیں، جتنا چاہیں، جب چاہیں، جہاں چاہیں عطا فرمادیں اور جو چاہیں، جتنا چاہیں روک لیں۔“

ایمان کے ساتھ علم کی تحصیل اس کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ لہذا آپ کے دامن کرم سے وابستہ آپ کے غلاموں کو بھی علومِ مصطفوی علی صاحبہ التحیہ و الثناء سے حصہ وافر عطا ہوتا ہے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اخلاص عمل کے وسیلے سے ان کا سینہ اسرار و معارف کا گنجینہ بنا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ وانش برہانی کے ساتھ دانش نورانی بھی عطا ہوتی ہے اور جب دانش نورانی اپنا جلوہ دکھاتی ہے تو وانش برہانی حیرت زدہ رہ جاتی ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ بھی

اللہ تبارک و تعالیٰ کے انہی مقرب اور مخلص بندوں میں تھے جنہیں فضل ربِ علیم و خبیر اور فیضِ اَعْلَمِ کائناتِ نبوی بشیر و نذیر ﷺ سے وہ کچھ عطا ہوا جس کا تصور فکرِ انسانی میں نہیں آسکتا۔ یہی وہ علمِ نافع ہے جس کی جھلک انکی ہر تصنیف میں نظر آتی ہے اور یہی وہ فکرِ رسا اور علمِ لدنی کی فراوانی ہے کہ جس کو دیکھ دیکھ کر عرب و عجم کے اہل علم حیران و ششدر ہوئے جاتے ہیں۔ امام احمد رضا کو دربارِ رسالت مآب ﷺ سے بکثرت علوم و فنون عطا ہوئے۔ اول اول علوم و فنون کی تعداد ۵۵ شمار کی گئی لیکن جیسے جیسے عالمی جامعات میں امام احمد رضا پر تحقیقی کام گذشتہ ۲۵ برسوں سے بڑھتا جا رہا ہے، امام احمد رضا کے علوم و فنون کی تعداد شاخ در شاخ پھیلتی جلی جا رہی ہے ۱۰ سال قبل محققین نے ان علوم کی تعداد ۷۵ بتائی پھر ۱۱۴ تک پہنچی اور اب اس کا شمار ۲۰۰ تک پہنچ چکا ہے، سبحان اللہ! وَاللَّهُ يُؤْتِيهِ مِنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ غرضیکہ امام احمد رضا کی ذاتِ مبارکہ اس دور میں عالمِ ماکان و مایکون سید عالم ﷺ کی ذاتِ مقدسہ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے۔

علوم و فنونِ نقلیہ و عقلیہ، قدیمہ و جدیدہ کی طرح امام احمد رضا کو زبان و بیان پر بھی کمالِ قدرت حاصل تھا۔ وہ ماہرِ فقیہ و محدث، مفتی اور مبلغ ہونے کے علاوہ شعر و ادب میں اساتذہ زمانہ سے کسی طرح پیچھے نظر نہیں آتے، بقول ماہرِ رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب: ”ان کی نثری تخلیقات میں بعض محققانہ ہیں، بعض متصوفانہ، بعض فلسفیانہ، بعض عارفانہ بعض ادبیانہ اور بعض سہل ممتنع کا اعلیٰ نمونہ معلوم ہوتی ہیں“۔ (حیات مولانا احمد رضا بریلوی ۱۹۸۱، مطبوعہ سیالکوٹ ص ۱۵۰) امام صاحب کو اردو، ہندی، فارسی اور عربی، چاروں زبانوں کی لغت و بیان پر مکمل دسترس حاصل تھی، خصوصاً عربی میں ان کی تحریر کی فصاحت و بلاغت کا اعتراف ہر دور کے فصحاء عرب نے بھی کیا ہے، علمائے حریم شریفین نے آپ کی عربی زبان پر دسترس کو سراہا ہے۔ چنانچہ مسجد حرام کے امام اور اور آپ کے ہم عصر جید عالم علامہ شیخ احمد ابوالخیر مرداد کی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

الحمد لله على وجود مثل هذا الشيخ فانى لم ارا مثله فى العلم و الفصاحة .
(مکتوب سید اسمعیل خلیل، محررہ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۲۲ھ، از مکہ مکرمہ بنام امام احمد رضا بحوالہ
حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ سیالکوٹ ۱۹۸۱ء، ص ۱۵۰)
یعنی علامہ بریلوی جیسے شیخ کے وجود پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں، بیشک میں نے علم اور فصاحت میں
ان جیسا نہیں دیکھا۔

امام احمد رضا کی عربی دانی اور فصاحت و بلاغت کی تعریف کرنے والے ان کے ہم عصر
علماء حرمین شریفین کی ایک طویل فہرست ہے۔ جس کا یہ مقدمہ متحمل نہیں ہو سکتا، مزید مطالعہ کے لئے
امام احمد رضا کی مکہ مکرمہ میں آٹھ گھنٹوں میں علم مصطفیٰ ﷺ پر لکھی ہوئی کتاب ”الدولة المکیة
بالمادة الغیبیة“ پر علمائے حرمین شریفین اور دیگر بلاد کے علماء کی تحریر شدہ تقاریظ دیکھی جاسکتی ہیں،
جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ ان کی عربی اپنے محاسن کے اعتبار سے اس قدر مسحور کن ہے کہ خود فصحاء
عرب ان کی تحریر کو پڑھ کر اور ان کے کلام کو سن کر مسحور ہوتے ہیں بلکہ وجد میں آجاتے ہیں لیکن وہ اس
بات کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں کہ یہ کسی عجمی (غیر عرب، ہندوستانی) کی تحریر یا کلام ہے۔

ان کی عربی منشور و منظوم تخلیقات کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے والے عرب علماء یہ کہنے پر
مجبور ہیں کہ گو بظاہر امام احمد رضا عجمی (ہندوستانی) ہیں لیکن ان کی روح یقیناً عربی ہے۔ علماء و فصحا
ئے عرب کا امام رضا کے حضور یہ خراج عقیدت دراصل صدقہ ہے ان کے جذبہ صادق اور عشق
رسول ﷺ کا۔ وہ خود اس انعام پر تحدیثِ نعمت کے طور پر فرماتے ہیں:

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا

بول بالے مری سر کاروں کے

ایک مرتبہ مصر (قاہرہ) کی ایک ادبی محفل میں فاضل ترین اوباء اور علماء کے سامنے امام

احمد رضا بریلوی کے درج ذیل حمدیہ و نعتیہ اشعار پڑھے گئے۔ پڑھنے والے نے امام احمد رضا کا

تعارف نہیں کرایا، انہوں نے ان اشعار کی بہت تعریف کی اور بیک زبان ہو کر کہا یہ قصیدہ کسی فصیح اللسان عربی النسل عالم دین کا ہے لیکن جب ان کو معلوم ہوا کہ یہ قصیدہ لکھنے والے مولانا احمد رضا بریلی، ہندوستان کے رہنے والے ہیں، بلا د عرب سے ان کا نسلاً تعلق نہیں ہے تو حاضرین محفل حیرت و استعجاب کا مجسمہ بن گئے کہ عجمی ہو کر لسان و لغت عرب کے اس قدر ماہر! یہ قصیدہ ۱۷ اشعار پر مشتمل ہے، ان میں سے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

الحمد للمتوحد بجلاله المتفرد
و صلوة دو ما علی خیر الا نام محمد
والآل و الا صحابہم ما وی عند شدائد
فالی العظیم تو سلی بکتاہ و با حمد
ولکل من وجد الرضا من عند رب واحد

یہ ہے امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی عربی لسان و لغت پر دسترس کامل کی ایک ادنی جھلک۔ علماء ادباء و فصحاء مصر کے ایک نمائندہ اجتماع نے جس کی سلاست و روانی، زبان پر قدرت و طاقت، الفاظ و حروف کا درو بست، لفظوں کا انتخاب، شکوہ الفاظ و الہانہ کیفیت، زبان و بیان کا تنوع، جودت فکر کی جلوہ افشانی، عقیدت و محبت کی فراوانی، شگفتگی و برجستگی، اسلوب بیان کی بے مثالی اور دیگر خصوصیات کو خراج تحسین پیش کیا۔

اگر ہم حضرت رضا بریلوی کی عربی زبان و ادب کی خدمات اور ان کے عربی شعر و ادب کے شہ پاروں کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ پیش کریں تو باقاعدہ ایک ضخیم اور مبسوط مقالہ تیار ہو سکتا ہے ہے جن کی یہ سطور متحمل نہیں ہو سکتیں۔ اسلئے ہم عربی زبان کی خدمات اور شعر و ادب میں ان کی اسلوب نگارش کی انفرادیت کے بارے میں دو حوالوں پر اکتفاء کرتے ہیں:

۱. العطا یا النبویہ فی الفتویٰ الرضویۃ کا خطبہ

محقق علماء اور جدید اسکالر کی تحقیق کے مطابق علامہ بریلوی قدس سرہ نے 1000 (ایک ہزار) سے زیادہ چھوٹی بڑی کتب تصنیف فرمائی ہیں، لیکن ان سب میں شہرہ آفاق 'معرکہ الآراء' جامع العلوم اور موسوعاتی (Encyclopedic) تصنیف آپکا کا مجموعہ فتاویٰ العطا یا النبویہ فی فتاویٰ الرضویۃ المعروف بہ فتاویٰ رضویہ ہے، جو جہازی سائز کی ۱۲ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور ہر جلد کے ایک ہزار صفحات اور اب جدید تحقیق و تَحْشِی کے اضافہ کے ساتھ یہ فتاویٰ آٹھ سو صفحات کی ۳۰ جلدوں میں منتقل ہوئے ہیں۔ رضا فاؤنڈیشن لاہور نے جن کی ۲۸ جلدیں شائع کر دی ہیں۔ اس کی جلد اول کے عربی خطبہ میں آپ کے قلم نے جو جدت و ندرت پیش کی ہے فقہ کی پوری تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

یہ خطبہ عربی فصاحت و بلاغت کا ایک اچھوتا شاہکار ہے۔ اس میں آپ نے کتب فقہ اور ائمہ مذاہب کے ناموں کو دلکش اشارات، روشن تلمیحات، خوبصورت استعارات اور خوشنما تشبیہات کی لڑیوں میں موتیوں کی طرح ایک مربوط ترتیب کے ساتھ اس طرح پرویا ہے کہ فصحاء عرب حیران رہ جاتے ہیں۔

پاکستان کے نامور عالم، محقق، شاعر اور شعر و ادب کے ناقد علامہ مولانا قاضی عبدالدائم دآئم صاحب اس بلیغ عربی خطبے پر تبصرہ فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”اس بلاغت پارے کی خصوصیات یہ ہے کہ خطبے کے جملہ لوازمات و مناسبات یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد رسول اللہ ﷺ کی تعریف، صحابہ اور اہل بیت کی مدح، رسول اللہ ﷺ اور ان کے اہل بیت پر درود و سلام یہ تمام چیزیں کتب فقہ اور ائمہ کے ناموں سے ادا کی گئی ہیں یعنی کتب فقہ کے ناموں اور ائمہ کے مسجع اسماء گرامی کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ حمد کے غنچے چٹک اٹھے

ہیں اور کہیں نعت کے پھول کھل پڑے ہیں، کہیں منقبت کے گجرے بن گئے ہیں اور کہیں درود و سلام کی ڈالیاں تیار ہو گئی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جملہ محسنات بدیعہ از قسم براءت استہلال و رعایت مستجع وغیرہ بھی پوری طرح ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ اتنی قیودات اور پابندیوں کے باوجود خطبے کی سلاست و روانی میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑا..... نہ جملوں کی بے ساختگی میں کہیں جھول پیدا ہوا، نہ تراکیب کی برجستگی میں کوئی خلل واقع ہوا:

تلك فضل الله يؤتیه من یشاء و الله ذو الفضل العظیم O“ (فتاویٰ رضویہ کا خطبہ تحریر مولانا قاضی عبدالدائم دائم (ہری پور) مشمولہ معارف رضا شمارہ ۱۴ (۱۳۱۵ھ/۱۹۹۳ء، ص ۷۴)

پاکستان کے ایک اور معروف ادیب، صحافی، شاعر، مصنف اور نقاد جناب کوثر نیازی صاحب کو جب ادارے کے بانی مولانا سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ اور راقم نے فتاویٰ رضویہ کی جلدیں دیں اور انہوں نے اس خطبہ کا مطالعہ کیا تو امام احمد رضا کی عربی زبان و لغت پر کامل عبور دیکھ کر پھڑک اٹھے اور امام احمد رضا کانفرنس (منعقدہ ۱۰ فروری ۱۹۹۳ء، اسلام آباد) کے موقع پر اپنا مقالہ پڑھتے وقت ان خیالات کا اظہار کیا۔

”دورانِ تعلیم مولوی فاضل کے درجے میں مقامات حریری بڑھے جو عربی ادب کے حوالے سے ایک منفرد مقام کے حامل ہیں۔ اسی طرح فیضی کی تفسیر بے نقط دیکھی جس کو تاریخ میں ایک بلند امتیاز حاصل ہے..... اسی طرح عربی ادب کے اور بھی شاہکار مطالعہ کے دوران نظر سے گزرے، مگر ان سب پر امام احمد رضا کے فتاویٰ کا عربی خطبہ فوقیت اور انفرادیت رکھتا ہے۔“

غرض کہ یہ خطبہ عربی ادب میں ایک شاہکار ہے کہ صرف ایک خطبہ پر اگر فاضل ادب عربی چاہے تو پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ لکھ سکتا ہے۔ اس خطبہ سے امام احمد رضا کی جلالت علمی اور وسعت مطالعہ کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ۹۰ سے زیادہ کتب فقہان کے مطالعہ میں تھیں۔

امام احمد رضا کو عربی زبان کا ذوق ہی نہیں بلکہ اس سے عشق تھا اور یہ کیوں نہ ہو کہ ان کے عشق رسول ﷺ کا تقاضا یہی تھا، انہیں تو آقا و مولا ﷺ سے ادنیٰ سی ادنیٰ نسبت رکھنے والی شے سے بھی محبت تھی۔ پھر یہ تو لسان القرآن اور لسان النبی ﷺ تھی۔ عربی زبان سے بے پناہ لگاؤ کا اظہار اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے ہر رسالہ بلکہ تحریر کا خطبہ عربی میں تحریر کیا، خواہ وہ رسالہ اردو میں تحریر کیا ہو یا فارسی میں۔ دوسری امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ آپ اپنے ہر رسالے کا نام اس کے سن تحریر کی مناسبت سے عربی ہی میں لکھتے ہیں۔ آپ ہر خطبہ میں، جیسا کہ دستور ہے حمد و ثناء اور آل و اصحاب پر درود و سلام لکھتے ہیں لیکن عربی ادب میں اس مقام پر آپ کو ایک ایسی انفرادیت حاصل ہے جو برصغیر پاک و ہند میں خصوصاً عالم اسلام میں عموماً ناپید ہے، بلکہ آپ اس فن کے خود ہی موجد نظر آتے ہیں۔ وہ یہ کہ آپ ہر رسالہ کا اس کے موضوع کے اعتبار سے ایک خطبہ تحریر کرتے ہیں نہ صرف یہ بلکہ اس میں حمد و ثناء کے صیغے بھی اسی فن کی مصطلحات کے ساتھ استعمال کرتے اور پڑھنے والوں کو پوچھے گئے سوال کا اجمالی جواب بھی مل جاتا اور رسالہ کا خلاصہ بھی۔ یہ خطبات جہاں آپ کے علمی کمال کے عکاس ہیں وہیں عربی زبان و لغت پر آپ کے کامل عبور کے آئینہ دار بھی۔ یہ سطور امام احمد رضا کی عربی دانی کی تمام خوبیوں کے احاطے کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔ اس کے لئے ایک مبسوط مقالے کی ضرورت ہے۔ مختصراً یہ کہ عربی زبان میں منظوم اور منثور دونوں نوع میں آپ نے ادب کی خوب خدمت کی۔ آپ کی ہزار سے زیادہ تصانیف میں تقریباً ۲۵ فیصد رسائل عربی زبان میں ہیں یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں آپ نے خوب خوب داد و تحقیق دی ہے اور معتد بہ گراں قدر اضافہ کیا ہے۔

لیکن اس کے باوجود بعض حضرات نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی عربی دانی پر نکتہ چینی کو اپنا وطیرہ بنا لیا ہے جو ان کی اپنی لاعلمی اور عربی زبان و ادب سے ناواقفگی کی بناء پر ہے یا محض مخالفت برائے مخالفت کی آئینہ دار ہے۔ مثلاً ایک اہل حدیث عالم جنہوں نے اپنی

پوری زندگی سعودی حکومت کے ٹکڑوں پر بسر کی ہے، اعلیٰ حضرت کی دشمنی میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ انہوں نے نجدی حکومت سے مالی فائدہ کے حصول کے لئے اعلیٰ حضرت کے خلاف ”البریلویہ“ نامی ایک کتاب عربی زبان میں تحریر کی جس میں امام صاحب پر ایسے ایسے اعتراضات عائد کئے ہیں کہ جنہیں پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کسی محقق اہل علم کے قلم سے اس قدر لچرو بے اصل الزامات کہ جس کا سیاق و سباق سے کوئی تعلق نہیں ہے، تحریر کیا جاسکتا۔ انہی میں ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ اعلیٰ حضرت عربی سے نابلد تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

خامسا.. أن سلسلة بيعته تصل إلى النبي ﷺ بواسطة أئمة الشيعة كما ذكر نفسه في عبارته العربية ((اللهم صل وسلم وبارك على سيدنا و مولانا محمد المصطفى رفيع المكان، المرتضى على الشأن الذي رجيل من أمته خير من الرجال السالفين، وحسين من زمرة أحسن من كذا و كذا، حسنا من السابقين، السيد السجاد زين العابدين، باقر علوم الأنبياء والمرسلين ساقى الكوثر، و مالك تسنيم، وجعفر الذي يطلب، موسى الكلیم، رضا ربه بالصلاة عليه))

ومن هذه العبارة يظهر أيضاً نبوغه في العربية و مهارته فيها، الشخص الذي يقولون عنه: أنه كان يتكلم بها وهو في الثالثة من العمر.

ولاندري أى تركيب هذا وأية عبارة هذه ((حسين من زمرة أحسن من كذا و كذا))؟
وأيضاً ما معنى ((باقر علوم الأنبياء))؟

وما معنی ((بالصلاة عليه))؟

(احسان الہی ظہیر۔ البریلویہ۔ ادارہ ترجمان السنۃ، لاہور۔ پاکستان۔ ص: ۲۳)

اس سے قبل کے اعتراض کا جواب تحریر کیا جائے اعلیٰ حضرت کی اس تحریر (شجرہ شریف) کی اصل عبارت ملاحظہ ہوں، اہل علم اس کے مطالعہ سے خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں کہ معترض کا مبلغ علم عربی زبان و لغت کی تفہیم کے اعتبار سے کتنا ہے اور یہ کہ علم و تحقیق کا دعویدار دیانت و متانت کے معیار کے اعتبار سے کس مقام پر کھڑا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
 مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفٰی رَفِیْعِ الْمَكَانِ وَالْمُرْتَضٰی
 عَلٰی الشَّانِ بِوَالِدِنِی رَجَبٍ مِّنْ اُمَّتِهِ
 خَيْرِ مِّنْ رَّجَالِ مِّنَ السَّالِفِیْنَ وَحَسْبِیْ
 مِّنْ مُّزْنٍ یَّهٗ اَحْسَنُ مِنْ كَذِّ اَوْ كَذِّ اَحْسَنٍ مِّنْ
 السَّابِقِیْنَ بِوَالِدِی السَّيِّدِ السَّجَّادِ زَيْنِ الْعَبْدِیْنِ
 یَا قُرْءَ عَلْمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ بِسَاقِی
 الْكُوْتْرِ بِمَالِكُ تَسْنِیْمٍ وَجَعْفَرِ الَّذِیْ
 یَطْلُبُ فَوْسَ الْكَلِیْمِ صَارِیْهِ
 بِالصَّلَاةِ عَلَیْهِ بِوَيْدِ مَبِ اَبْرٰهَیْمِ الْخَلِیْلِ
 یَطْلُبُ مَعْرُوفِ جَوْدِ الْیَهُودِ

عبدالمجید

السَّريُّ السَّارِي سُرَّةٌ فِي ذَرَاتِ الْكُوَانِ
 الغَالِبُ جَنِيْدٌ مِّنْ جُنُوْدِ عَلِ جَبُوْدِ
 الجَوْرِ وَالْعُدُوَانِ اَصْلُ لَمْرٍ اِدْبَارِ مِنْ عَالَمِ
 الْاِيْمَانِ الَّذِي لَهُ اَنْ يَقُوْلَ لِادَمَ وَمَنْ
 دُوْنَهُ نَجَلِيْ وَلِكُلِّ اَسَدٍ مِّنْ اَسَدِ اللهِ
 سَبِيْلِي الْاِحَادُ الْمَجِيْدُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ
 اَخُو الْاِحْرَانِ فِي عَشِيْقَةِ اَبُو الْفَرَحِ
 مِنْ لَطْفِهِ وَرَفِيْقِهِ الْاِيْمَانُ حَسَنُ
 وَهُوَ اَبُو حَسَنِ اذْمِنَهُ نَشَاوِيْهِ
 ظَهَرَ بِوَالْمُؤْمِنِ سَعِيْدٌ وَهُوَ اَبُو سَعِيْدِ
 اذْهُوَ الَّذِي رَبِّيْ وَمَدَاةُ فَرْيَدِ وَافِرِ
 الْاَيْدِيَّ رَايَا اَلْيَدَيْنِ عَبْدُ الْقَادِرِ

السري سوار
 الغالب
 الجور والعدوان
 الایمان
 دونه
 سبلی
 اخوان
 من لطفه
 وهو ابو الحسن
 ظهر
 اذ هو الذي
 الايدي

81040

غوث الثقلین ^{۱۸} عبد الرزاق
 قاسم الأرزاق ^{۱۹} أبو صالح
 المؤمنین ^{۲۰} نصر الإسلام ^{۲۱} محی الدنور
 علی المرتقی ^{۲۲} والمدارج ^{۲۳} موسیٰ
 طور المعارج ^{۲۴} حسن الخلق ^{۲۵} أحمد
 الخلق ^{۲۶} بها والدین ^{۲۷} الکریم ^{۲۸} سنا
 شریعة ابرہیم ^{۲۹} الأبی القاری ^{۳۰}
 نظام دین ^{۳۱} الباری ^{۳۲} العرب ^{۳۳} والفی
 والهند ^{۳۴} کلهم له ^{۳۵} سائل ^{۳۶} وگدا ^{۳۷} او بهکاری
 ضیاء ^{۳۸} الانبیاء ^{۳۹} جمال ^{۴۰} اولیا ^{۴۱} مظلوم
 الذات ^{۴۲} احمد ^{۴۳} الصفات ^{۴۴} فضل ^{۴۵} الله
 وبرکة ^{۴۶} الله ^{۴۷} هو ^{۴۸} علی ^{۴۹} ال محمد ^{۵۰} الاعظم

حجرتی

العارفين نص الشرح المطهر ورفرة
 الصاغر المتعلمين شدة الجهاد الأكبر
 الحمد العظيم الكريم
 الارسول الرؤوف الرحيم اللهم
 على اصحابه العظام وشايعنا الكرام
 وعلينا معهم ياذ الجلال والاکرام
 ما رهرة اقرار اليقين في مهنه صده
 العارفين امين امين يا ارحم الراحمين
 اللهم ومن انشأ هذه الصيغة المباركة
 فاغفر له باعظيم وارض عنه حينك
 احمد رضا المولى العفو الكريم امين
 كتيبة الفقير احمد رضا القادي غفر له في ماربرة للطرقة الحورم يوم الجمعة

كلام منقول من كتاب
 العارفين امين امين
 الحمد العظيم الكريم
 الارسول الرؤوف الرحيم اللهم
 على اصحابه العظام وشايعنا الكرام
 وعلينا معهم ياذ الجلال والاکرام
 ما رهرة اقرار اليقين في مهنه صده
 العارفين امين امين يا ارحم الراحمين
 اللهم ومن انشأ هذه الصيغة المباركة
 فاغفر له باعظيم وارض عنه حينك
 احمد رضا المولى العفو الكريم امين
 كتيبة الفقير احمد رضا القادي غفر له في ماربرة للطرقة الحورم يوم الجمعة

محترم جناب علامہ عبد الحکیم شرف قادری صاحب نے مذکورہ کتاب کا مفصل جواب بعنوان ”احسان الہی ظہیر کی کتاب البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ“ تحریر کیا ہے۔ وہ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

”امام احمد رضا کے قلم سے لکھے ہوئے اس شجرہ کا عکس انوارِ رضا (ص ۲۸ تا ۳۰) میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ شجرہ مارہرہ شریف میں ۲۱ محرم الحرام بروز جمعہ ۱۳۰۶ھ کو تحریر فرمایا۔ بلاشبہ عربی زبان پر امام احمد رضا کی دسترس کا بہترین گواہ اور عربی ادب کا شہ پارہ ہے۔ لسان عربی کا ماہر اسے دیکھے تو پھڑک اٹھے، لیکن جسے اس کا مطلب ہی سمجھ نہ آئے، وہ اعتراض کے سوا کیا کر سکتا ہے؟ اور اعتراض بھی ایسے کمزور کہ جنہیں دیکھ کر اہل علم مسکرائے بغیر نہ رہ سکیں۔ لکھا ہے:

”اس عبارت سے عربی میں ان کا نابغہ اور ماہر ہونا ظاہر ہو جاتا ہے، وہ شخص جس کے

بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تین سال کی عمر میں عربی زبان میں گفتگو کرتا تھا۔“

جب کہ ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ عربی عبارت صحیح نقل بھی نہ کر سکے، اصل عبارت یہ

تھی: ”خَيْرٌ مِّنْ رِّجَالٍ مِّنَ السَّالِفِينَ“ اسے یوں نقل کر دیا: ”خیر من الرجال

السالفین“ یعنی ”رِجَالٍ“ پر الف لام زیادہ کر دیا اور اس کے بعد ”مِن“ حذف کر دیا۔ رِجَالٍ پر تنوین تعظیم کے لئے تھی، اس کے حذف کرنے سے اصل مفہوم برقرار نہیں رہا۔ پھر کئی جگہ قومہ (،) بے موقع اپنے پاس سے لگا دیا، مثلاً: ”کذا و کذا، حسنا“ کے درمیان، اسی طرح

تسنیم اور جعفر کے درمیان اور یطلب اور موسیٰ الکلیم کے درمیان، جعفر کے

بعد قومہ ہونا چاہئے تھا، جو نہیں دیا گیا۔ اگر عبارت کا مطلب سمجھ میں آجاتا تو یہ تبدیلیاں رونمانہ ہوتیں۔

در اصل شجرہ طریقت میں جتنے بزرگوں کے نام تھے، ان کو امام احمد رضا بریلوی نے یا تو

نبی کریم ﷺ کا وصف بتایا ہے یا کسی طور پر آپ کے وصف میں ذکر لے آئے ہیں اور اس درود

شریف کا ترجمہ ملاحظہ ہو، تردّد جاتا رہے گا۔ ”اے اللہ! صلوة و سلام اور برکت نازل فرما،

ہمارے آقا و مولا محمد ﷺ، منتخب بلند مرتبے والے، پسندیدہ عالی شان والے پر، جن کی امت کا ایک چھوٹا مرد پہلے بڑے بڑے مردوں سے بہتر ہے اور جن کے گروہ کا چھوٹا سا حسین گزشتہ بڑے بڑے حسینوں سے زیادہ حسن والا ہے، سردار بہت سجدے کرنے والے عابدوں کی زینت، انبیاء و مرسلین کے علوم کے کھولنے والے، کوثر کے ساقی، تسنیم اور جعفر (جنت کی نہر) کے مالک، وہ کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ان پر درود بھیج کر ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں۔“

یہ تمام نبی اکرم ﷺ کے اوصاف ہیں، شجرہ میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام بھی تھا اور حسین تصغیر کا صیغہ ہے، جس کا استعمال حضور نبی کریم ﷺ کے لئے بے ادبی تھا۔ اس لئے اسے انتہائی حسین اور لطیف طریقے پر لائے ہیں: ”جن کے گروہ کا چھوٹا سا حسین، گزشتہ بڑے بڑے حسینوں سے زیادہ حُسن والا ہے۔“

سبحان اللہ! کیا پاس ادب ہے اور کیا حُسنِ بیاں! چونکہ یہ (احسان الہی ظہیر) اس عبارت کا مطلب نہیں سمجھے، اس لئے بڑے بھولپن سے کہتے ہیں: ولاندری ای ترکیب هذا وایة عبارة هذه ”پتا نہیں یہ کونسی ترکیب ہے اور کیسی عبارت ہے؟“ مطلب سمجھ میں آجاتا تو اس سوال کی نوبت ہی نہ آتی۔ پھر کہتے ہیں: ”باقر علوم الانبیاء کا کیا معنی ہے؟“ اتنی واضح عبارت کا معنی بھی مجھ میں نہیں آتا، اس کے باوجود امام احمد رضا کی عربی دانی پر نکتہ چینی! گزشتہ سطور پر ترجمہ دیا جا چکا ہے، اسے دیکھنے سے معنی سمجھ میں آجائے گا۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر کو ”باقر“ اس لئے کہتے ہیں: لانه بقر العلم ای شقہ وفتحہ فعرف اصلہ و تمکن فیہ ”کہ انہوں نے علم کو کھول دیا، اس کی اصل کو پہچانا اور اس میں ماہر ہوئے۔“ ”باقر علوم الانبیاء“ کا معنی ہوگا، انبیاء کے علم کو کھولنے والا اور بیان فرمانے والے۔ یہ نبی کریم ﷺ کا وصف ہے۔ پھر کہتے ہیں: وما معنی ”بالصلوة علیہ“؟ ”بالصلوة علیہ“ کا معنی کیا ہے؟ پورے جملہ کا ترجمہ دیکھئے،

معنی سمجھ میں آجائے گا۔ ”وہ کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ان پر درود بھیج کر ان کے رب کی رضا طلب کرتے ہیں۔“

(علامہ عبد الحکیم شرف قادری، احسان الہی ظہیر کی کتاب البریلویہ کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، رضا دارالاشاعت، لاہور۔ ۱۹۹۵ء۔ صفحہ ۱۶۲ تا ۱۶۳)

اعلیٰ حضرت کی عربی پر جا بجا چوٹ کرنے والے مصنف کی عربی زبان دانی کا کیا عالم ہے، اس کا پول خود مصنف کے مکتبہ فکر (اہل حدیث) سے تعلق رکھنے والے حافظ عبدالرحمن مدنی کھولتے ہیں: ”جہاں تک اس کی عربی دانی کا تعلق ہے، اس کا بھی صرف دعویٰ ہی ہے ورنہ اس کی مطبوعہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرامر یا زبان کی غلطیوں سے پاک ہوگا چنانچہ عربی دان حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الہی کی عربی کتب کے سلسلہ میں ایسی باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔“ (بحوالہ ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور۔ ۳ اگست ۱۹۸۳ء۔ ص: ۶)

علامہ عبد الحکیم شرف قادری صاحب ”البریلویہ“ کے مصنف احسان الہی کی عربی کا تذکرہ کرتے ہوئے صفحہ نمبر ۴۰ پر رقم طراز ہیں:

” (احسان الہی ظہیر) ایک جگہ لکھتے ہیں: فانهم اعطوا للعصاة البغاة رسید الجنة (البریلویہ۔ ص: ۱۳۵) یہ احساس ہی نہ ہوا کہ رسید لفظ عربی نہیں، فارسی ہے۔ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: بل اصدروا فرماننا (البریلویہ۔ ص: ۳۷) انہیں کون سمجھائے کہ ”فرمان“ لفظ عربی نہیں، فارسی ہے۔ ذیل میں اغلاط کی مختصر فہرست ملاحظہ ہو:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵	۱۲	ان اخلص المحببین قلوہ	قلاہ
۱۱	۱۷	انفصلت البریلویہ	عن البریلویہ
۱۸	۱۰	مع الثابت	مع ان الثابت

الخیر آبادی	عبد الحق خیر آبادی	۱۱	۲۰
من ابن ابنه	من ابنه ابی الحسین	۱۷	//
بین اهل السنّة	لم تكن رائجة بین السنّة	۱۵	۲۱
بین اهل السنّة	یروجها بین السنّة	۲۰	۲۱
لاهل البيت	کتب فیها لآل البيت	۱۴	۲۲
اهل السنّة	کفر السنّة	۴	۲۴
حلیا	حلی	۳	۲۵
فلسا	ولا فلسا	۲۱	//
ان یصفه بها	ای یصفه بها	۱۴	۲۷
الی ان القوم	ان القوم	۱۷	۲۸
المواضع	المواضع	۲۱	//
تلك الكتب	هذه الكتب	۱۲	۲۹
الی البریلوی	الی البریلویة	۱۲	۲۹
القطع الصغير	الحجم الصغير	۱۶	۳۴
۸۶۴ صفحه	یشتمل علی ۲۶۴ صفحه	۱۸	//
حکما (فرمان لفظ فارسی)	اصدروا فرمانا	۱۶	۳۷
نظرة تعظیم و احترام	نظرة تقدیر و احترام	۱۲	۳۹
اعتزل البریلوی	اعتزلت البریلوی	۱	۴۰
غصبوها	غضبوها	۱۵	//
استرقاق	استرتقاق	۱۸	//

فی صالح المستعمرین	۲۲	//
فی مصالحة المستعمرین		
استخلاص	۲۰	۴۱
والا المقصود الاصلی	۴	۴۲
والا فال المقصود الاصلی		
مناصرة للاستعمار	۲۱	//
للاستعمار		
الاستعمار	۱۰	۴۴
سبتمبر	۱۶	۵۲
من ابن البریلوی احمد رضا حامد رضا	۱۲	۵۳
بعد ما كنت مرفوضة	۱۸	۵۵
كانت		
فلي نصف القراءة	۷	۶۷
القراء		
ومن جاء	۸	//
الى من جاء		
كبيب النمل	۱۷	//
كديب النمل		
فيكتبت	۷	۶۸
فيكتب		
الذی بینہما	۶	۷۶
التي بينها		
ولم يبق	۱۶	۱۱۰
ولم يبق		
ولكن تعمي	۸	۱۱۱
ولكن تعمي		
رد المختار	۳	۱۱۷
رد المختار		
دار المختار	//	//
دار المختار		
رسيد الجنة	۸	۱۳۵
رسيد عجمي لفظ		
ان يبوس	۱۹	۱۳۸
عجمي، بوسه سے ماخوذ		
ترك التكايا	۳	۲۰۵
تكيه کی جمع، عجمي لفظ		

غرض کہ امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کی دنیائے عرب و عجم میں روز افزوں مقبولیت نے مخالفین و حاسدین کو کچھ اس قدر تشویش اور اضطراب میں مبتلا کر دیا کہ ان میں کے بعض شدت پسندوں کو امام موصوف کی یہ پذیرائی ایک آنکھ نہ بھائی، انہوں نے محض ذاتی عناد کی بناء پر انصاف و دیانت کے تمام مسلمہ اصولوں کو پس پشت ڈالا اور الزام تراشی کی حدود پار کرتے ہوئے وہ بہتان طرازی اور اتہام تک جا پہنچے، انا للہ وانا الیہ راجعون! آنجہانی احسان الہی ظہیر ایسی ہی کچھ کوشش کر کے ”البریلویہ“ کے نام سے جہاں چند سعودی ریال کھرے کر گئے وہیں ایک مومن صادق پر بہتان لگا کر اپنا نامہ اعمال بھی سیاہ کر گئے۔

یہ حقیقت ہے کہ امام احمد رضا کے وصال (۱۹۲۱ء) کے بعد غیروں کی چیر دستی اور اپنوں کی غفلت اور نااہلی کی بناء پر ایک طویل عرصہ تک محققین خصوصاً عربی ادب کے علماء نے اس طرف توجہ نہیں دی لیکن بجز اللہ اب صرف بر عظیم پاک و ہند ہی نہیں بلکہ بلاد عرب خصوصاً علماء جامع ازہر امام احمد رضا کی عربی انشاء پر دازی اور شاعری کے محاسن بیان کر رہے ہیں۔ اس کی ابتداء جامعہ ازہر شریف کے فاضل نوجوان استاذ ڈاکٹر محمد عبدالرحیم حازم نے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کا عربی دیوان بساتین الغفران (۱۹۹۸ء) مرتب کر کے کی۔ پھر انہی کی وساطت سے مصر کے نامور ہفت زبان شاعر، ادیب، عالم، سابق استاذ جامعہ ازہر شریف، ڈاکٹر حسین مجیب مصری مرحوم مغفور امام احمد رضا کی طرف متوجہ ہوئے سب سے پہلے انہوں نے ڈاکٹر حازم صاحب کی مدد سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کے قصیدہ سلامیہ کا منظوم ترجمہ (۱۹۹۹ء) بنام ”المنظومة السلامیة فی مدح خیر البریة“ کیا جو ”الدار الثقافیہ للنشر، قاہرہ، مصر سے طبع ہوا۔ بعدہ امام احمد رضا رحمہ اللہ کے یوم وصال ۲۵ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۱ء میں ان کے نعتیہ دیوان ”حدائق بخشش“ حصہ اول دوم کا منظوم ترجمہ ”صفوة المدح“ کے نام سے کیا، جو قاہرہ ہی سے مطبع ”دار الہدایہ“ سے شائع ہوا۔ اس کے علاوہ جامعہ ازہر شریف سے امام احمد رضا محدث

مولانا احمد رضا خان کی عربی زبان و ادب میں خدمات

بریلوی کی فقہی خدمات کے حوالے سے اور ان کی عربی شاعری پر ایم. فیل کے دو مقالے لکھے گئے (اول الذکر کے مصنف مولانا مشتاق شاہ الازہری ہیں اور دوم کے مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری صاحب ہیں) ایک ایم. فیل کا مقالہ ”رد بد مذہبان اور امام احمد رضا“ (اصل عنوان: امام احمد رضا القادری و جہودہ فی مجال العقیدۃ الاسلامیہ فی شبہ القارۃ الہندیہ) کے حوالے قاہرہ یونیورسٹی سے زیر تکمیل ہے، یہ کام محترم جلال الدین چانگامی بنگلہ دیشی انجام دے رہے ہیں اور اب یہ حال ہے کہ بڑے بڑے فصحاء عرب، امام صاحب کے عربی نثری اور منظوم سرمایہ کی طرف ملتفت ہو رہے ہیں۔

مثلاً ڈاکٹر مجیب مصری مرحوم اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

”امام احمد رضا نے اپنے فتاویٰ ”فتاویٰ رضویہ“ سے ہماری رہنمائی فرمائی اور ہمیں حلال و حرام کا راستہ دکھایا۔

آپ نے جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی اس نے میرے دل کی دھڑکنوں کو تیز تر کر دیا۔“

قاہرہ کی ایک عظیم بزرگ ہستی جنہیں وہاں کے علماء سیوطی وقت اور حاجز عصر کہتے حضرت علامہ الاستاذ ڈاکٹر عبدالمنعم خفاجی حفظہ اللہ الباری قصیدہ سلا مية پر ”من عقائد المديح الغوی المنظومة الاسلامیہ“ کے عنوان سے تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اشعار رضا صرف مدح رسول ہی نہیں ہے بلکہ یہ شاہ نامہ اسلام ہے۔“

رفتہ رفتہ مصر اور عالم عرب کی صحافت میں بھی امام احمد رضا کے علم و فضل اور عربی زبان و ادب پر تبصرے شائع ہونے لگے۔

اخبار ”الاهرام“ مصر کا سب سے بڑا اور عظیم بین الاقوامی شہرت کا حامل اخبار ہے۔

اس نے امام احمد رضا کی شخصیت اور نعتیہ شاعری پر بڑا جامع تبصرہ شائع کیا۔ اس نے لکھا:

”حدائق بخشش میراثِ اسلامی کا تحفہ ہے اور امام احمد رضا القادری اسلامی اجماع مفکرین میں بیسویں صدی کے سب سے بڑے اور عظیم عالم دین ہیں۔“

مزید برآں دنیائے عرب کے چار عظیم اکابر ادباء و شعراء، شیخ عبدالمجید فرغلی محمد، احمد محمد عبدالهادی، پروفیسر ڈاکٹر محمد حامد الحضیری لیسی اور شیخ عبدالغفار عصفی دلاش نے حدائق بخشش کے ادبی محاسن پر ۲۲۶ خوبصورت اشعار رقم کئے ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں کے بکثرت اساتذہ اور علمی انجمنوں کے ادباء نے امام احمد رضا کی نعتیہ عربی شاعری پر تبصرے اور مختصر اور جامع نقد و نظر پیش کئے ہیں (ملخصاً عربی مقالہ ”حدائق بخشش مصر کے علماء و ادباء کی نظر میں“ مصنفہ ڈاکٹر حازم محمد احمد عبدالرحیم الازہری۔ جو امام احمد رضا کانفرنس ۲۰۰۲ء میں پڑھا گیا۔) ستمبر 1999ء میں راقم الحروف اور حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب پہلی بار قاہرہ گئے۔ فروغ رضویات کے لئے شیخ الجامعہ ازہر شریف حضرت علامہ سید محمد طنطاوی صاحب مدظلہ اور دیگر شعبہ جات کے اساتذہ کرام سے ملاقاتیں کیں، مختلف لائبریریوں میں کتابیں دی گئیں اور سب سے بڑھ کر تاریخ میں پہلی بار جامعہ ازہر شریف میں ”ایک امام احمد رضا کانفرنس“ کا انعقاد ہوا اور اختتام پر اعلیٰ حضرت کا مشہور زمانہ سلام ”مصطفیٰ جانِ رحمت پر لاکھوں سلام“ پڑھا گیا۔

اسلامک ریسرچ اکیڈمی کے اہم رکن اور الازہر میگزین کے چیف ایڈیٹر استاذ الاجیال جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد رجب بیومی، امام احمد رضا کے حضور یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:

”یوں تو ہندوستانی علماء کی ایک بڑی تعداد عالم عرب میں مشہور ہے لیکن ان میں محقق وقت امام احمد رضا خاں کا نام سرفہرست ہے۔“ مزید معلومات کے لئے رسالہ ”جامعہ ازہر شریف میں امام احمد رضا کا تعارف“ مصنفہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری، مطبوعہ رضا اکیڈمی، لاہور دیکھا جاسکتا ہے۔

بقول حضرت ڈاکٹر عبدالمنعم خفاجی، ”امام احمد رضا خاں ایسے مسلم مجاہد تھے جو عربی زبان سے اسلئے محبت کرتے تھے کہ یہ قرآن و حدیث کی زبان ہے اور امام احمد رضا خاں کا شمار ہندوستان کی ان چند اہم شخصیات میں کیا جاتا ہے جنہوں نے برطانوی استعمار کے زمانے میں عربی زبان و ادب کی احیاء میں اہم کردار ادا کیا ہے۔“

امام احمد رضا خاں کی عربی اور ادبی خدمات کو اس عہد میں پہلی بار متعارف کرانے کا سہرا امام حمد رضا علیہ الرحمۃ کے ہم وطن اسکالر جناب ڈاکٹر محمود حسین بریلوی کے سر جاتا ہے۔ جب آج سے تقریباً ۱۵ سال پہلے انہوں نے علیگزہ یونیورسٹی سے محترم ڈاکٹر عبدالباری ندوی صاحب کی نگرانی میں امام احمد رضا کی عربی ادب کی خدمات پر مقالہ لکھ کر ایم۔ فل کی سند حاصل کی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اس موضوع پر مواد و مآخذ کا ملنا اتنا آسان نہ تھا جتنا کہ آج ہے۔ ایسے حالات میں منتشر مواد کو یکجا کرنا اور علم کے تابدار موتیوں کو پوشیدہ تہہ خانوں سے برآمد کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا، لیکن ڈاکٹر محمود صاحب نے ہمت نہ ہاری اور جانفشانی تندرہی سے تمام ضروری مواد و مآخذ اور دستاویزات اکٹھا کئے اور نامساعد حالات میں ایک عمدہ تحقیقی مقالہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی اور ان کی محنت رنگ لائی ان کی تھیسس کی منظوری کے ۱۰، ۸ سال کے اندر اندر امام احمد رضا کا شہرہ بطور عظیم (عربی) شاعر و ادیب بر عظیم پاک و ہند کی فضا سے نکل کر عالم اسلام کے افق تک پھیل گیا اور ان کا نام نامی ”الشیخ احمد رضا شاعر عربیاً“ کے عنوان سے عربی ادب کے تابندہ ستارے کی مانند چمک رہا ہے۔

جب ڈاکٹر محمود حسین صاحب 1991 میں ہماری پہلی انٹرنیشنل امام احمد رضا کانفرنس میں بطور مہمان مقالہ نگار کراچی تشریف لائے تو آپ نے اپنے مقالے کی ایک فوٹو اسٹیٹ کاپی ادارے کی لائبریری کے لئے عطا کی اور ساتھ ہی دے لفظوں میں اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ اس کی اشاعت ادارے کی طرف سے ہو جائے۔ ”اے رضا ہر کام کا ایک وقت ہے“ کے بموجب

آج ہم اس وعدے کی ایفا سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔ اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ مصنف موصوف کو بہترین جزائے خیر اور اجرِ جزیل عطا فرمائے آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

چونکہ یہ مقالہ ۱۵/۱۶ سال کے طویل وقفے کے بعد شائع ہو رہا تھا اور اس درمیان امام احمد رضا کے حوالے سے تحقیق و تدقیق کا کافی سفر طے ہو چکا تھا اس لئے بہتر سمجھا گیا کہ اس کی پروف ریڈنگ خود صاحب مقالہ فرمائیں، لہذا یہ مقالہ جون ۲۰۰۳ء ہی میں موصوف کو بھیجا دیا گیا تھا لیکن ان کی ناسازی طبع کی بناء پر اس کی تصحیح میں کچھ زیادہ ہی تاخیر ہوئی اور پھر اضافات اور رد و تحریف کے بعد کچھ اس صورت میں آیا کہ ہمیں دو بارہ کمپوزنگ کرانی پڑی۔ کاش کہ ہمارے ممدوح مصنف کی طبیعت ناساز نہ ہوتی اور اس کو اپنی نگرانی میں بعد تصحیح، حذف و اضافہ میں کمپوز کروا کر ہمیں فائل کاپی یا زیادہ بہتر ہوتا کہ اس کی سی ڈی (C.D) بھیجا دیتے تو اس کی اشاعت کا کام زیادہ آسان اور جلد ہو جاتا۔ اس لئے اس کی طباعت میں مزید تاخیر ہوئی۔ بوجہ امام احمد رضا سلور جوہلی کانفرنس ۲۰۰۵ء (منعقدہ ۹، ۱۰، ۱۱ اپریل ۲۰۰۵ء) کے موقع پر اس کی طباعت ممکن نہ ہو سکی۔ بہر حال دیر آید درست آید، اب آپ کے ہاتھوں میں کتابی صورت میں یہ موجود ہے۔

ہم اس کی اشاعت کے سلسلے میں سب سے پہلے تو صاحب مقالہ محترم ڈاکٹر محمود حسین بریلونی صاحب کے ممنون ہیں اور ساتھ ہی ہم ڈاکٹر عبدالباری ندوی صاحب کے بھی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے نہایت محبت و شفقت اور محنت سے اس مقالے کی از ابتدا تا انتہا نگرانی فرمائی اور اپنے علم اور تجربہ کی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مقالہ نگاری کی صحیح سمت میں رہنمائی کا فریضہ بطریق احسن ادا فرمایا۔ جس طرح زیر نظر مقالہ کے مصنف کو اس موضوع پر کام کرنے کے اعتبار سے اولیت حاصل ہے اسی طرح محترم ڈاکٹر عبدالباری ندوی صاحب کو بھی مذکورہ موضوع کا پہلا نگران ہونے کا شرف حاصل ہے جو رضویات پر تحقیق کے حوالے سے ایک تاریخ ساز واقعہ ہے۔ ادارہ اپنے مجبین و مخلصین اور معاونین کا بھی شکر گزار ہے خاص طور پر جناب حاجی

شیخ نثار احمد صاحب، حاجی عبد المجید برکاتی صاحب حاجی محمد رفیق برکاتی صاحب، محترم وسیم سہروردی صاحب، محترم ادریس سہروردی صاحب، محترم سہیل سہروردی صاحب کہ جنہوں نے خاص طور پر کتب کی طباعت و اشاعت کیلئے وسائل مہیا کئے اور مفید مشوروں سے بھی نوازا۔ اس موقع پر ادارہ کے ان کارکنان کا ذکر نہ کرنا ناسپاسی ہوگی کہ جنہوں نے اس مقالے کی کمپوزنگ سے لے کر طباعت تک کے مرحلوں تک نہایت جانفشانی اور تندہی سے خدمات انجام دیں، جن میں ان ناموں کا ذکر ناگزیر ہے۔ جناب شیخ ذیشان احمد قادری صاحب، رب نواز خان صاحب، جناب عمار صاحب (کمپوزر و کمپیوٹر سیکشن انچارج)۔ آخر میں ریسرچ اسکالر محترم مولانا شاہ محمد تبریزی زید عنایت، نائب مدیر معارف رضا کے بھی ممنون ہیں کہ انہوں نے اس مقالے کی طباعت سے قبل اس کی فائنل پروف ریڈنگ کی اور ہمیں مفید مشوروں سے نوازا۔

فجز اہم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کی اس کاوش کو شرف قبول عطا فرمائے اور مؤلف محترم کے علم و عمل میں اضافہ عطا فرمائے اور صحت و عافیت کے ساتھ ان کو مزید علمی فتوحات، خصوصاً رضویات پر تحقیقات کے حوالے سے، حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

آخر میں عرض ہے کہ ہم نے اس مقالہ کی کمپوزنگ و طباعت میں حتی المقدور اغلاط و فرو گذاشت کے مدارک کی کوشش کی ہے پھر بھی اگر صاحبان علم و نظر کو اس میں کوئی کوتاہی یا غلطی نظر آئے تو نشانہ ہی فرمادیں، ان شاء اللہ آئندہ اشاعت میں تصحیح کر لی جائے گی۔

داغِ دل ہم نے نوری دکھا ہی دیا
دردِ دل کا فسانہ سنا کر چلے
احقر العباد

سید و جاہت رسول قادری عفی عنہ

صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی، پاکستان

پیش لفظ

از قلم: ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم

ریڈر شعبہ علوم اسلامیہ، ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی

برصغیر کے جن علماء نے عربی زبان و ادب میں دین حق کی اشاعت اور علوم و فنون کی ترویج میں اہم کردار ادا کیا ہے، ان میں امام اہلسنت حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کا نام نامی اسم گرامی کافی اہمیت کا حامل ہے۔ آپ نے عربی زبان و ادب میں ان پیچیدہ مسائل پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے جن کا بسا اوقات مادری زبان میں لکھنا اور اس کے متعلق سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ آپ کی ہزار سے زیادہ تصانیف میں سے اگر عربی زبان میں لکھی جانے والی کتابوں کا جائزہ لیا جائے تو ان کی تعداد بھی ڈھائی تین سو سے کم نہ ہوگی۔ یہ صراحت اس بات کی دلیل ہے کہ عربی زبان و ادب پر آپ کو کامل عبور تھا۔ بہ تکلف نہیں بلکہ سلاست و روانی کے ساتھ اپنے افکار و خیالات کے شہ پاروں کو آپ صفحہ قرطاس پر بکھیرنے کا بھرپور ملکہ رکھتے تھے۔

ہر زبان و ادب کے ماہرین کی صلاحیتیں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ بعض کو نثر میں لکھنے کی قدرت ہوتی ہے اور بعض کو نظم نگاری کا ملکہ حاصل ہوتا ہے اور بعض حضرات دونوں میدانوں کے شہ سوار ہوتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف ایک نثر نگار تھے بلکہ عربی زبان میں شعر و شاعری کا اچھا ذوق اور ملکہ رکھتے تھے جس کا اعتراف عرب و عجم کے علماء نے یکساں طور پر کیا ہے۔ بعض اہم مسائل کی تحقیق پر جب آپ کی عربی زبان و ادب میں تصانیف اہل عرب کے سامنے پیش کی گئیں تو وہ صرف آپ کی زبان دانی کو دیکھ کر نہ صرف حیرت زدہ رہ گئے بلکہ اس کی سلاست کو دیکھ کر بیک زبان پکاراٹھے:

فوجدتها شذرة من عسجد و جوهره و عقود در و زبرجد قد

نظمها بيد الاجادة في سلك اصابة الصواب

”یہ تو خالص سونے کی ڈلی ہے یا یا قوت و زبرجد اور موتیوں کی لڑیوں کا دانہ ہے جسے قابلِ قدر ہاتھوں نے صراطِ مستقیم کی لڑی میں پرویا ہے۔“

(پروفیسر مسعود احمد، فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ ص: ۱۳۲۔ المجمع الاسلامی مبارکپور ۱۹۸۱ء)

عربی زبان و ادب میں آپ کی اعلیٰ مہارت سے متاثر ہو کر علمائے حرین نے نہ یہ کہ آپ کی تصانیف پر تقاریظ لکھیں بلکہ آپ سے سندت و اجازت بھی حاصل کیں جس کی تفصیل ”فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں“ نامی کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ایک شافعی عالم شیخ حسین بن صالح جمل اللیل آپ کی علمی عبقریت سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ انہوں نے اپنی ایک تصنیف الجوهره المضيئة پر عربی زبان میں شرح لکھنے کی فرمائش بھی کر ڈالی جسے آپ نے نہ صرف شرفِ قبولیت سے سرفراز کیا بلکہ وہیں دو روز کے اندر اس کی ایک بلیغ شرح النيرة الوضئية فی شرح الجوهره المضيئة (۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء) لکھ کر ان کی خواہش کی تکمیل بھی کر دی۔ اس شرح پر تعلیقات و حواشی کا اضافہ بعد میں کیا جس کا نام الطرة الرضئية على النيرة الوضئية (۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء) تجویز کیا۔

(رحمن علی، تذکرہ علمائے ہند۔ ص: ۱۶، کراچی ۱۹۶۱ء)

یہ داستان تو پہلے سفر حج کی تھی لیکن جب آپ دوسری بار سفر حج پر تشریف لے گئے تو اس وقت کے علمائے حرین نے اپنا ایک لائیکل مسئلہ جس کا تعلق نوٹ سے تھا، آپ کے خدمت میں استفتاء کی شکل میں پیش کیا جس کا آپ نے قلم برداشتہ دلائل و شواہد سے مربوط اس طرح جواب دیا کہ عرب کے سارے فضلاء و رطہ حیرت میں ڈوب گئے۔ اس استفتاء کے جواب کا نام آپ نے کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶ء) رکھا۔

اس کے علاوہ ایک دوسرا مسئلہ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب سے متعلق تھا اس کا جواب

بھی آپ نے چند گھنٹوں میں لکھ کر پورے عالم میں اپنی علمی عبقریت کی دھاک بٹھادی۔ اس کتاب پر حرمین کے علماء نے جو تقاریر لکھی ہیں وہ ان کے لئے تازیانہ ہے جو آپ کی علمی عبقریت کے منکر ہیں۔ یہ تو رہی بات امام اہلسنت کی عربی زبان و ادب میں نثر نگاری کی جہاں تک بات رہی آپ کی شعری صلاحیت کی تو اس کے اعتراف میں عالم اسلام کے عصری جامعات میں ہونے والے ان پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالات کو پیش کیا جاسکتا ہے جو محققین نے جمع کئے ہیں۔ فاضل بریلوی کی عربی شاعری کے تعلق سے ماضی میں جو کام ہوا ہے اس سے تو اہل دانش باخبر ہیں اور یوں بھی اس کی تفصیل ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے زیر اہتمام شائع ہونے والے جرنل ”معارفِ رضا“ میں متعدد بار شائع ہو چکی ہے اور اس فہرست میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ پوری دنیا میں جو کام ہو رہا ہے اس کی تفصیل کا یہاں کوئی موقع نہیں لیکن ادھر ماضی قریب میں امام اہلسنت کی عربی شاعری اور بطور خاص نعتیہ شاعری کے تعلق سے جو کام ہوا ہے اس کی طرف میں اختصار سے اشارہ اس لئے کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ کی زندگی کا یہ پہلو بھی ارباب دین و دانش کے سامنے نمایاں ہو کر آجائے اور غلط فہمیوں کی جو دبیز چادر معاندین کی آنکھوں اور دل و دماغ پر پڑی ہے وہ ہٹائی جاسکے۔

امام اہلسنت کی شاعری کا اگر جائزہ لیا جائے تو بر ملا اس کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ آپ کی نعتیہ شاعری عشق و محبت اور سوز و گداز کا ایسا الاؤ ہے جہاں غرورِ عقل و خرد کی ساری زنجیریں سوز و محبت کی آنچ سے پگھلتی نظر آتی ہیں۔ اسی لئے جامعہ ازہر کے سابق عمید کلیۃ الآداب اور رابطۃ الآداب الحدیث کے صدر نشین استاذ عبدالمعتم خفاجی نے اپنے ایک مقالہ میں آپ کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے عربی اور فارسی زبان و ادب میں آپ کی مہارت کو یکساں تسلیم کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی شاعری کا بیشتر حصہ نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

”کان شاعراً محلقاً، ينظم الشعر بالاردية والفارسية والعربية، ببلاغة

وتميز والكثير من شعره في مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم و في التصوف“

(حازم محمد محفوظ، الكتاب التذکاري مولانا احمد رضا خان۔ ص: ۴۵ القاہرہ۔ ۱۹۹۹ء)

تعصب کی عینک اتار کر جس نے آپ کی شاعری اور صرف شاعری ہی نہیں بلکہ تمام علوم و فنون میں آپ کی نگارشات کا کھلے دل سے مطالعہ کیا ہے اس میں انہیں محاسن نظر آئے۔ یہی وجہ ہے کہ ارباب علم و دانش کا ایک طبقہ بڑی تیزی سے آپ کی علمی شخصیت اور علمی کمالات کی تحقیق اور ریسرچ کی جانب بڑھ رہا ہے۔ برصغیر کی مرکزی جامعات کے علاوہ اب دینی مدارس میں بھی آپ کی بعض کتب کو شامل نصاب کر لیا گیا ہے۔ یہ سن کر آپ کو مسرت ہوگی کہ حکومت اتر پردیش جس کے تحت ایک ہزار سے زائد دینی مدارس بلا اختلاف مسلک مربوط ہیں اس کے نصاب کی تجدید راقم السطور کے قلم سے ۲۰۰۱ء میں ہوئی۔ اس نصاب کی تجدید راقم نے دو ورکشاپ لکھنؤ اور دہلی کے ذریعہ کی جس میں ہر مکتبہ فکر کے علماء شریک ہوئے۔ اس ورکشاپ میں فاضل عربی ادب کے چھٹے پرچے ”اصناف ادب“ میں **قصیدہ تان رائعتان** کو بطور ٹیکسٹ شامل کیا گیا اور فاضل معقولات کے دوسرے پرچے ”طبیعات“ میں ”رد فلسفہ قدیم“ کے تحت امام غزالی کی **تہافت الفلاسفة** کے ساتھ امام احمد رضا کی **الکلمة الملہمة** کو بھی جگہ دی گئی ہے اور یہ سب کچھ راقم السطور کی کوششوں سے ممکن ہو سکا ہے۔ (فَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ)

(ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، نصاب تعلیم برائے درجات عالیہ اتر پردیش، عربی فارسی بورڈ، ص: ۱۶۳، ۱۸۳۔ دہلی ۲۰۰۱ء)

برصغیر میں جس طرح امام اہلسنت کی علمی و دینی خدمات کا اعتراف ہو رہا ہے اس سے اہل دانش و بینش بے جبر نہیں ہیں۔ خوش آئند بات یہ ہے کہ عرب جامعات میں بھی آپ کی عبقری شخصیت پر بحث و تحیث کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ ابھی ماضی قریب میں ہی عربی زبان و ادب کے ایک استاذ شیخ رزق مری ابو العباس جامعہ ازہر کی زیر نگرانی امام احمد رضا کے علمی کارناموں کے تعلق سے ایک مقالہ جمع ہوا ہے جس کا عنوان ہے: **الشیخ احمد رضا خان البریلوی۔ شاعراً عربیاً** (۱)۔ اس مقالہ میں مقالہ نگار نے اعتراف کیا ہے کہ عربی زبان و ادب میں نعتیہ شاعری جس شیریں لب و لہجہ اور پسندیدہ اسلوب میں مولانا احمد رضا خان نے لکھی ہے، دوسرے

(۱) یہ مقالہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب کے صاحبزادہ مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری نے لکھا تھا جس پر ان کو بعد ممتاز ایم۔ قیل کی سند عطا ہوئی۔ مؤسسۃ الشرف لاہور سے کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔ (وجاہت)

عجمی شعراء کے یہاں وہ مفقود ہے۔ اس مقالہ کے نگران استاذ شیخ مرسی نے بھی آپ کی شاعرانہ عظمت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”لب ولہجہ کی متانت، زبان و بیان کی چاشنی، جذبہ کی فراوانی، احساس کی ندرت سے ان کی شاعری پوری طرح مملو ہے انہوں نے اپنی شاعری میں ہمارے اجداد کے ورثہ کی بھرپور نمائندگی کی ہے اور قدیم شعراء کی روش سے سرمو انحراف نہیں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”انہ احمد رضا خان شاعر محیر، العقل مکتمل، والعاطفة جياشة،
والاحساس عين فوارة، ولسانه طيع، الفاظه تاتيه مستلحة غير
مستكرهة في اغلب الاحيان، متمسك غاية التمسك بتراث اجدادنا
العرب مقتف اثر من سلف من الشعراء“

(حازم محمد محفوظ، الكتاب التذكري امام احمد رضا. ص: ۶۱۔ القاہرہ، ۱۹۹۹ء)

پروفیسر محمد رجب بیومی جو مصر کے ادبی حلقوں کی مشہور شخصیت ہیں ان کی قلمی نگارشات اکثر جامعۃ الازہر کے ہفت روزہ میگزین ”صوت الازہر“ میں شائع ہوتی رہتی ہیں، منصورہ نامی شہر میں الازہر کی ایک برانچ کلیة اللغة العربية کے سابق ڈین بھی رہ چکے ہیں، انہوں نے جامعہ ازہر میں مولانا احمد رضا پر کئے جانے والے تحقیقی مقالہ کا مطالعہ کرنے کے بعد فرط مسرت سے فرمایا:

”اس (مقالہ نگار) نے اہل عرب کے ایسے ورثہ پر مطلع کیا ہے جسے وہ اس سے پہلے نہیں جانتے تھے۔“

(ماہنامہ معارف رضا کراچی۔ ص: ۱۰۔ جنوری ۲۰۰۱ء)

اسی طرح کئی ایک مصری ادباء اور ارباب علم و دانش نے مولانا احمد رضا خاں قادری کی عربی شاعری اور نعتیہ قصائد پر کتب و جرائد میں اپنے زریں خیال کا اظہار کیا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق آپ کے عربی اشعار متعدد کتابوں میں چار سو کی تعداد میں پائے جاتے ہیں جس کا بیشتر حصہ حمد خدا اور مدح رسول اللہ ﷺ پر مشتمل ہے۔

اس طرح امام اہلسنت کی عربی زبان و ادب میں خدمات پر جو دینی مدارس اور دنیا کی جامعات میں ریسرچ ہو رہی ہیں وہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے علمی کارنامے اس قابل ہیں

کہ پوری دنیا کے اربابِ خرد کے سامنے پیش کئے جائیں۔ ڈاکٹر محمود حسین صاحب صدر شعبہ عربی، بریلی کالج، روہیل کھنڈ یونیورسٹی کی یہ کاوش بھی اسی کا ایک حصہ ہے۔ یہ مقالہ ڈاکٹر موصوف نے مسلم یونیورسٹی میں ان دنوں تیار کر لیا تھا جب ہم بھی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ڈاکٹریٹ کر رہے تھے۔ موصوف نے اس موضوع کا انتخاب اس وقت کیا جب طلبہ ایسے موضوعات کی طرف بمشکل تمام رغبت کا اظہار کیا کرتے تھے۔ عربی زبان و ادب کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب نے ایک صدی کی بکھری ہوئی تاریخ کے بلبے سے امام اہلسنت کی عربی زبان و ادب کے حوالے سے مواد جس عرق ریزی اور حزم و احتیاط کے ساتھ جمع کئے ہیں وہ انہی کا حصہ ہے۔ اس عظیم اور بے مثال قلمی خدمت کے لئے پوری جماعت اہلسنت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی جس کا نصب العین ہی ہمہ دم مسلک اہلسنت کی ترویج اور امام اہلسنت کی شخصیت پر ہونے والے کاموں کی نشر و اشاعت اور ریسرچ اور تحقیق ہے۔ اس ادارہ نے اس کتاب کو شائع کرنے اور اسے عالم اسلام میں پھیلانے کا جو بیڑا اٹھایا ہے وہ کچھ کم اہمیت کا حامل نہیں۔ اس اہم کام پر ہم اس ادارہ کے اراکین و معاونین اور جملہ ممبران کو مبارکباد دیتے ہیں اور امام اہلسنت کے وہ جملہ معتقدین جو مسلک حق کی نشر و اشاعت کا دعویٰ کرتے ہیں ان سے درخواست کرتے ہیں کہ اشاعتی امور میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کی کارکردگی کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں۔

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضا، تم پہ کروڑوں درود

آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ

خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ و صحبہ و حزبہ اجمعین

غلام یحییٰ انجم

یکم رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

۱۶ اکتوبر ۲۰۰۴ء



مولانا احمد رضا خان کی عربی زبان و ادب میں خدمات۔ ایک جائزہ

(ز فلع: ڈاکٹر عبد النعیم عزیز، بریلی شریف

امام احمد رضا فاضل بریلوی (م ۱۹۲۱ء) کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آج نہ صرف عرب و عجم بلکہ یورپ و امریکہ کے دانش کدوں میں بھی ان کے نام اور علمی کارناموں کی دھوم ہے۔ امام احمد رضا نے ستر مجرد نقلی و عقلی علوم و فنون پر ہزار سے زائد کتب و رسائل تصنیف فرما کر دینی و دنیوی علوم و فنون کے جہان کو مالا مال اور نہال کر دیا ہے۔

امام احمد رضا جہاں ایک عظیم فقیہ و مفتی، محدث و مفسر تھے نیز عمرانی، معاشی، سائنسی اور ریاضیاتی علوم و فنون پر حاوی تھے، وہیں وہ اردو، فارسی اور عربی زبان و ادب پر بھی یکساں عبور رکھتے تھے۔ عربی زبان و ادب میں ان کی مہارت کا تو یہ عالم تھا کہ ان کی عربی تحریروں کو دیکھ کر اہل عرب کو یقین ہی نہیں آتا تھا کہ یہ کسی ہندی نژاد عالم یا ادیب کی تحریر ہے۔

آج امام احمد رضا کے دینی علوم کے ساتھ ساتھ ان کی عربی شاعری اور نثر نگاری کی طرف دنیا کی قدیم اور عظیم عربی یونیورسٹی جامعہ ازہر، مصر کے اساتذہ بھی متوجہ ہیں۔ کئی سال قبل الاستاذ حازم محمد احمد عبدالرحیم الحفوظ (بکلیۃ اللغات والترجمة، جامعة الازهر الشريف، القاہرہ، مصر) امام احمد رضا کے کئے سو (۱۰۰) عربی اشعار ان کی مختلف تصانیف سے یکجا کر کے عربی دیوان بنام ”بساتین الغفران“ مرتب کر چکے ہیں۔ اسی جامعہ کے ایک اور استاذ، امام کے دیوان ”حدائق بخشش“ کے اردو کلام کا منظوم عربی ترجمہ بھی کر رہے ہیں (۱)۔ ایک پاکستان اسکالر مولانا ممتاز احمد سدیدی (لاہور) جامعہ ازہر سے امام احمد رضا کے عربی شاعری پر بعنوان ”الشیخ احمد رضا خان البریلوی الہندی۔ شاعراً عربياً“ ایم۔ فل (M. Phil) کی

(۱) حدائق بخشش حصہ اول و دوم کا منشور ترجمہ دکتور حازم الحفوظ نے کیا اور اس کو نظم میں جامعہ ازہر کے نامور استاذ الاستاذ

الدکتور حسین مجیب مصری مرحوم نے کیا، جو مصر ہی سے ”صفوة المدح“ (۲۰۰۱ء) کے نام سے شائع ہوا۔ (دجاہت)

ڈگری بھی حاصل کر چکے ہیں۔ پاکستان کے ایک اور پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے امام احمد رضا کی عربی شاعری پر مقالہ بھی لکھا ہے۔ لیکن اگر تحقیق و تاریخ کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان حضرات سے قبل ”امام احمد رضا کی عربی زبان و ادب پر خدمات“ کا جائزہ بریلی ہی سے لیا گیا ہے اور بریلی کے وہ اسکالر ہیں ڈاکٹر محمود حسین صاحب، لکچرار شعبہ عربی، بریلی کالج، بریلی۔ آپ نے تقریباً ۱۲، ۱۳ سال قبل ”امام احمد رضا کی عربی شاعری“ پر ایک مبسوط و وسیع مقالہ لکھا جس میں امام احمد رضا کی عربی شاعری کا ادبی و فنی جائزہ بہت ہی ناقدانہ انداز میں لیا گیا ہے اور اس مقالہ سے بھی قبل آپ نے (ڈاکٹر محمود حسین صاحب نے) ۱۹۹۰ء میں دنیا کی مانی ہوئی یونیورسٹی علیگزہڈ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، سے ”امام احمد رضا کی عربی زبان و ادب میں خدمات“ پر وسیع مقالہ رقم فرما کر ایم فل (M.Phil) کی ڈگری حاصل کی۔

یہ الگ بات ہے کہ ڈاکٹر محمود حسین صاحب نے اس کی پبلی سٹی (تشہیر) نہیں کی اور کسی وجہ سے ان کا یہ خصوصی مقالہ منصفہ شہود پر نہ آسکا لیکن بقول امام احمد رضا

اے رضا ہر کام کا ایک وقت ہے : دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

اب کام کے منظر عام پر آنے کا وقت آ گیا اور یہ حقیقت اب عیاں ہو جائے گی کہ یونیورسٹی کی سطح پر امام کی عربی دانی پر تخصص و تحقیق کی اولیت کا سہرا ڈاکٹر محمود حسین صاحب ہی کے سر ہے۔

ڈاکٹر محمود حسین صاحب کا زیر نظر مقالہ ”مولانا احمد رضا خان کی عربی زبان و ادب میں خدمات“ (جو کتابی شکل میں زیر طبع ہے) کو مندرجہ ذیل ابواب میں تقسیم کیا ہے:

باب اول:	ہندوستان میں عربی زبان و ادب کا ارتقاء
باب دوم:	امام احمد رضا شخصیت کے آئینے میں۔
باب سوم:	امام احمد رضا۔ ان کے ہم عصر علماء
باب چہارم:	امام احمد رضا۔ علم و فن کی دنیا میں۔
باب پنجم:	امام احمد رضا۔ ہندوستان میں زبان و ادب کا عبقری

باب ششم: امام احمد رضا۔ تصنیفات و نوادرات کی روشنی میں۔

ابتداء ہی میں ہر باب کا مختصر تعارف بھی دے دیا گیا ہے۔ اس سے قاری کو پوری کتاب کے مطالعہ کی دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔

مقدمہ بہت زوردار ہے۔ ڈاکٹر محمود حسین صاحب نے حقائق و شواہد اور امام احمد رضا کے مخالفین و معاندین کے اعترافات نیز عالمی سطح پر ان پر تخصص و تحقیق کے انجام دیئے جانے والے امور کی روشنی میں امام کی عبقریت ثابت کر دی ہے اور اس طرح ان کے حاسدین و مخالفین کے بچھائے ہوئے کذب بیانی اور غلط فہمی کے دام خود بخود کٹ کر رہ جاتے ہیں۔

باب اول میں ہندوستان میں عربی زبان کے ارتقاء کا اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے جو بہت ہی جامع ہے۔ یہ جائزہ محمد بن قاسم کے فتح سندھ سے لے کر غزنوی عہد، غوری عہد، غلام خاندان، خلجی خاندان، خاندان تغلق کے سلاطین، سید ولودھی و سوری سلاطین۔ یہاں تک کہ مغلیہ عہد حکومت تک کا جامع جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد علاقہ روہیل کھنڈ، مراد آباد، امر وہہ، رام پور، بدایوں، بریلی وغیرہ کے ان علماء کی فہرست بھی دی ہے جو علوم دینیہ میں مہارت رکھنے کے باوصف عربی زبان و ادب پر بھی دسترس رکھتے تھے۔

اخیر میں یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ خانوادہ رضا سے عربی زبان و ادب کو بڑا فروغ

حاصل ہوا۔

بریلی کی مختصر تاریخ بھی بہت محققانہ ہے۔ مہا بھارت کے عہد میں پانچال سلطنت سے لے کر مسلم سلاطین، پھر روہیلہ سردار حافظ رحمت خاں شہید وغیرہ کے عہد کے بریلی کا اچھا جائزہ پیش کیا ہے۔

بریلی کوئی شکل میں بسانے کا کام ”بریلی دیو“، ”بانس دیو“ نے ہی کیا ہے اسی لئے پہلے اسے بانس بریلی کہا جاتا رہا اور اب بھی بہت سے لوگ اسے ”بانس بریلی“ ہی کہتے ہیں۔

باب دوم تا چہارم میں امام احمد رضا کے آباء و اجداد، حیات و شخصیت، علوم و فنون، علم و

فضل، اساتذہ، مشائخ، خلفاء، تلامذہ، اولاد اجداد وغیرہ کا اچھا تذکرہ پیش کیا گیا ہے۔
خاصے کا باب، باب پنجم ہے یعنی ”امام احمد رضا۔ ہندوستان میں عربی زبان و ادب کا
عبقری۔“

امام احمد رضا نے مختلف علوم و فنون پر زبان عربی میں جو کتابیں لکھی ہیں اور جن کی تعداد
ڈاکٹر صاحب نے ۲۹۱ بتائی ہے۔ ان کے علاوہ ان کے فتاویٰ اور دیگر کتب و رسائل میں بھی عربی
عبارات موجود ہیں۔ اگر ان سب کو بھی یکجا کر لیا جائے تو امام کی تصانیف کا ۱/۳ حصہ عربی پر ہی
مشتمل ہوگا۔ امام احمد رضا کے دیوان ”حدائق بخشش“ ہر سہ حصص کے علاوہ بھی ان کے عربی کلام
متعدد تصانیف میں بکھرے پڑے ہیں۔ اگر امام کی نثری تحریروں اور منظومات کو یکجا کر لیا جائے تو
کیت اور کیفیت کے اعتبار سے وہ دنیا کے مشاہیر عربی داں حضرات کے کارناموں سے کسی بھی
طور کم نہیں اتریں گے۔

اس باب میں ڈاکٹر محمود صاحب نے امام کی تصانیف بالخصوص ”الدولۃ المکیہ“ اور
”کفل الفقہ الفاہم“ وغیرہ کا بھی نثری جائزہ پیش کیا ہے۔ مکاتیب اور خطبات کے حوالے سے
بھی امام احمد رضا کی عربی نثر نگاری اور انشاء پر دازی کا جائزہ پیش کیا ہے۔

امام احمد رضا کی جن تصانیف سے ڈاکٹر صاحب موصوف نے عربی اشعار یکجا کئے
ہیں۔ ان کے حوالے بھی دیئے ہیں اور اس طرح امام کے تمد و سناجات، نعت و منقبت، تصانیف اور
تاریخ گوئی وغیرہ کا فاضلانہ ادبی و فنی جائزہ پیش کر کے امام کو عربی زبان و ادب کا عبقری ثابت کیا
ہے اور ان کے مقام و مرتبہ کا دیانت دارانہ محاکمہ کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے امام کے عربی اشعار کا اردو ترجمہ بھی بہت ادبی انداز میں
پیش کیا ہے۔ چند نمونے ملاحظہ کیجئے:

﴿ ۱ ﴾ رسول اللہ انت المستجارو
ولا أخشی الا عادی کیف جاروا
بفضلک ان تجی ان عن قریب
تمزق کیدہم والقوم باروا

ترجمہ: ”یا رسول اللہ! آپ آماجگاہ ہیں چنانچہ دشمنوں سے ذرہ برابر بھی خائف نہیں کہ وہ کس طرح ظلم و ستم کریں، مجھے آپ کے فضل و انعام سے توقع ہے، آکر جلد ہی دشمنوں کے مکر و فریب کے دام کو چاک فرمادیں گے اور دشمنوں کا گروہ تباہ ہو جائے گا۔“

﴿۲﴾ حکیم اجمل خاں کے والد ماجد حکیم محمود خاں کے انتقال پر درج ذیل اشعار کہے جو آج بھی پتھر پر کندہ ہیں جو حکیم صاحب کے سرہانے لگا ہوا ہے۔

بکت العيون اما ترید جموداً
ابکت شریفاً صادقاً محموداً
أسفت لفقدا لطب عصر قوامه
فاست وهل باساتحس فقيداً
املت علی مشواہ یوم معاده
قبر الذی فی الطبّ مات حمیداً

ترجمہ: ”آنکھوں نے آنسو بہائے۔ کیا آنکھوں نے اشک رواں سے بھڑنے کا ارادہ کر لیا ہے؟ کیا شریف، صادق اور محمود پر گریاں ہیں۔“

(حکیم محمود خاں کے جد امجد اور والد ماجد کے اسماء بالترتیب حکیم شریف خاں اور حکیم صادق علی خاں تھے، اس شعر میں تینوں کو بالترتیب لکھا گیا ہے۔)

آنکھیں غمگین ہیں، کیونکہ طب نے اپنے مایہ صحت کا سہارا کھو دیا ہے۔ آنکھوں سے اشک جاری ہیں۔ کیا ہم سے رحلت کر کے گم ہو جانے والے پر آنکھوں کو کسی عذاب کے خطرہ کا احساس ہے۔ حکیم کی رحلت کے وقت آنکھوں نے ان کی قبر پر برجستہ تحریر کرایا، یہ اس کی قبر ہے جس نے فن طب میں اعلیٰ زندگی بسر کی اور بعد رحلت قرار پایا۔“

باب ششم میں ڈاکٹر محمود حسین صاحب نے امام احمد رضا کی ۲۹۱ تصانیف کے اسماء ان کے تعارف کے ساتھ پیش کئے ہیں۔

زیر نظر مقالہ رضویات میں ایک اہم اضافہ ہے۔ مولائے کریم اسے شرف قبول عطا فرمائے

اور ڈاکٹر صاحب موصوف کو صحت و عافیت کے ساتھ عمر طویل۔ آمین!! بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

مقدمہ

ہندوستان میں عربی زبان کی نشر و اشاعت کا سلسلہ یہاں مسلمان فاتحین کی آمد ہی سے شروع ہو چکا تھا، ایسے ایسے جید علماء و دانشور پیدا ہوئے، جنہوں نے ایسی خدمات انجام دیں، جس کے سبب یہ اعتراف کیا جانے لگا کہ ”قرآن اتر عربوں میں پڑھا مصریوں نے، سمجھا ہندیوں نے“ اس مقولہ کی صداقت کہاں تک ہے، اس سلسلہ میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ اتنا مسلم ہے کہ لسان الفردوس عربی مبین میں نازل شدہ قرآن مقدس کی تشریح و توجیہ جتنی ہندوستان میں کی گئی شاید اور کہیں نہیں کی گئی۔

ہندوستان کے ہر عہد حکومت میں کچھ نہ کچھ ایسے علماء رہے، جن کی عبقریت و دانشوروں کے درمیان مسلم رہی۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی (م ۹۹۹ء) حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) علیہم الرحمۃ والرضوان۔ یہ وہ نابغہ روزگار شخصیات ہیں جن کی علمی خوبیوں اور کمالات کا خطبہ آج بھی پڑھا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ علماء فرنگی محل، علمائے بدایوں، علمائے خیر آباد، علمائے بلگرام اور علمائے بریلی نے عربی زبان و ادب اور دیگر علوم و فنون میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ بھی ہندوستان کی تاریخ میں ایک زریں باب کا درجہ رکھتی ہیں۔

جن ارباب علم و فضل نے عربی زبان و ادب کو بطور خاص اپنی دلچسپی کا میدان قرار دیا اور اپنی صلاحیتیں صرف کر کے افکار و خیالات کو حیطہ تحریر میں لائے ان کی بھی ایک لمبی فہرست ہے، جن میں بطور خاص حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) علامہ فضل حق خیر آبادی (م ۱۲۷۸ھ)، وصی احمد محدث سورتی (م ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء)، مولانا ارشاد حسین رامپوری (م ۱۳۱۱ھ)، مولانا عبدالحق رائے بریلوی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری (م ۱۳۰۴ھ) اور مولانا عبدالعزیز میمن وغیرہ کا نام نامی اسم گرامی لیا جاسکتا ہے۔

امام احمد رضا خان بریلوی چودھویں صدی ہجری کی وہ مسلم الثبوت، بے مثال شخصیت ہے، جس کی پوری صدی میں کوئی مثال زندگی کے کسی گوشہ اور شعبہ میں نہیں ملتی۔ عربی زبان و ادب کو ان کے زبان و قلم سے جو جلا ملی ہے اس سے کوئی فرد بشر انکار نہیں کر سکتا۔ ہندوستان کی تاریخ میں امام احمد رضا کے سوا ایسا کوئی شخص گویا نظر نہیں آتا جس کی نظر تمام علوم و فنون پر یکساں محیط ہو۔ مذکورۃ الصدر شخصیات کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ کسی نے حدیث کے ذریعہ عربی زبان و ادب کی خدمات کی، کسی نے سیاسی طور پر اسے استعمال کیا، کسی نے اس زبان کو سوانحی انداز میں پیش کیا، کسی نے اس صلاحیت کا اظہار شاعرانہ لب و لہجہ میں کیا اور کسی نے اسے تحقیق کا معیار بنجھا اور اس حیثیت سے یہ حضرات عربی زبان کے ماہرین میں سے تسلیم کیے گئے مگر اس کے برعکس جب ہم مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت کا جائزہ لیتے ہیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو بیک وقت ساٹھ علوم میں ان کی مہارت تسلیم کی جاتی ہے اور چھوٹی بڑی ہزار تصانیف میں عربی، فارسی اور اردو کے جامہ میں ان علوم سے متعلق افکار و خیالات ملبوس نظر آتے ہیں۔ قرآن فہمی، حدیث دانی، فقہی بصیرت، الغرض علوم نقلیہ میں مہارت تامہ حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ علم کیمیا، حیوانات، طبیعیات، ریاضی، ہیئت، نجوم، ارضیات، علم صوتیات، علم توحیت، علم طب، علم لادویہ، علم معاشیات، علم اقتصادیات، علم تجارت، علم شماریات، علم جغرافیہ، علم سیاسیات، علم معدنیات، علم اخلاقیات، علم بین الاقوامی امور، منطق، فلسفہ جیسے سائنس کے بیشتر علوم میں خواہ تجرباتی ہوں یا فکری ان کی صلاحیت مسلم ہے، جب کہ ان کی زندگی کا مقصد اصلاح عقائد فاسدہ اور فتویٰ نویسی کے علاوہ کچھ نہ تھا جس کا اعتراف خود انہوں نے اپنی زبان و قلم سے کیا ہے:

”فقیر کے یہاں علاوہ دیگر مشاغل کثیرہ دیدیہ کے کارفتویٰ اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے۔ بریلی شہر و دیگر بلاد و امصار جملہ رفقہاء ہندوستان، بنگال و پنجاب، ملیار، برما، ارکان چین و غزنی، امریکہ، افریقہ حتیٰ کہ سرکار حرمین محترمین سے استفتا آتے ہیں اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے ہیں۔“

عقیدت مندوں کی بھیڑ، دعا و تعویذ لینے والوں کا ہجوم، مسائل شرعیہ پوچھنے والوں کا جھگھٹ اس پر مستزاد تھا۔ اس سادہ زندگی گزارنے والے فقیر منشی نے تہا وہ سب کچھ کر کے دکھا دیا جسے کرنے کیلئے آج منظم اکیڈمیوں کی ضرورت ہے۔

امام احمد رضا علوم و فنون کے اعتبار سے کس بلندی پر فائز تھے۔ اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، اسی طرح ان کے کتنے مخالفین تھے اس کی بھی کوئی تعداد نہیں پیش کی جاسکتی حد تو یہ ہے کہ اکثر مورخین نے ان کی عبقری شخصیت کو نظر انداز کر دیا، ذاتی اور مسلکی اختلافات کے سلسلے جب دراز ہوتے ہیں تو بہت سارے حقائق بھی نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ مخالفین اپنی جگہ لیکن حقائق اور وہ بھی علمی و ادبی، دانشگاہ ہو ہی جاتے ہیں۔

امام احمد رضا کی عبقری شخصیت کو بعض مورخین نے ایسا توڑ مروڑ کر پیش کر دیا جس سے ان کی علمی جلالت و قدر کا اندازہ لگانا کسی قدر مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس مخالفت کے باوجود بعض ارباب علم و دانش ان کی صلاحیت کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔

☆..... مولانا ابوالاعلیٰ مودودی (بانی جماعت اسلامی)

☆..... مولانا عبدالحی رائے بریلوی

☆..... مولانا علی میاں ندوی

☆..... مولانا اشرف علی تھانوی

☆..... مولانا محمد الیاس (بانی تبلیغی جماعت)

☆..... حکیم محمد سعید دہلوی

☆..... مولانا ابوالکلام آزاد

☆..... مولانا شاہ معین الدین ندوی (ناظم دارالمصنفین اعظم گڑھ)

☆..... علامہ اقبال (شاعر مشرق)

☆..... آنراہیل لیفٹیننٹ کرنل ڈاکٹر ضیاء الدین، سابق وائس چانسلر، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ

☆..... پروفیسر حاکم علی

جیسے دانشوروں نے بھی ان کی صلاحیت و علمی خدمات کے اعتراف کے صلے میں کلمات تحسین سے نوازا ہے۔

امام احمد رضا کی یہ صلاحیت خداداد تھی۔ انہوں نے صرف اپنے والد ماجد مولانا تقی علی خاں (م ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ھ) کی آغوش تربیت میں کچھ کتابیں پڑھیں تھیں، اس کے علاوہ مرزا غلام قادر بیگ (م ۱۳۳۶ھ)، مولانا عبدالحئی رامپوری (م ۱۲۹۷ھ) اور مولانا ابوالحسین نوری مارہروی (م ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء) کی خدمت میں انہوں نے زانوئے تلمذتہ کیا تھا، یہی چند ان کے اساتذہ تھے جن کی تربیت نے انہیں اس طرح نکھار دیا کہ عرب و عجم کے علماء ان کے نور علم سے مستنیر ہونے لگے۔ عبقری ہو تو ایسا کہ عرب و عجم میں جس کے علم کا سکہ چلے، ہندوستان میں جن لوگوں نے آپ سے کسب فیض کیا ان میں مدارس کے اساتذہ سے لیکر یونیورسٹی کے ارباب علم و فضل تک شامل ہیں، ان کی فہرست تو پیش کرنی مشکل ہے، البتہ عرب و عجم کے جن علماء کو انہوں نے فیضیاب فرما کر اجازات سے نوازا ہے، ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

.....	شیخ صالح کمال مکی	م- ۱۲۲۵ھ/ ۱۹۰۶ء
.....	سید اسمعیل خلیل مکی	م- ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۱۹ء
.....	سید مصطفیٰ خلیل مکی	م- ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء
.....	شیخ احمد خضر اوی مکی،	م- ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۰۶ء
.....	شیخ عبدالقادر کردی مکی،	م- ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۲۷ء
.....	شیخ فرید مکی	م- ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۶ء
.....	مولانا حامد رضا خاں	م- ۱۳۶۲/ ۱۹۴۳ء
.....	مولانا سید عبدالسلام	م- ۱۳۹۳ھ/ ۱۹۴۴ء
.....	مولانا عبدالعلیم میرٹھی	م- ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۳ء
.....	سید دیدار علی الوری	م- ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء
.....	مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی	م- ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۸ء

..... مولانا محمد امجد علی اعظمی م-۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء

..... مولانا سید سلیمان اشرف بہاری م-۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء وغیرہ۔

رشد و ہدایت کی مشغولیت بھی اپنی جگہ مسلم تھی۔ اسلام کی نشر و اشاعت زبان و قلم سے ہی زندگی کا صحیح نظر تھا، سیکڑوں لوگوں نے اسلام قبول کیا اور ہزاروں بھٹکے ہوئے لوگوں کو اسلام کی راہ صداقت پر لاکھڑا کیا۔ آپ متعدد سلاسل میں مرید بھی کرتے اور سند خلافت بھی عطا کرتے، اور یہ دولت بے بہا آپ کو ہندوستان کی عظیم خانقاہ مارہرہ مطہرہ کی سرزمین سے حضرت مولانا سید الی رسول احمدی اور حضرت مولانا ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہما کی درگاہ سے حاصل ہوئی تھی۔ یہ ان کے مرشد اعلیٰ کا کرم ہے کہ انہوں نے کئی لاکھ لوگوں کو سلسلہ قادریہ میں شامل کیا اور عرب و عجم کے متعدد جید علماء کو اپنے ہاتھ سے تحریر کر کے سند خلافت مرحمت فرمائی، ان کی فہرست اپنے مقام پر پیش کی جائے گی۔

امام احمد رضا کے علم و فن پر دبیز پردہ ڈالنے کی مخالفین نے حد درجہ کوشش کی مگر انہیں اپنی منہ کی کھانی پڑی، اس میں وہ ناکام ہی رہے۔ علم و فضل کے آفتاب کی تابانیوں کو کوئی روک نہ سکا جو کھلے ذہن و دماغ کے لوگ تھے ان کے علم و فضل کی کرنوں نے ان کے اذہان و قلوب کو منور کر ہی ڈالا جو لوگ مولانا احمد رضا کے نور علم سے مستنیر ہوئے اور اپنی کتب و رسائل کی روشنی میں ان کی شخصیت کو پڑسا اور سمجھا اور اس افہام و تفہیم میں اپنی زندگی کا ہر لمحہ وقف کر دیا۔ ایسے لوگوں کی بھی ایک لمبی فہرست ہے جس میں عرب و عجم کے علماء یکساں طور پر شامل ہیں، کچھ تو امام احمد رضا ہی کی شخصیت کو مقصود زندگی سمجھ کر پڑھتے پڑھاتے ہیں ایسے لوگوں نے جو کچھ ان کی شخصیت کو سمجھا ہے اس کو انہوں نے اپنے افکار و خیالات کا درجہ دیکر قرطاس کی زینت بنایا ہے اور بڑی اہم مسبوط کتابیں لکھ کر رضا شناسی کا حق ادا کیا۔ مولانا ظفر الدین بہاری کی حیات اعلیٰ حضرت، مولانا بدرالدین کی سوانح اعلیٰ حضرت اور پروفیسر محمد مسعود احمد کی حیات مولانا احمد رضا خاں کے علاوہ ماہنامہ قاری، دہلی ۱۹۸۹ء؛ المیزان، بمبئی ۱۹۷۶ء؛ حجاز جدید، دہلی ۱۹۸۹ء؛ ماہنامہ اشرفیہ،

مبارکپور کے امام احمد رضا کے حوالے سے خصوصی شماروں کے علاوہ انوارِ رضا پاکستان ۱۹۷۷ء، معارفِ رضا، کراچی، پاکستان (۱۹۸۱ء تا حال) کے سالنامے امام احمد رضا کی حیات و خدمات پر مشتمل وہ دستاویزات ہیں جن کی اہمیت اصحابِ علم و فن میں مسلم ہے۔ اس کے علاوہ اس پر ایک اندازہ کے مطابق ۵۰۰ کتابیں ہیں جس میں مصنفین نے امام احمد رضا کے مختلف گوشوں پر خامہ فرسائی کی ہے۔ مجلات و رسائل کے چھوٹے چھوٹے خصوصی شمارے اس پر مستزاد ہیں۔ رضا شناسی کا یہ سلسلہ ادھر کچھ سالوں سے عالمی پیمانے پر ہونا شروع ہو گیا ہے، امریکہ، ہالینڈ، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، انگلینڈ وغیرہ جیسے اہم ملکوں میں ان پر کام کیا جا رہا ہے اور ان سے متعلق اکیڈمیاں اور ریسرچ سینٹرز معرضِ وجود میں آچکے ہیں۔ ہندو پاک میں پچھلے چند سالوں میں بہت کچھ لوگوں نے خامہ فرسائی کی ہے لیکن امام احمد رضا کی عالمگیر شخصیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ابھی بہت کچھ لکھنے کی ضرورت ہے۔ رضا شناسی کا یہ سلسلہ اپنی آب و تاب کے ساتھ جاری ہے، مدارس کی دنیا سے ہٹ کر ملک کی نامور یونیورسٹیوں اور کالجوں میں ان کی شخصیت کو سمجھنے اور پرکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ سلسلہ عرصہ سے جاری ہے، کچھ لوگوں نے تو ان کی زندگی کے بعض گوشوں کو عنوانِ تحقیقی کے طور پر منتخب کیا اور شبانہ روز جدوجہد کر کے اپنے محققانہ افکار کو کتابی شکل دے سکے جس کے اعتراف میں انہیں یونیورسٹی نے ڈاکٹر آف فلاسفی کی سند عطا کی، ایسے لوگوں میں سے ڈاکٹر حسن رضا خان اعظمی کا نام نامی اولیت کا حامل ہے۔ موصوف نے فاضل بریلوی کی فقہی بصیرت پر اپنا تحقیقی و علمی مقالہ ۱۹۷۹ء میں پٹنہ یونیورسٹی میں پیش کیا تھا جس پر ڈاکٹر صاحب کو پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی گئی۔ یہ مقالہ ۱۹۸۱ء میں اسلامک سبلیکیشن سینٹر پٹنہ نے شائع کیا۔ اس کے علاوہ بہت سے علم و فن کے رسیا ابھی امام احمد رضا کی تحقیق و جستجو میں لگے ہوئے ہیں ایسے لوگوں میں یونیورسٹیوں کے ریسرچ اسکالر کے علاوہ پروفیسران بھی شامل ہیں، میری معلومات کے مطابق اس وقت جہاں جہاں ان کی شخصیت پر تحقیقی کام ہو چکا ہے اس کی قدرے تفصیل اس طرح ہے:

مولانا احمد رضا خان کی عربی زبان و ادب میں خدمات

نمبر	نام اسکالر	عنوان	نگران	یونیورسٹی	تاریخ منظوری
1	ڈاکٹر حسن رضا خاں	فقیر اسلام	ڈاکٹر اطہر شیر	پٹنہ یونیورسٹی، انڈیا	1979ء
2	ڈاکٹر مسز اوشیا سانیاں	Devotional Islam and Politics in British India (Ahmad Raza Khan Bareilvi and his Movement 1870-1920)		کولمبیا یونیورسٹی، نیویارک	1990ء
3	ڈاکٹر سید جمیل الدین (جمیل راٹھوی)	اعلیٰ حضرت محمد امام احمد رضا خاں اور ان کی نعت گوئی		ڈاکٹر ہری سنگھ کورویٹا یونیورسٹی ساگر، ایم۔ پی۔ انڈیا	27-3-1992
4	ڈاکٹر محمد امام الدین (جوہر شفیق آبادی)	حضرت رضا بریلوی بحیثیت شاعر نعت	ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی	بہار یونیورسٹی، مظفر پور، انڈیا	31-12-1992
5	ڈاکٹر طیب علی رضا انصاری	امام احمد رضا خاں..... حیات و کارنامے	ڈاکٹر قمر جہاں	ہندو یونیورسٹی، بنارس، انڈیا	1993ء
6	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	کنز الایمان اور دیگر معروف اردو تراجم کا تقابلی جائزہ	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	جامعہ کراچی، پاکستان	6-11-1993
7	پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبدالباری صدیقی	امام احمد رضا بریلوی کے حالات، افکار اور اصلاحی کارنامے (سندھی)	پروفیسر ڈاکٹر مدد علی قادری	سندھ یونیورسٹی، جامشورو، پاکستان۔	1993ء
8	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی	اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی	پروفیسر زیڈ۔ ایچ۔ وسیم	روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا	1994ء
9	ڈاکٹر سراج احمد بستوی	مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی نعتیہ شاعری	پروفیسر سید ابو الحسنات حقی	کانپور یونیورسٹی، انڈیا	10-3-1995

8-12-1998	دیر کنور سنگھ یونیورسٹی، آرہ، بہار، انڈیا	پروفیسر ڈاکٹر طلحہ برق رضوی	امام احمد رضا کی فکری تفہیمیں	مولانا ڈاکٹر امجد رضا قادری	10
1998ء	سندھ یونیورسٹی، جامشورو، پاکستان	پروفیسر ڈاکٹر ایس۔ ایم سعید	مولانا احمد رضا بریلوی کی فقہی خدمات	پروفیسر ڈاکٹر محمد انور خاں	11
26-8-2003	روہیل کھنڈ، بریلی، انڈیا	ڈاکٹر محمد سیادت نقوی	روہیل کھنڈ کے نثری ارتقا میں مولانا امام احمد رضا خاں کا حصہ	ڈاکٹر رضا الرحمن عاکف سنبھلی	12
2002ء	میسور یونیورسٹی، انڈیا	ڈاکٹر جہاں آرا بیگم	امام احمد رضا کا تصور عشق	مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری	13
11-03-2003	راپٹی یونیورسٹی، بہار، انڈیا	پروفیسر منظر حسین	امام احمد رضا کی انشاء پردازی	ڈاکٹر غلام غوث قادری	14
25-4-2004	جامعہ کراچی، پاکستان	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کا تاریخی اور ادبی جائزہ	مسز ڈاکٹر تنظیم الفردوس	15
15-4-2004	پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان	ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	الشیخ احمد رضا ساعراً عربیاً مع تدوین دیوانہ العربی	ڈاکٹر سید شاہد علی نورانی	16
20-12-2004	بی۔ آر۔ امبیڈکھر، بہار یونیورسٹی، منظرف پور، انڈیا	ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی	امام احمد رضا اور ان کے مکتوبات	مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی	17

(معارف رضا سالنامہ ۲۰۰۵ء)

مولانا احمد رضا خان کی عربی زبان و ادب میں خدمات

مسلم یونیورسٹی علیگزہ علم و تحقیق کا گہوارہ رہی ہے۔ یہاں علوم و فنون کی مختلف اصناف سخن پر تحقیقی مقالے سپرد قلم ہوتے رہے، ساتھ ہی ساتھ اہم علمی و ادبی شخصیتوں پر بھی ریسرچ کا کام کرایا جاتا رہا ہے۔

عربی زبان و ادب اور اسلامیات کے دائرے میں اس بات کا بھی یہاں لحاظ پایا جاتا ہے کہ جہاں اسلامی دنیا کی معروف شخصیتوں کو زیر بحث لایا گیا، وہاں ہندی نژاد علماء اور ان کی علمی و ادبی کاوشوں کو خصوصیت سے اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بعض ہندی نژاد شخصیتیں جو اپنا عالمی مقام و مرتبہ بھی رکھتی ہیں، ہنوز تحقیق کی سطح پر متعارف نہیں کرائی جاسکی ہیں، تحقیق کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اسلامی علوم و فنون کے ضمن میں ہندوستان اور ہندوستانی علماء و فضلاء کی زندگی اور علمی کارناموں کا جائزہ ایک مرکزیت اختیار کر لیتا ہے۔ خصوصیت سے عربی زبان و ادب میں سبک ہندی کی معنویت سے کون انکار کر سکتا ہے۔

مذکورہ مرکزیت اور معنویت کا لحاظ کرتے ہوئے کسی نابغہ روزگار ہندی عالم کے حیات اور علمی کارناموں کو تحقیق کی سطح پر اجاگر کرنے کی سعی یقیناً کارآمد چیز سمجھی جائے گی۔

یہ میرے لئے بڑے فخر و انبساط کی بات ہے کہ مجھے شعبہ عربی کی طرف سے مولانا احمد رضا کی شخصیت کے اس پہلو پر کام کرنے کی ذمہ داری سپرد کی گئی جس میں عربی زبان و ادب کا حصہ شامل ہے میں اس مقصد میں کس طرح کامیاب ہو سکا اور کن کن حضرات کی کاوشیں میری حوصلہ افزائی کرتی رہیں، اس کا ذکر یہاں مناسب نہیں، مختصر یہ کہ

۲۳ فروری ۱۹۸۸ء کو **Contribution of Rohlikhand to Arabic**

Language & Literature کے تحقیقی موضوع پر پی. ایچ. ڈی میں داخلہ ہوا، جبکہ ماسٹر

آف فلاسفی کے لئے **Maulana Ahmad Raza Khan's Contribution to**

Arabic Language and Literature کا موضوع طے پایا جس کی نگرانی کے لئے

استاد محترم ڈاکٹر عبدالباری صاحب کو میرے لئے منتخب کیا گیا۔ یہ مسلم ہے کہ استاد محترم

ملک کے دوسرے دانشوروں کی طرح امام احمد رضا خاں کی علمی جلالت کے معترف و مداح ہیں اور ان کی یہی وہ علم دوستی ہے کہ میں مختصر سی مدت میں یہ مقالہ موصوف کی زیر نگرانی کے باعث پیش کرنے کے قابل ہو سکا۔ اگر محترم نگراں اعلیٰ کی بھرپور توجہ اور پدرانہ شفقتیں مجھے حاصل نہ ہوتیں تو شاید اس اعزاز سے میں ابھی محروم رہتا۔

میں نے اس مقالہ کے سپرد قلم کرنے میں کتنی محنت کی اور کس کس طرح لوگوں سے ملاقاتیں کر کے امام احمد رضا سے متعلق اہم دستاویزات حاصل کرنے کی جدوجہد کی ہے، وہ قارئین سے مخفی نہ رہے گا، چونکہ امام احمد رضا کی شخصیت پر اس موضوع سے متعلق یہ پہلا مقالہ ہے اور ہر نئی چیز کو معرض وجود میں لانے کے لئے جس قدر دقتیں اور پریشانیاں ہوتی ہیں اسے وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو تحقیق جیسے خارزار اور دشوار مراحل سے گزرے ہوں۔ میں اپنی اس تحقیق میں کہاں تک کامیاب ہوں اس کا فیصلہ تو قارئین کے ذمہ ہے۔ اتنا ضرور ہے تمتع زہر خوشہ یافتن کے مصداق علمی شخصیات سے ملاقاتیں بھی کی ہیں اور علمی مقامات کا سفر بھی کیا ہے اور ذاتی و پبلک لائبریریوں کے علاوہ علیگزہ مسلم یونیورسٹی اور دیگر مقامات کی درج ذیل لائبریریوں سے بھی استفادہ کیا ہے، مختصر یہ کہ

سنوار آئے ہیں زلفِ آدمیت
جہاں تک ہاتھ پہنچے ہیں ہمارے

- ۱- مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی علیگزہ
- ۲- رضالائبریری راجپور
- ۳- روہیل کھنڈ لائبریری بریلی
- ۴- ہمدرد لائبریری دہلی
- ۵- عربی اسلامک اسٹڈیز لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علیگزہ

- ۶- کتب خانہ رضویہ بریلی
- ۷- کتب خانہ مولانا توفیق رضا خاں بریلی
- ۸- کتب خانہ مولانا خالد رضا خاں بریلی
- ۹- کتب خانہ مولانا تحسین رضا خاں بریلی
- ۱۰- کتب خانہ مولانا سبحان رضا خاں بریلی
- ۱۱- کتب خانہ مولانا بہاء المصطفیٰ نومحلمہ بریلی
- ۱۲- کتب خانہ مولانا نور علی صاحب بریلی
- ۱۳- کتب خانہ اشرفیہ مبارکپور
- ۱۴- کتب خانہ قادریہ بدایوں

ہم نے اس مقالے کو متعدد ابواب و فصول میں تقسیم کیا ہے تاکہ دیگر آسانیوں کے علاوہ بھی سہولت فراہم ہو سکے کہ عربی زبان و ادب صرف نثر نگاری اور شاعری ہی کا نام نہیں بلکہ اس سے متعلق جتنے علوم و فنون ہیں جیسے علم لغت، علم عروض، علم قوافی، علم فصاحت و بلاغت، علم معانی و بیان، علم نحو و صرف وغیرہ سب اس زبان میں شامل ہیں، اسی کے تقریب فہم کے لئے یہ شکل اختیار کرنی پڑی۔ اس مقالے میں کل چھ ابواب ہیں جس کے ضمن میں متعدد بحثیں ہیں۔



﴿باب اول﴾

ہندوستان میں عربی زبان و ادب کا ارتقاء

اس باب میں ہندوستان کے مختلف ادوار مثلاً ”غزنوی عہد، غوری عہد، غلام خاندان، خلجی سلاطین، تغلق سلاطین، لودھی سلاطین، سوری سلاطین میں عربی زبان و ادب

کے فروغ اور ہندوستان میں مدارس کے اندر عربی زبان میں نشر و اشاعت سے متعلق مختلف زاویے سے بحث کی گئی ہے اور آخر میں مغلیہ سلطنت میں عربی زبان و ادب سے متعلق تفصیلی بحث کی ہے، پھر امام احمد رضا خاں کے آباؤ اجداد کی خدمات پر مختصر روشنی ڈالی گئی ہے۔

﴿ باب دوم ﴾

امام احمد رضا..... شخصیت کے آئینے میں

اس باب میں مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت کے تقریب فہم کے لئے پہلے تو بریلی کا پس منظر بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی اس بحث کو موکد کرنے کیلئے بریلی کا نقشہ پیش کر کے ان کے اس وطن مالوف کی نشاندہی کی گئی ہے جہاں انہوں نے جنم لیا اور علوم و فنون کی نشر و اشاعت کر کے اپنی عبقریت تسلیم کرائی۔ اس بحث میں ان کے آباؤ اجداد کا بھی ذکر ہے، جن میں بعض کے حالات ضرورہً تفصیل کے ساتھ دیئے گئے ہیں تاکہ اس پس منظر میں ان کی خاندانی نجابت و شرافت کا اندازہ لگایا جاسکے۔ اس کے بعد مولانا احمد رضا کے بچپن سے لیکر وفات تک کے حالات کا ذکر ذیلی عنوان کے تحت کیا گیا ہے جیسے عہد طفلی، حلیہ، لباس، غذا، اہل دول سے اجتناب وغیرہ۔

ایسا صرف اس لئے کیا گیا تاکہ قارئین کو ان سے متعلق کسی بات کا پتہ لگانے میں دشواری نہ ہو۔ آپ کی سوانح حیات کے ضمن میں آپ کے صاحبزادگان، اساتذہ، مشائخ کرام، خلفاء اور عرب و عجم کے ان نادر روزگار ماہرین علوم و فنون کا بھی ذکر تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے، جنہوں نے آپ کی صلاحیت کے اعتراف میں اجازات سے نوازا ہے۔ اس باب میں ان روحانی پیشواؤں کا بھی ذکر ہے جنہوں نے راہ سلوک میں آپ کی رہنمائی فرمائی اور خلافت جیسی عظیم دولت سے آپ کو مالا مال کیا اور ساتھ ہی ان تمام سلاسل کی

فہرست بھی دی گئی ہے جن میں آپ کو اجازت و خلافت حاصل تھی اور آخر میں ان اسناد کی نقول بھی شامل ہیں۔

﴿باب سوم﴾

امام احمد رضا اور ان کے معاصر علماء

ان علماء پر مشتمل ہے جن کا شمار امام احمد رضا کے معاصرین میں ہوتا ہے جس زمانہ میں مولانا احمد رضا خاں علوم و فنون کی نشر و اشاعت میں سرگرم عمل تھے اسی دور میں بعض ایسی دوسری شخصیتیں بھی تھیں جن کا علمی فیضان بحرِ خار کی طرح موجیں مار رہا تھا، ان کی حیثیت بھی ارباب علم و دانش کی نظر میں مسلم الثبوت تھی لیکن امام احمد رضا اپنے علمی کمالات کے سبب مرجعِ خلائق بنے اور ان معاصرین نے بھی آپ کی علمی عبقریت تسلیم کی۔ یہ ایک بڑی دلچسپ بحث ہے جسے آپ اسی باب میں ملاحظہ کریں گے۔ اس بحث میں ان علماء کا بھی تفصیلی بیان موجود ہے جن کے درمیان امام احمد رضا نے اپنے علم و فن کے جوہر دکھائے اور معاصرین پر سبقت حاصل کی۔ معاصرین کے ذکر میں ان کی علمی خوبیوں پر بھرپور بحث ہے جس سے ان کی علمی شخصیت کی نشاندہی کی جاسکتی ہے۔

﴿باب چہارم﴾

امام احمد رضا..... علم و فن کی دنیا میں

امام احمد رضا علوم و فنون کے پیکر تھے۔ عقلی و نقلی تمام علوم میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ یہ ایک بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ ایک شخص کے اندر خداوند کریم نے وہ تمام صلاحیتیں یکجا کر دی تھیں، جو دوسروں کے اندر انفرادی طور پر پائی جاتی ہیں، اس کی روشنی میں بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام احمد رضا ان علوم و فنون کے بحرِ ناپیدا کنار تھے۔ آپ کے ان علمی کارناموں کا جائزہ لینے کے لئے باب چہارم منتخب کیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ ان کی علمی خوبیوں کے اجمالی تذکرہ کے لئے بھی اس مقالہ کے مختصر صفحات متحمل نہیں۔ سردست ان مشہور علوم کی نشاندہی کی جائے گی جن کے باعث ارباب علم و فن نے انہیں امام تسلیم کیا ہے۔

علوم نقلیہ میں متعدد موضوعات شامل ہیں۔ ہر ایک کا تفصیلی ذکر نظر انداز کر کے صرف تفسیر، حدیث، فقہ اور فقہ سے بحث کی گئی ہے جن پر شریعت مطہرہ کی بنیاد ہے، اسی ضمن میں ان کی ان تصانیف کا بھی سرسری جائزہ لیا گیا ہے جن کا تعلق مذکورہ علوم سے ہے۔ علوم عقلیہ میں امام احمد رضا کو کتنی مہارت تھی، اس پر تفصیلی بحث آپ اپنے مقام پر دیکھیں گے۔ ریاضی تاریخ گوئی، علم جفر، علم ہیئت، علم توحیت، علم تفسیر ایسے مباحث ہیں جن کی طرف ہر کس و ناکس توجہ نہیں کر سکتا۔ یہ بذات خود مستقل موضوعات ہیں جن کے ماہرین نے انہیں فنون میں زندگی بسر کر دی ہے۔

امام احمد رضا کی وہ واحد شخصیت ہے جس نے ایک طرف حدیث و قرآن کا درس دیا تو دوسری طرف فلکیات جیسے مشکل علوم کو اپنی فکری جولانگاہ بنایا اور وہ نادر خیالات پیش کئے جن سے اس فن کے ماہرین بھی انگشت بندھا رہ گئے۔ اس باب میں ان کے ان تمام سائنسی علوم کا ذکر اجمالاً اور مذکورۃ البدر علوم پر خصوصی بحث کی گئی ہے اور اس سے متعلق ثبوت کے طور پر ان کی تصانیف کا ذکر بھی کیا گیا ہے، تاکہ قارئین اپنی علمی تشنگی دور کر سکیں۔

﴿باب پنجم﴾

امام احمد رضا - ہندوستان میں عربی زبان و ادب کا عبقری
آپ ایک بہترین ادیب تھے، آپ کی عربی زبان و ادب میں مہارت اور
برجستگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جن علماء عرب نے آپ سے کسی مسئلے پر

استفسار کیا تو آپ نے فی الفور عربی زبان میں اس مسئلے کے جواب میں عربی زبان و ادب کے اندر جو اپنی عدیم المثال رائے پیش کی اس کی ایک تاریخی حیثیت ہے۔ آج وہ جوابات الدولة المکیة بالمادة الغیبیة (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) و کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدرہم (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) کی تصانیف کی صورت میں عربی زبان و ادب کا ایسا شہ پارہ ہے جو ارباب علم و دانش پر مخفی نہیں۔ ان دونوں کتابوں کے علاوہ بہت سے ایسے مسائل ہیں جس کا سلیس عربی زبان میں جواب دیا ہے، ان جوابات سے اگر آپ کی فقہی بصیرت مترشح ہے تو دوسری طرف عربی زبان و ادب میں مہارت کی بین دلیل ہے اس باب میں موصوف کی اسی صلاحیت پر گفتگو کی گئی ہے۔ اس بحث میں اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ آپ کی عربی زبان میں برجستگی کا عالم یہ تھا کہ بہت ہی زود نویس چار آدمی نقل کرنے بیٹھتے اور امام احمد رضا ایک ایک ورق تصنیف فرما کر نقل کرنے کو مرحمت فرماتے، یہ چاروں نقل نہ کر پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا۔

امام احمد رضا کو عربی زبان و ادب میں مہارت صرف نثر نگاری کی حد تک نہ تھی بلکہ اسی زبان کے ایک زبردست قادر الکلام شاعر بھی تھے اور جس برجستگی کے ساتھ آپ نے فارسی اور اردو میں شاعری کی ہے، وہی برجستگی ان کی عربی شاعری میں بھی پائی جاتی ہے، تشبیہات کا استعمال، محاورات، استعارات کی بندش نظم کلام میں جس حسن و خوبصورتی کے ساتھ آپ نے کی اس کی مثال عرب شعراء کے یہاں بھی مشکل سے ملتی ہے۔

امام احمد رضا نے شاعری کے ان تمام اصناف سخن پر طبع آزمائی کی ہے جس پر اس زمانے کے شعراء اپنی اپنی صلاحیتیں صرف کرتے رہے۔ حمد ہو یا نعت، قصیدہ ہو یا مرثیہ، غزل ہو یا رباعی اور قطعات جیسے اصناف پر ان کی شاعری کا بیشتر حصہ شامل ہے، اس باب میں نمونہ کے طور پر مختلف اصناف سخن سے مستقل اشعار درج کر دیئے گئے ہیں۔

امام احمد رضا کے یہاں آورد نہیں بلکہ آمد تھی۔ ایک ایک نشست میں سیکڑوں اشعار کہہ دینا ان کے نزدیک معمولی بات تھی۔

امام احمد رضا کے اس پہلو پر ہندو پاک کے دانشوروں نے ضرور قلم اٹھایا مگر سیر حاصل بحث نہیں کی۔ راقم السطور نے اس باب کے ضمن میں قارئین کی تشنگی کو دور کرنے کی کوشش کی ہے اور حوالوں کی مدد سے اس باب کو مؤکد کر کے اس کی اہمیت کی بھی نشاندہی کی ہے۔

امام احمد رضا کی شاعری کا احاطہ تو ناممکن سی بات ہے اس لئے کہ ان کا تمام قلمی سرمایہ ایک جگہ محفوظ نہیں، تلاش بسیار کے بعد ان کے جن عربی اشعار تک رسائی ہو سکی ہے ان کی تعداد ۱۱۴۸ ہے، جبکہ کتب سوانح میں مزید اشعار سے متعلق حوالے ملتے ہیں۔

﴿ باب ششم ﴾

امام احمد رضا - تصنیفات و نوادرات کی روشنی میں

مولانا احمد رضا خان کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ ان کی مجموعی کتب کی تعداد ۷۲ علوم و فنون پر مشتمل ایک ہزار سے زائد کی نشاندہی ملتی ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، سکھر) نے اعلیٰ حضرت کی ۸۴۴ تصانیف کی ایک نامکمل فہرست کا اپنی گر انقدر تصنیف ”حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی“ میں حوالہ دیا ہے، اس کے بعد مولانا عبدالمبین، مدیر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ، نے مزید جستجو کے بعد اس فہرست میں اور اضافہ کیا ہے اور اپنی فہرست ”المصنفات الرضویہ“ میں ۸۵۰ چھوٹی بڑی کتابوں کی فہرست درج کی ہے۔ موصوف کی یہ فہرست اب بھی غیر مکمل ہے۔ راقم اپنی تحقیق کے دوران جب باب ششم کی ترتیب دے رہا تھا تو اس سلسلہ میں تلاش و جستجو کے بعد جو کامیابی ملی وہ یقیناً حوصلہ افزا ہے۔ شبانہ روز کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً ۲۵/۱۵۱ کتابوں تک میری رسائی ہو سکی جن کا کسی سوانح یا کسی فہرست کتب میں اندارج نہیں، ایسی کتابوں تک میری رسائی کیونکر ہو سکی اس کی ایک لمبی داستان ہے جس کے بیان کی یہاں چنداں ضرورت نہیں۔ اگر اس پر مزید محنت صرف کی جائے تو اعلیٰ حضرت کی ان تصانیف کو

بھی کھوج کر نکالا جاسکتا ہے، جو ابھی اہل علم کی نگاہوں سے اوجھل ہیں اور زمانہ کے دست برد سے محفوظ ہو کر ان لوگوں کی لائبریریوں کی زینت بنی ہوئی ہیں، جنہیں علم سے کم کتاب سے زیادہ محبت ہے۔ ریسرچ کے دوران آپکی تصانیف سے متعلق میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

امام احمد رضا کی تمام کتابیں تو زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں، جتنی طبع ہوئی ہیں ان کی بھی ایک خاصی تعداد ہے۔ ان کی غیر مطبوعہ کتابیں عرب و عجم کے متعدد علماء کرام کی لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔ اس کے علاوہ ہندو پاک کے درج ذیل کتب خانوں میں فاضل بریلوی کی تصانیف پائی جاتی ہیں:

- (۱) ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (انٹرنیشنل) کراچی
- (۲) مرکزی مجلس رضا لاہور
- (۳) کتب خانہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود کراچی
- (۴) کتب خانہ قاری و جاہت رسول قادری کراچی
- (۵) کتب خانہ مجید اللہ قادری کراچی
- (۶) کتب خانہ تقدس علی خاں پیر جو گوٹھ، سکھر (پاکستان)
- (۷) کتب خانہ نومحکمہ مسجد بریلی شریف
- (۸) کتب خانہ بہاء المصطفیٰ صاحب بریلی شریف
- (۹) کتب خانہ انور علی صاحب بریلی شریف
- (۱۰) کتب خانہ مولانا مناظر حسین سنبھل
- (۱۱) کتب خانہ ذوالفقار علی خاں بریلی شریف
- (۱۲) کتب خانہ عبدالنعیم عزیز بریلی شریف
- (۱۳) کتب خانہ مولانا اختر رضا خاں بریلی شریف
- (۱۴) کتب خانہ مولانا توصیف رضا خاں بریلی شریف

- (۱۵) کتب خانہ مولانا سبحان رضا خاں بریلی شریف
- (۱۶) کتب خانہ مولانا خالد علی خاں بریلی شریف
- (۱۷) کتب خانہ مرزا عبدالوحید بیگ بریلی شریف
- (۱۸) کتب خانہ قادر یہ بدایوں
- (۱۹) کتب خانہ جہانگیر علی خاں بدایوں
- (۲۰) مجمع الاسلامی مبارکپور اعظم گڑھ

اس مقالے کی تیاری کے دوران ایک تکلیف دہ امر یہ دیکھنے میں آیا کہ امام احمد رضا کے بعض مسودات کی دریافت پر پتہ چلا کہ اس کے کچھ اوراق اور حصے ایک صاحب کے پاس ہیں تو بقیہ دوسرے صاحب کے پاس، ان سب کو یکجا کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے بعض حواشی چند اوراق پر ملتے ہیں اور بعض کثیر اوراق پر، اس سے یہ غلط اندازہ نہ لگایا جائے کہ فاضل بریلوی نے صرف چند اوراق پر حاشیہ لکھا جیسا کہ بعض حضرات نے اس قسم کے خیالات پیش کئے ہیں۔

امام احمد رضا کی اکثر و بیشتر کتابیں محفوظ ہیں اور کچھ زمانہ کی دست برد کا شکار ہو گئیں، اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جب تقسیم ہند کے موقع پر جو ہنگامہ ملک میں برپا ہوا تو اس ہنگامہ سے یوں تو ہند کے تمام اضلاع متاثر ہوئے لیکن روہیل کھنڈ (بریلی) کا علاقہ اس ہنگامہ سے نسبتاً دیگر اضلاع سے زیادہ متاثر ہوا۔

مولانا احمد رضا کے قرب و جوار کے اکثر و بیشتر حضرات اس خلفشار کے باعث بریلی چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں چلے گئے۔ اہل بریلی نے امام احمد رضا کے فرزند اصغر مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان علیہ الرحمۃ کو ہجرت کے لئے مجبور کیا اور یہ بھی کہا کہ اعلیٰ حضرت کی کتب بھی یہاں سے منتقل کر دی جا۔ میں چنانچہ اعلیٰ حضرت کی جملہ تصانیف اور دیگر کتابیں چند نیل گاڑیوں کے ذریعہ پہلی بھیت کے ایک گاؤں ”برکھن“ لے جائی گئیں اور وہاں ایک بڑے مکان میں ان کو ڈال دیا گیا۔ موسم برسات میں بے توجہی کے سبب

بارش نے اس مکان پر کچھ اس طرح حملہ کیا کہ اس عمارت میں رکھی ہوئی اکثر کتابیں یا تو سڑ گل گئیں یا کیڑوں کی خوراک بن گئیں، جب اس کا علم علامہ مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ کو ہوا تو ان کے دل و دماغ پر اس کا گہرا صدمہ ہوا اور محفوظ کتابیں بیل گاڑیوں میں رکھوا کر بریلی لے آئے اور انہیں دھوپ دکھا کر الماریوں میں محفوظ کر دیا۔

راقم السطور نے ۴۲ علوم و فنون پر ابجدی طور سے ۲۸۲ کتابوں کی نشاندہی کی ہے جس کی زبان خالص عربی ہے، ان میں کچھ تو مطبوعہ ہیں اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں۔

اس باب میں ان کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب و رسائل حواشی و شروح پر مختصر تبصرہ بھی ہے اور بعض کتابوں کے اسماء پر ہی اکتفا کیا گیا ہے، اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ یہ کتاب موجود نہیں بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ ایسی کتابیں ذاتی کتب خانے میں زیادہ نہیں۔

امام احمد رضا کی اکثر و بیشتر تصانیف کے اسماء تاریخی ہیں اس لئے راقم نے جستجو اور کاوش کے بعد ان کے تاریخی اعداد کی بھی وضاحت کر دی ہے اور جن کتابوں کے اسماء غیر تاریخی ہیں ان کو اسی حال پر بے کسی صراحت کے لکھ دیا گیا ہے۔ راقم نے جدید و قدیم موضوعات کے تحت جن کتب و رسائل اور حواشی کو ابجدی ترتیب کے ساتھ پیش کیا ہے وہ کتب سوانح میں دستیاب نہیں۔

آخر میں راقم السطور نے ان کتابوں کا ذکر کیا ہے جن سے واسطہ یا بلا واسطہ استفادہ کیا ہے اس سلسلہ میں اصل ماخذ تک پہنچنے کی کوشش کی گئی ہے، بصورت دیگر ثانوی حیثیت کو بھی مرجع تسلیم کر لیا ہے اور جن کتابوں کو درج کیا گیا ہے وہ میرے زیر مطالعہ رہیں اور میں نے ان سے استفادہ کیا ہے اور:

”من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ“

کے تحت ان تمام حضرات کا شکر یہ ادا کرنا میرا اخلاقی فریضہ ہے جنہوں نے میری علمی معاونت فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا۔ سب سے پہلے تو ارمان تشکر استاذ محترم ڈاکٹر عبدالباری صاحب مدظلہ العالی کی جناب میں پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اس اہم موضوع پر اپنی زیر نگرانی کام کرنے کے لیے میری ہمت بڑھائی اور حوصلہ بخشا اسی پر بس نہیں بلکہ انہوں نے قلم پکڑ پکڑ کے لکھنا سکھایا۔ اگر ان کی یہ پدرانہ شفقتیں شامل حال نہ ہوتیں تو شاید میں

اس مشن کو کتابی شکل نہ دے پاتا۔

کیا محمود کو محمود فیضِ عبد باری نے

مٹی ذرہ کو تابانی مگر ہے آپ کے دم سے

راقم استاذ مکرم سید شاہد علی رضوی نوری، ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ، پرانا گنج رامپور کا

بھی ممنون کرم ہوں کہ انہوں نے اس عنوان پر کام کرنے کی اجازت مرحمت فرما کر میری دیرینہ خواہش کی تکمیل فرمائی۔

پاکستان کے ان دانشوروں کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے پاکستان سے

مقالہ سے متعلق کتب و رسائل اور قیمتی آراء پر مشتمل خطوط بھیج کر میری مشکل آسان کی اور اس

مقالہ کو واقع بنانے میں بھرپور میرا تعاون کیا، ان میں خاص طور سے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

صاحب (سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، سکھر)، جناب پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب

اور جناب صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب (جنرل سیکریٹری و صدر، ادارہ تحقیقات

امام احمد رضا انٹرنیشنل - کراچی) قابل ذکر ہیں۔

ڈاکٹر سمیع الدین صاحب کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے اس مقالہ کے مواد کی فراہمی

میں بڑی رہنمائی فرمائی۔

گرامی منزلت ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم (صدر شعبہ تقابل ادیان، ہمدرد یونیورسٹی، دہلی)

اور مرزا عبدالوحید بیگ، محمد الکافی، استاذ المکرم مولانا انور علی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور

استاد محترم علامہ تحسین رضا خاں مدظلہ العالی اور مولانا منان رضا خاں صاحب مہتمم جامعہ نوریہ رضویہ،

بریلی کا شکریہ نہ ادا کرنا انصافی ہوگی جنہوں نے میرے اس کام کو آخری شکل دینے میں بھرپور

کوشش کی۔

یہ تحقیقی مقالہ کتابی شکل میں ارباب علم و دانش کی خدمت میں پیش ہے۔ اسکی اشاعت

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی (پاکستان) کی مرہون منت ہے۔ اگر ادارہ کے ذمہ

داران بالخصوص محترم سید وجاہت رسول قادری صاحب (صدر، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا) کی

نظر کرم نہ ہوتی تو ممکن تھا یہ بھی دیگر بہت سے علمی و تحقیقی مقالوں کی طرح طاق نسان شکار ہو جاتا یا

عرصہ دراز تک اشاعت کے انتظار میں پڑا رہتا۔ یہ ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا کی خوش قسمتی ہے کہ موصوف ادارہ کے ذمہ دار ہیں اور انکی نگرانی میں گذشتہ ۱۵ سالوں میں ادارہ نے بہت ترقی کی ہے۔ سیکڑوں کتابیں شائع ہوئیں امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ پر متعدد عالمی سیمینار منعقد ہوئے موصوف نہایت فعال اور ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ انہیں امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی سے والہانہ عشق ہے جس کا ہر شخص معترف ہے۔ ایک بار پھر میں ان کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ موصوف کی خاص توجہ ہی کے باعث یہ کتاب منظر عام پر آ رہی ہے۔ اس مقالہ میں زبان و بیان اور تحقیق کی بہت سی خامیاں ملیں گی ممکن ہے بہت سے کتب و رسائل مطالعہ سے رہ گئے ہوں، چونکہ یہ ایک ادنیٰ کاوش ہے اس لئے اصحاب علم و فن سے گزارش ہے کہ وہ ان فرود گذشتوں کو نظر انداز فرمائیں اور براہ کرم راقم السطور کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں ان کی اصلاح ممکن ہو سکے۔

آخر میں ہم ان تمام بزرگوں، دوستوں اور لائبریریوں کے منتظمین، ملازمین اور کرم فرماؤں کے شکر گزار ہیں جن کے تعاون سے مجھے یہ مقالہ ترتیب دینے میں کامیابی ملی۔ اس کے علاوہ میں ان تمام حضرات کا بھی شکر یہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس سے متعلق کسی بھی موقع پر میری مدد فرما کر ہمت افزائی کی۔

فجزاهم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرة
 آمین بجاء حبیبہ سید المرسلین و علی الہ و اصحابہ اجمعین
 ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!

تاریخ : ۹ شعبان المعظم

۱۴۲۵ھ / 2004

ڈاکٹر محمود حسین بریلوی

بریلی (یو پی۔ انڈیا)

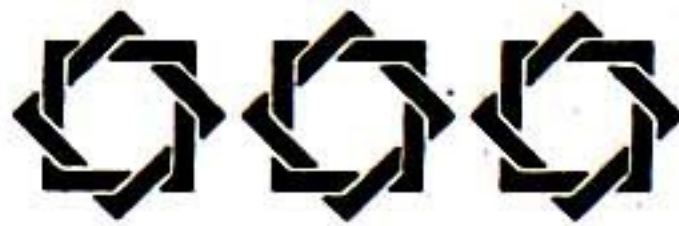


﴿الباب الاول﴾

ہندوستان میں

عربی زبان و ادب

کا ارتقاء



عربی زبان:

ہندوستان میں عربوں کی آمد پہلی صدی عیسوی ہی سے ہو گئی تھی، لیکن مذہب اسلام کے ظہور تک اس آمد نے تجارتی تعلقات کے سوا اور کوئی شکل اختیار نہیں کی تھی۔

محمد بن قاسم کے داخلہ سندھ اور وہاں باقاعدہ اسلامی اقتدار کے قیام کی وجہ سے طبعی طور پر عربی زبان و ادب اور علوم اسلامی کی نشر و اشاعت ہوئی۔ عربی فاتح عربی زبان و ادب کی ترویج و ارتقاء میں پوری دلچسپی لیتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ زبان ان کی مادری زبان تھی اور قرآن کریم اور علوم شرعیہ کی زبان بھی یہی تھی۔ یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ عربی زبان عالم اسلام میں ٹھیک اسی طرح مروج ہوئی جس طرح یورپ میں لاطینی زبان کو رواج ملا۔ یہ زبان اگرچہ مافی الضمیر کی ادائیگی کا سبب نہ بن سکی مگر تعلیم اور مراسلت اسی زبان میں ہوتی تھی۔ اس کی تصدیق و توثیق کے لئے ہم ان تراجم کو پیش کر سکتے ہیں جو چانک ہندی، رتن ہندی اور کنگھ ہندی کی مدد سے سنسکرت کی کتابوں کے عربی تراجم کئے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس میں کچھ کمی واقع ہوئی، مگر یہ کمی اتنی نہ تھی کہ عجمی اس سے غافل ہو جاتے، اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ایک عرصہ تک اس زبان کی نشر و اشاعت کی تھی اور ان کی خدمات اس زبان میں موجود تھیں اس قول کی تصدیق کے لئے ہم ابن خلدون کا درج ذیل قول پیش کر سکتے ہیں:

”اسلام میں عجمی علماء کی تعداد عربوں کی بہ نسبت کہیں زائد ہے“ (۱)

تاریخ کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مثال خاص طور سے ہندوستانی علماء کی شان کے عین مطابق ہے۔

ہندوستان میں عربی زبان و ادب کی نشر و اشاعت اور ترویج و ارتقاء کا سلسلہ مختلف ادوار میں قائم و دائم رہا۔ اس کی نشر و اشاعت کے بہترین مراکز اس دور کی خانقاہیں اور اس سے

وابستہ مدارس تھے۔ بادشاہوں کا دربار بھی علوم و فنون کی ترقی کا بہترین مرکز تھا، جو بادشاہ علم دوست تھا اس کے دور میں علوم کی ترقی میں کسی قسم کی کوئی دشواری آڑے نہ آئی اور انہوں نے بھرپور علم دوستی کا حق ادا کر دیا۔

غزنوی عہد: (۳۸۸ تا ۵۸۲ھ ۹۹۸ تا ۱۱۸۶ء)

غزنوی عہد حکومت میں علم کی نشر و اشاعت سے متعلق اہم کام ہوا، اس سے صرف نظر ممکن نہیں۔ خود غزنوی بڑا علم دوست اور علماء نواز تھا۔ اس کی علم کی قدر و منزلت میں دلچسپی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور اس میں علوم و فنون کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں ماہرین علوم کی ایک جماعت منتخب کی اس کے اس نقش قدم پر اس کے بھائی نصر اور صاحبزادگان نے بھی عمل کیا اور انہوں نے بھی کئی مدارس کی بنیاد ڈال کر علوم و فنون کی نشر و اشاعت میں حصہ لیا۔ (۲)

جن اہم شخصیات نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور نمایاں خدمات انجام دیں ان میں شیخ اسماعیل لاہوری (۳۸۸ھ / ۱۰۵۶ء) اور شیخ علی ہجویری عرف داتا گنج بخش علیہما الرحمۃ سرفہرست ہیں۔ ان مشائخ کے علاوہ اسی بادشاہ کے عہد میں البیرونی نے ہندوستان آ کر اپنی تصنیف ”کتاب الہند“ کے لئے مواد اکٹھا کیا اور اپنی ”قانون مسعودی“ سلطان غزنوی کے فرزند مسعود غزنوی کے نام معنون کی (۳)۔

غوری عہد: (۵۸۲ تا ۶۰۲ھ ۱۱۸۶ تا ۱۲۰۶ء)

غوری عہد میں بھی علوم و فنون کی مناسب ترقی ہوئی اس دور میں علوم و فنون کی اشاعت میں ہندوستانی علماء کے علاوہ باہر سے آنے والے علماء و صوفیاء نے حصہ لیا۔ ۵۵۶ھ / ۱۱۶۱ء میں ہندوستان کے مشہور و معروف بزرگ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ

الرحمة (۶۳۳ء) اپنے عدیم المثال مرید حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کے ہمراہ ہندوستان آئے اور اس سرزمین کو مستقل جائے سکون اختیار کر کے اپنی تعلیمات سے جو علوم و فنون کی اشاعت کی ہے، اس کی تفصیل ارباب بصیرت پر مخفی نہیں۔

غلام خاندان: (۶۰۲ تا ۶۸۹ھ..... ۱۲۰۶ تا ۱۲۹۰ء)

غلام خاندان میں قطب الدین ایک ۷۹۶ھ اور التمش خود علم دوست تھے۔ سلطان ایک نے کشمیر میں ایک مدرسہ قائم کیا، اسی طرح التمش نے اپنے بیٹے ناصر الدین محمود (۶۲۶ھ) کے نام پر مدرسہ ناصریہ، پرانی دہلی میں بنایا (۴)۔ ہندوستان کے بادشاہوں کی علم نوازی کے سبب بہت سے علماء و صوفیاء ہندوستان آئے اور یہاں کے بادشاہوں نے ان کے علم و فن کے اعتراف میں مناسب اعزاز سے نوازا اور ان کے ذمہ علوم و فنون کی نشر و اشاعت کی اہم ذمہ داری سپرد کی، جس کے سبب مختلف زبانوں میں علوم و فنون کو کافی فروغ ہوا اور اس قلیل عرصہ میں ہندوستان اسلامی علوم و فنون کا فقید المثال مرکز ہوا، برآئی نے اس عہد کے علماء و ماہرین کی ایک طویل فہرست اپنی گرانقدر تصنیف ”تاریخ ہند بادشاہی“ میں درج کی ہے (۵)، جس کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں، البتہ چند اہم شخصیتوں کے اسماء قابل ذکر ہیں:

- (۱) قاضی جلال الدین کاشانی
- (۲) سراج الدین سجری
- (۳) کمال الدین زاہد
- (۴) قاضی رفیع الدین گازی و غیر ہم

خلجی سلاطین: (۶۸۹ھ تا ۷۲۰ھ/۱۲۹۰ء تا ۱۳۲۰ء)

خلجی دور بھی علوم و فنون کی نشر و اشاعت کے اعتبار سے اہم ہے۔ اس خاندان کا بانی

سلطان جلال الدین خلجی علم دوست اور علماء نواز تھا۔ اس کی تصدیق و توثیق علماء کی ایک کثیر جماعت سے ہوتی ہے جو اس کے دربار سے وابستہ تھی۔ ان علماء کے اسماء ہم عصر مؤرخوں نے اپنی شہرہ آفاق کتابوں میں لکھے ہیں۔ (۶) اس دور میں علوم نقلیہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ کی بھی ترقی ہوئی۔ منطق و فلسفہ جیسے ادق مضامین کی طرف لوگوں نے توجہ کرنی شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک زمانہ میں عقلیہ کے سلسلہ میں ہندوستان دوسرے دنیا کے معقولات کے مراکز میں سے ایک شمار ہونے لگا۔ اس عہد کے علماء نے علوم و فنون سے دلچسپی رکھنے والوں کے اذہان کھول دیئے اور کثرت سے لوگ علم و فن میں دلچسپی لینے لگے۔ مختلف اسلامی ممالک سے علوم عقلیہ و نقلیہ کے ماہروں کی آمد نے یہاں کے باشندوں کی ذہنی پرداخت کی۔ (۷) اور فکر و خیال کو صیقل کر کے علوم و فنون کی طرف موڑ دیا۔ اسی عہد میں مشہور محدث شمس الدین مصری چار سو کتب حدیث کے ساتھ ملتان تشریف لائے۔ (۸)

تغلق سلاطین: (۷۲۰ھ تا ۸۱۵ھ / ۱۳۲۰ھ تا ۱۴۱۳ھ)

خاندان تغلق کا بانی سلطان غیاث الدین تغلق بھی علم دوست تھا اس کے علاوہ سلطان محمد تغلق اور فیروز تغلق دونوں علماء نواز تھے، اس عہد میں علماء کی قدر دانی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سلطان محمد تغلق نے باہر کے علماء کو ہندوستان کے لیے مدعو کیا اور ہندوستان کے ماہرین کو بیرون ہند جانے کا حکم صادر کیا تھا۔

سلطان محمد تغلق نے مولانا معین الدین عمرانی دہلوی کو قاضی عضد الدین شیرازی کو دہلی لانے کیلئے مامور کیا لیکن شیراز کے حاکم ابواسحاق نے قاضی موصوف کو وطن مالوف ترک کرنے کی اجازت نہیں دی۔ (۹) سلطان فیروز تغلق بھی علماء کا قدر داں تھا اس کے عہد میں متعدد مصنف ہوئے جنہوں نے علوم شرعیہ پر طبع آزمائی کی۔ اس عہد کے نامور علماء میں

قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے جلیل القدر استاد مولانا خواجگی، قاضی حمید الدین دہلوی، احمد تھانیسری اور عبدالمقصد وغیرہ تھے۔

فیروز تعلق کے دربار سے متعلق ایک امیر تارخاں بھی علم کا قدر داں تھا۔ اس کی زیر نگرانی عالم بن علاء اندرپتی (۶۸۶ء) نے الفتاویٰ التارخانیہ کے نام سے ایک عظیم الشان کتاب تحریر کی۔ یہ بات بھی ناقابل فراموش ہے کہ اس بادشاہ کے عہد میں ”القاموس“ کا مصنف مجد الدین ہندوستان وارد ہوا تھا۔ (۱۰)

سید سلاطین کا عہد: (۸۱۷ھ تا ۸۵۵ھ/۱۴۱۴ء تا ۱۴۵۱ء)

اس کے علاوہ سید سلاطین کے عہد میں بھی عربی زبان و ادب کی نشوونما ہوئی، مگر اس خاندان کا دور حکومت بہت مختصر تھا۔ اس خاندان کا آخری تاجدار ۳۰ سال بدایوں میں رہا اور بدایوں میں علمی فضا قائم کی۔ (۱۱) اور بدایوں بھی جلد مرکز علم و فن کی حیثیت سے مشہور و معروف ہوا۔

لودھی سلاطین: (۸۵۵ھ تا ۹۳۰ھ/۱۴۱۵ء تا ۱۵۲۶ء)

لودھی سلاطین کے بادشاہ بھی فرمانرواں تھے۔ اس کا فرزند سکندر لودھی (۱۲) اپنے خاندان کا بے مثال بادشاہ تھا۔ اس کے عہد میں آگرہ دارالسلطنت بنایا گیا، لہذا اس شہر میں علوم و فنون کی نشرو اشاعت سے متعلق اہم کام ہوئے اور جلد ہی یہ شہر بھی دہلی کا مد مقابل ہوا۔ اس کے عہد میں بڑے بڑے نامور علماء و ماہرین آگرہ میں سکونت پذیر ہوئے، ان کی ایک لمبی فہرست ہے۔ اس دور میں علوم عقلیہ و نقلیہ سے متعلق خاصا کام ہوا اور معرکتہ الآراء کتابیں لکھی گئیں۔ اس عہد کے علماء کی ایک طویل فہرست ہے۔ سردست چند اہم شخصیتوں کے اسماء درج کئے جا رہے ہیں:

(۱) رفیع الدین شیرازی

(۲) جلال الدین دوآنی

(۳) ابوالفتح تھانیسری

چودھویں صدی اور پندرھویں صدی میں ہندوستان مختلف حکومتوں میں منقسم تھا۔ ان میں سے بیشتر حکومتوں میں علوم شرعیہ کی کافی نشر و اشاعت ہوئی۔ بڑے بڑے جلیل القدر ماہر فن ہوئے۔ انہوں نے عربی زبان و ادب میں وہ نمایاں خدمات انجام دیں جو ناقابل انکار ہیں۔ مثلاً سلطنت جوینپور، سلطنت مالوہ، سلطنت گجرات، سلطنت خاندیش، سلطنت بہمدیہ کے زوال کے بعد پانچ حکومتیں ہوئیں۔

(۱) عادل شاہی، سلطنت بیجاپور

(۲) قطب شاہی، سلطنت لکنڈا

(۳) نظام شاہی، سلطنت احمد نگر

(۴) کشمیر

ان سلطنتوں میں بھی علوم و فنون کی نشر و اشاعت سے متعلق زبردست کام ہوا جو ارباب علم و دانش پر مخفی نہیں۔

سوری سلاطین کا عہد: (۹۳۶ تا ۹۶۲ھ..... ۱۵۲۵ تا ۱۵۵۵ء)

شیر شاہ سوری اور اس کے فرزند سلیم شاہ سوری کو علوم و فنون سے گہری دلچسپی تھی۔ اس کے عہد میں علوم عقلیہ سے متعلق کچھ کام ہوا جو علم و ادب کی تاریخ میں ایک اہم باب کا درجہ رکھتا ہے۔ (۱۳)

مغلیہ سلطنت: (۹۶۲ھ تا ۱۲۷۵ھ/۱۵۵۵ء تا ۱۸۵۷ء)

مغلیہ عہد میں جو مسلمانوں کی حکومت کا آخری اور عدیم المثال دور تھا۔ عربی زبان و ادب کی نشر و اشاعت سے متعلق جتنا کام ہوا اس کا احاطہ اس مقالہ میں ممکن نہیں، البتہ اتنا مسلم ہے

کہ عربی زبان کے مصنف جتنے اس دور میں ہوئے وہ کسی خاندان یا کسی عہد حکومت میں نہیں ہوئے۔ اس عہد کے بعض مصنفین کی عدیم المثال کتابیں عرب و عجم میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی گئیں، ان شخصیتوں میں فیضی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ، عبدالحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمۃ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور محبت اللہ بہاری رحمہما اللہ بہت مشہور ہیں۔

اکبر کے عہد میں بھی علم و ادب کی نشوونما ہوئی۔ اکبر علماء اور صاحبان کمال کا قدرداں

تھا۔ (۱۴)

اکبر کے بعد جہانگیر بھی علم دوست تھا، اس نے بھی علماء کی سرپرستی کی۔ اس عہد میں بڑے بڑے نامور محدثین اور مصنفین نے علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کے لیے گرانقدر خدمات انجام دیں، جن علماء و ماہرین نے اس عہد کو زیور علم سے آراستہ کیا ان میں عبدالحق محدث دہلوی اور شیخ احمد سرہندی رحمہما اللہ قابل ذکر ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے ہندوستانی مسلمانوں میں علوم حدیث کی ترویج و اشاعت فرمائی تو اسی کے ساتھ حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اکبر کے الحاد و ارتداد کے قلعہ کو پاش پاش کیا۔

شاہ جہاں کو اپنے والد ماجد سے زیادہ علوم و فنون میں شغف تھا۔ اس نے ایک عالی شان مدرسہ، مسجد شاہ جہانی کے پاس ۱۰۷۰ء کے قریب دارالبقاء کے نام سے تعمیر کیا جس میں تاج دار علم و فن مولانا یعقوب بیانی تشنگان علوم و فنون کو سیراب کرتے تھے۔ یہ مدرسہ ایک عرصہ تک عربی زبان و ادب کی خدمت کرتا رہا پھر ختم ہو گیا۔ (۱۵)

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں علم و فن کی زیادہ چہل پہل رہی، متعدد فکر و فن کے علماء اس کے دربار سے وابستہ تھے۔ اس نے فقہ حنفی کی تدوین کیلئے کثیر دولت صرف کی اور فتاویٰ عالمگیری جیسا عظیم الشان فتاویٰ مرتب کرایا۔ اس عہد کے جلیل القدر علماء میں ملا جیون،

میرزا ہد اور ملا قطب الدین سہالوی بہت مشہور ہیں۔

شہنشاہ عالمگیر کی رحلت کے بعد مغلیہ سلطنت کا چراغ مدہم ہونے لگا۔ سلطنت مغلیہ کے تاجدار عیش و عشرت اور لہو و لہب میں مخمور ہو کر حد سے تجاوز کرنے لگے۔ مگر مغلیہ سلطنت کے زوال اور بدامنی کے باوجود اس عہد میں ایسے سرخیل علماء و ماہرین پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی قابلیت کی دھاک عرب و عجم میں بٹھائی۔ ایسے علماء میں مولانا عبدالعلی بحر العلوم، علامہ فضل حق خیر آبادی، شاہ عبدالعزیز اور حضرت مولانا رضا علی خاں علیہم الرحمۃ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ۱۸۵۷ء میں سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد عربی علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کا کام برابر جاری رہا اور بڑے بڑے سرخیل علماء، فقہاء اور ادباء پیدا ہوئے جنہوں نے متعدد موضوعات پر خامہ فرسائی کر کے علماء حجاز کو متحیر کر دیا۔ ایسے علماء میں مولانا عبدالحی فرنگی محلی، مولانا ارشاد حسین رامپوری، نواب صدیق حسن خان قنوجی اور حضرت مولانا امام احمد رضا خاں بریلوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

خاندان مغلیہ کے عہد میں عربی زبان و ادب کے متعدد مراکز ہوئے جن میں دہلی، روہیل کھنڈ، سیالکوٹ، گوپامو، خیر آباد، لکھنؤ اور ٹھٹھہ (سندھ) بہت اہم ہیں۔ حافظ الملک حافظ رحمت خاں (والی روہیل کھنڈ) نے متعدد مدارس کی بنیاد ڈال کر تقریباً دو ہزار علماء و ماہرین کا تقرر کیا اور خورد و نوش کے علاوہ ان کیلئے سو روپیہ ماہانہ جیب خرچ مقرر کیا۔ فارغ التحصیل طلبہ کی دعوت فرما کر ان کی دستار بندی فرماتے۔ (۱۶)

جن علماء نے ان مدارس سے خوشہ چینی کی ان کی ایک طویل فہرست ہے، جس کا ذکر یہاں مقصود نہیں۔ روہیل کھنڈ میں عربی زبان و ادب کی نشر و اشاعت سے متعلق زبردست کام ہوا اور ہزاروں کتابیں لکھی گئیں، لہذا جلد ہی روہیل کھنڈ دوسرے مراکز سے ممتاز ہوا۔

بدایوں، سہوان، آنولہ، امر وہہ، سنبھل، رامپور، مراد آباد، نجیب آباد، شاہ جہانپور،

پہلی بھیت، اوجھانی، بسولی اور بریلی میں ہزاروں علماء پیدا ہوئے، جنہوں نے عربی زبان و ادب کی نشر و اشاعت کی اور ہزاروں کتابیں صفحہ قرطاس کی زینت بنائیں جس کا علماء ہند کے علاوہ علماء حجاز نے یکساں طور پر اعتراف کیا ہے۔

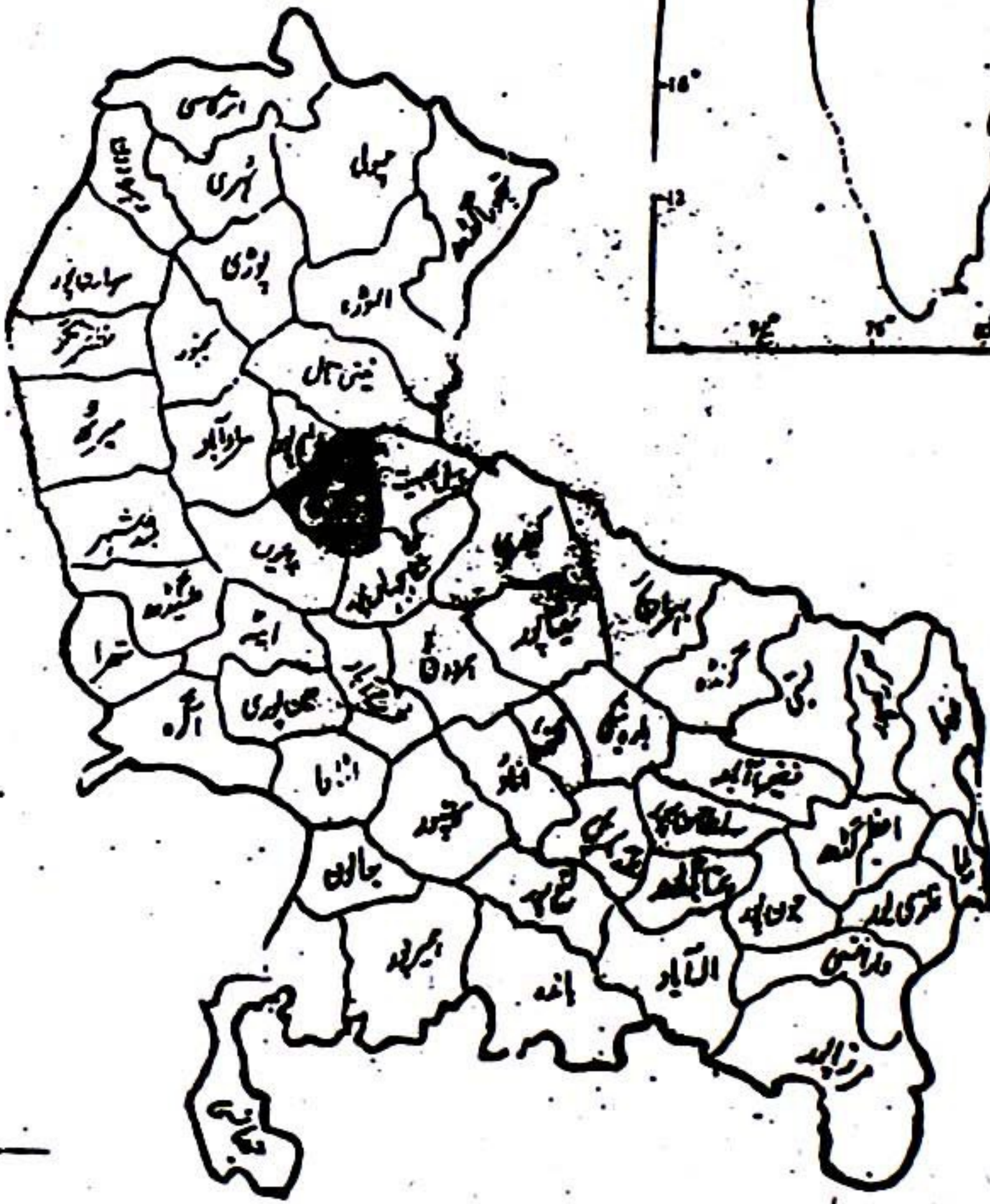
مولانا فضل رسول بدایونی، مولانا عبدالقادر بدایونی، مولانا سلامتہ اللہ کشفی بدایونی، مولانا ارشاد حسین رامپوری، مولانا سلامتہ اللہ رامپوری، مولانا عبدالعلی رامپوری، مولانا رفیع الدین مراد آبادی، مولوی محمد حسن سنبھلی، مولانا رضا علی خاں بریلوی، مولانا نقی علی خاں بریلوی اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمہم اللہ ایسے نامور علماء و فقہاء ہیں جن کو تاریخ نظر انداز نہیں کر سکتی ہے۔

امام احمد رضا کے آباؤ اجداد کی ہی وہ ذات گرامی ہے جنہوں نے بریلی کی سرزمین پر علم و فن کا چراغ روشن کیا جس کو فاضل بریلوی نے تادم زیست مدہم نہ ہونے دیا۔ آپ کے والد گرامی مولانا نقی علی خاں اور جد امجد مولانا رضا علی خاں زبردست عالم دین تھے۔ اردو، فارسی کے علاوہ عربی زبان و ادب میں بھی ان کی خدمات موجود ہیں۔

ہندوستان میں عربی زبان و ادب کی ترویج و ترقی کے اس مذکورہ بالا جائزے کی روشنی میں ہمیں یہ کہے بغیر چارہ کار نہیں کہ سرزمین بریلی کی مناسبت سے خانوادہ رضا خاں نے جو اعلیٰ خدمات انجام دی ہیں وہ یقیناً لائق صد تحسین ہیں اور ہندوستان میں ان کا بہت ہی غیر معمولی مقام و مرتبہ ہے۔

اتر پردیش کا نقشہ

اتر پردیش



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿الباب الثانی﴾

امام احمد رضا

شخصیت کے آئینے میں



بریلی کا پس منظر:

بریلی دریائے گنگا کے کنارے ایک خوبصورت شہر ہے، رام گنگا کی خوشگوار فضا نے اس کے حسن میں موثر کردار ادا کیا ہے، یہ شہر پنجالہ سلطنت کا ایک حصہ تھا (۱۷)۔ پنجالہ دیس ہمالیہ کی وادی سے جنوب میں چنبل کی ندی تک کشادہ تھا، کچھ عرصہ کے بعد پنجالہ دیس دو حصوں میں منقسم ہوا:

(۱) شمالی پنجالہ (Panchala)

(۲) جنوبی پنجالہ

بریلی، شمالی پنجالہ کا ایک علاقہ متعین ہوا۔ (۱۸) اچھ ہتراسی (۱۹) علاقہ میں واقع ہے جہاں راجہ دروید کی حکومت تھی۔ راجہ نے پانچال میں اپنی بیٹی کا سوئمبسر چایا تھا۔ پانڈوں نے تحصیل آنولہ (بریلی) کے گرگاؤں (۲۰) کو گرو درونڈا چاریہ کو دان میں دیا۔ (۲۱) بریلی پر چودہ راجاؤں نے حکومت کی۔ رام نگر کی کھدائی میں اس عہد کے درج ذیل سکے برآمد ہوئے:

(۱) اگنی متد	(۲) نومتد	(۳) ایومتد
(۴) بھانومتد	(۵) بھومی متد	(۶) دھرومتد
(۷) اندرمتد	(۸) جیامتد	(۹) پھل گنی متد
(۱۰) پر جاپتی متد	(۱۱) سور یہ متد	(۱۲) ورونہ متد
(۱۳) وشنومتد	(۱۴) ہر ہسپتی متد (۱۲)	

مذکورہ سکے ویدک عہد پر شاہد عدل ہیں۔ مہا بھارت کے بعد یہ علاقہ جین دھرم سے متاثر ہوا۔ اچھ ہتر کا قلعہ اور اس سے پیوستہ مورتیاں اور کھنڈرات اس کا بین و واضح

ثبوت ہیں۔ بودھ عہد میں پنجالہ دیس پر راجہ اچیت نے قبضہ کیا۔ کیونکہ کھدائی کے دوران اس کے نام کے سکے برآمد ہوئے تھے۔ بودھوں کے بعد اس قطعہ زمین پر گپت (Gupta) خاندانوں نے اقتدار حاصل کیا۔ ۶۲۵ء میں چینی سیاح ہیوان سانگ **Huaetsang** جب رام نگر آیا تو اس نے اپنے رشحات قلم سے اس زرخیز اور شاداب علاقہ کا عدیم النظیر تذکرہ تحریر کیا اور اس میں ایک ہزار بودھ بھکشو اور بودھوں کے دس مندر نو برہمنی مندر اور تین سو جوگیوں کی نشاندہی کی۔ (۲۳)

۱۲۵۳ء میں ناصر الدین محمود نے اس علاقہ پر حملہ کیا۔ ۱۲۶۶ء میں راجپوتوں نے بغاوت کی، اس سے بدایوں اور امر وہ کافی متاثر ہوئے۔ ۱۲۹۰ء میں جلال الدین فیروز ملک کھٹیر (۲۴) میں داخل ہوا اور راجپوتوں کا قلع قمع کیا۔ ۱۳۱۳ء میں علاء الدین خلجی نے حملہ کرنے کے بعد اس ملک پر اقتدار جمایا۔ ۱۳۷۹ء میں کھٹیر یہ راجہ کھڑک سنگھ نے اس علاقہ کو زیر نگین کیا۔ ۱۳۸۰ء میں فیروز شاہ نے اس ملک پر زبردست حملہ کیا اور کھڑک سنگھ کی راجدھانی کو تباہ و برباد کر دیا۔ راجہ سارا ماجرا دیکھ کر کما یوں **Kumaun** فرار ہو گیا لیکن ۱۳۹۹ء میں تیمور لنگ کے حملہ کے دوران راجہ کھڑک سنگھ اس علاقہ پر مسلط ہوا اور آنولہ کے قریب اتر چھینڈی گاؤں میں ایک عالیشان قلعہ تعمیر کرایا۔ ۱۵۰۰ء میں راجہ جگت سنگھ نے جگت پور کی بنیاد ڈالی اور ۱۵۳۷ء میں راجہ کے دو بیٹوں (بانس دیو، بریل دیو) نے بانس بریلی کی بنیاد ڈالی۔ (۲۵) اور محلہ کوٹ میں ایک عالیشان قلعہ بنوایا۔ (۲۶) ۱۵۶۸ء میں مغلیہ سلطنت کے سوراؤں نے بریلی پر سکھ جمایا۔ ۱۵۷۷ء میں بریلی کو سنبھل کے حاکم عین الملک کی جاگیر میں دے دیا گیا۔ مؤخر الذکر نے محلہ گھیر جعفر خاں (بریلی) میں ایک عالیشان مسجد تعمیر کروائی۔ (۲۷)

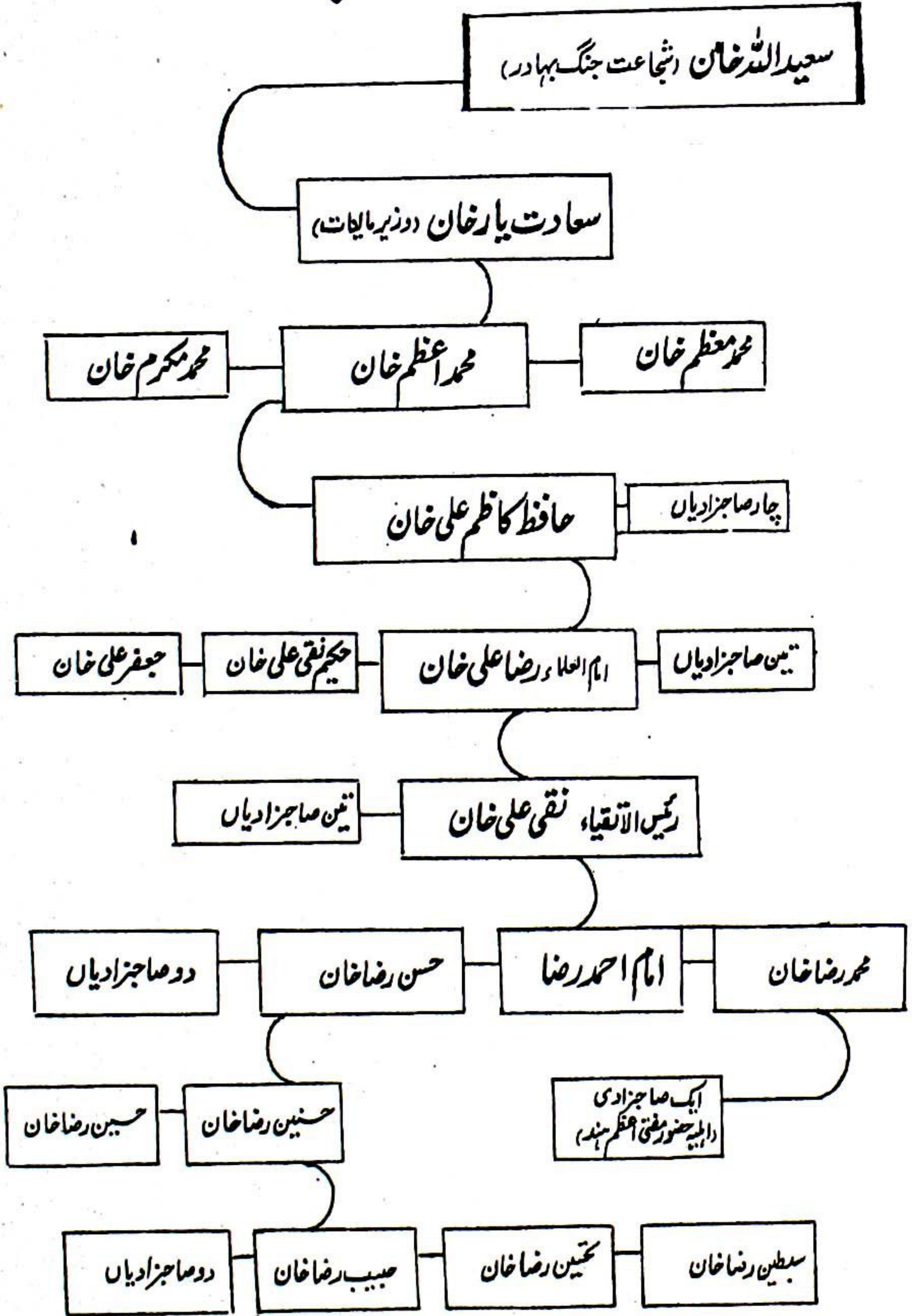
عین الملک کی وفات کے بعد بریلی بیرم خان کے زیر اقتدار رہا اور دہلی کی سلطنت کے تحت اسے ایک صوبہ بنا دیا گیا۔ اکبر کے بعد جہانگیر نے فرید خان کو بریلی کا صوبہ دار مقرر کیا،

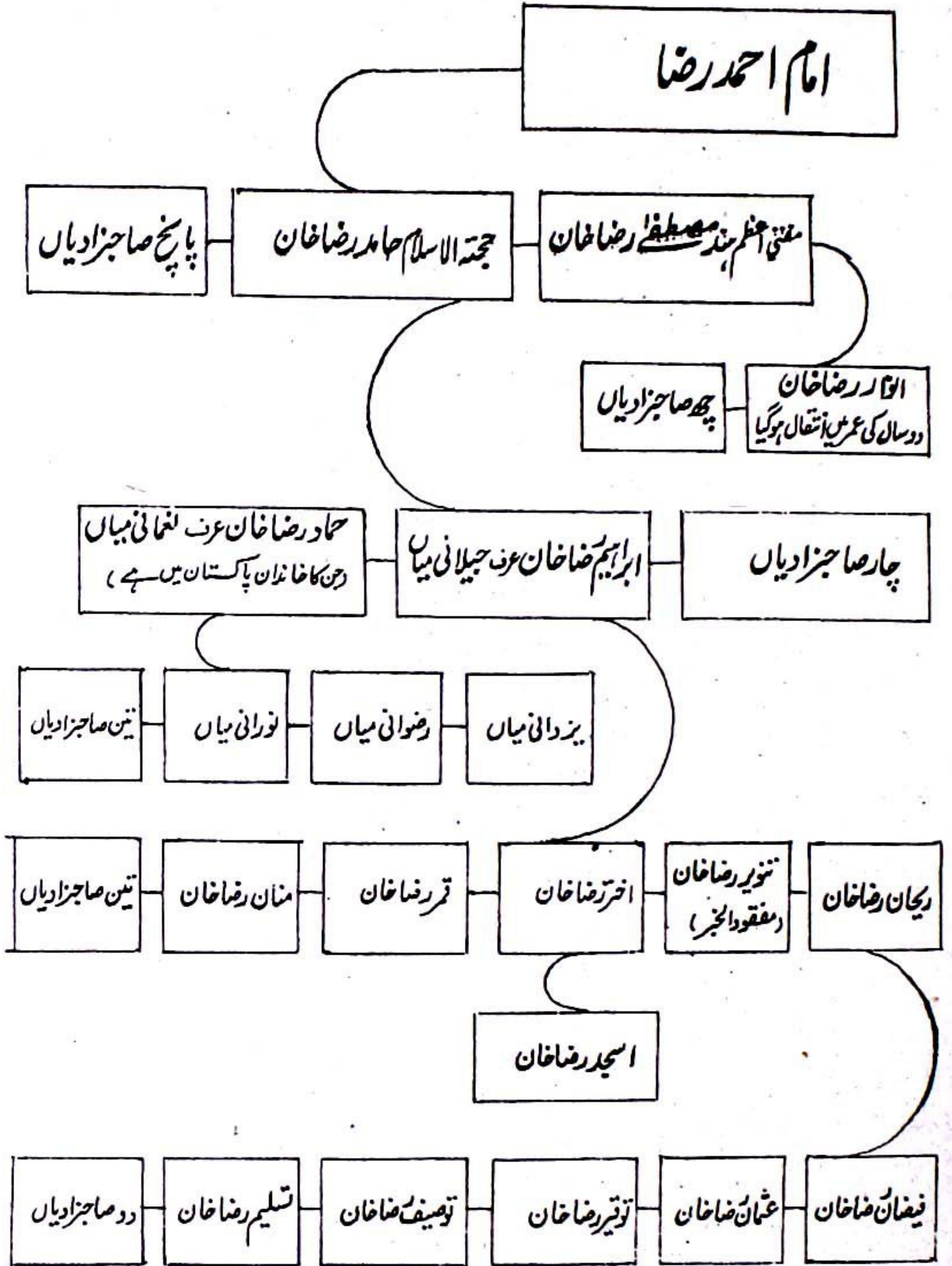
موصوف نے بریلی سے بائیس کلومیٹر دور فرید پور (۲۸) کے نام سے ایک قصبہ بنایا۔ ۱۶۵۷ء میں راجہ مکرند رائے کو بریلی کا گورنر نامزد کیا۔

راجہ مکرند رائے نے اپنے نام سے ایک محلہ ”مکر پور“ آباد کیا۔ بہاری پور اور ملوک پور محلے بھی اسی راجہ کی یادگار ہیں۔ ۱۶۶۷ء میں جامع مسجد بریلی اور شاہ دانہ ولی کا مزار مبارک بھی راجہ ہی کے تعمیر کردہ ہیں۔ (۲۹) جب حکومت ہند اورنگ زیب عالمگیر کے ہاتھ میں آئی تو راجہ نے بادشاہ کے نام پر عالمگیری گنج بنایا۔ (۳۰)

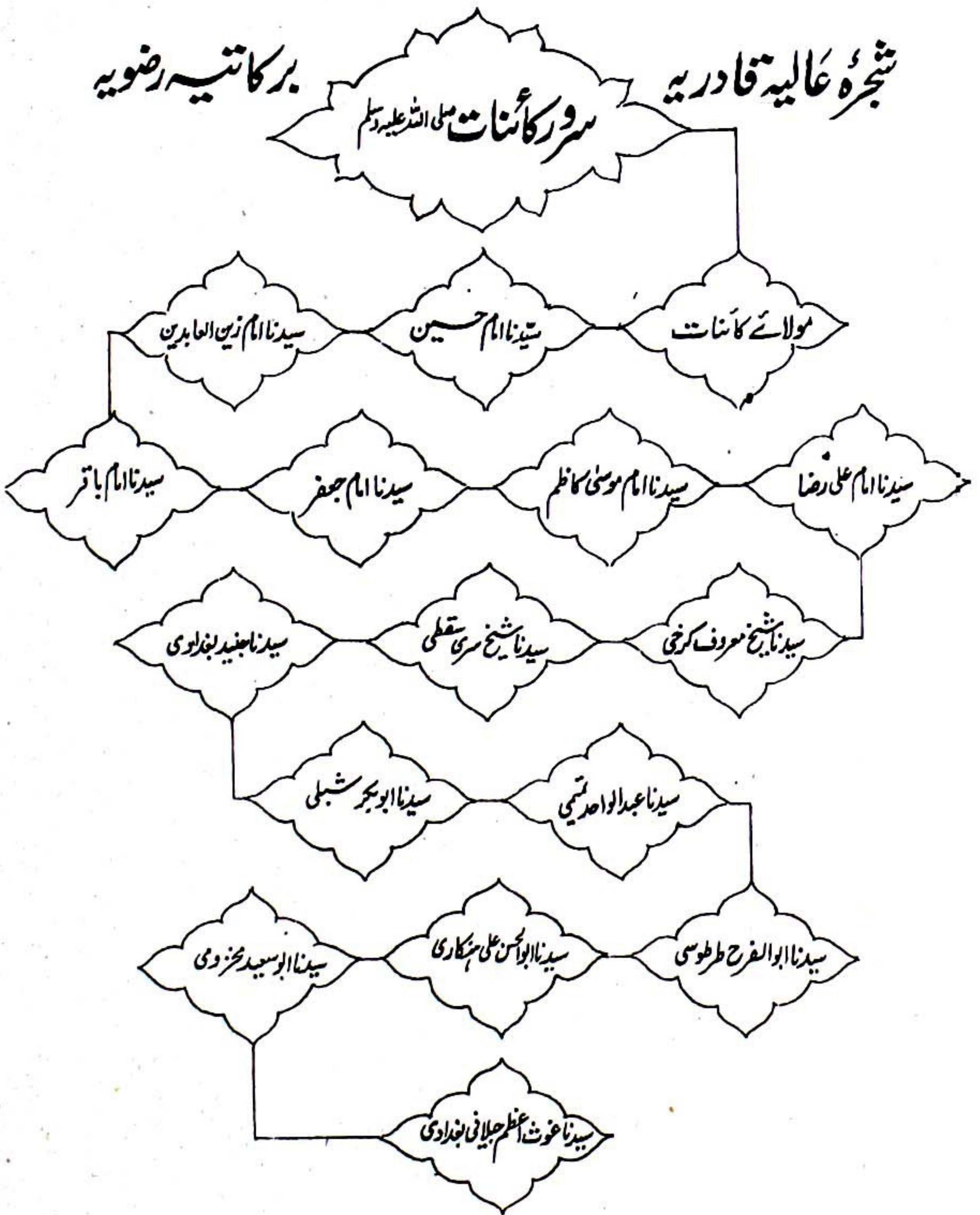
اورنگ زیب عالمگیر کی رحلت کے بعد روہیلہ سردار داؤد خان (۳۱) بریلی پر قابض ہوا اور ۱۷۰۷ء سے ۱۷۷۴ء تک روہیلوں کی حکمرانی رہی (۳۲) جس کا صدر مقام بریلی تھا۔ حافظ الملک حافظ رحمت خاں (والی روہیل کھنڈ) (۳۳) کی وفات کے بعد اس شہر پر ایک عرصہ تک نواب آصف الدولہ، شجاع الدولہ اور نواب سعادت علی خاں قابض تھے۔ ۱۸۰۱ء میں نواب سعادت علی خاں سے لیکر بریلی کو روہیل کھنڈ کی کمشنری کا صدر مقام نامزد کر دیا گیا۔

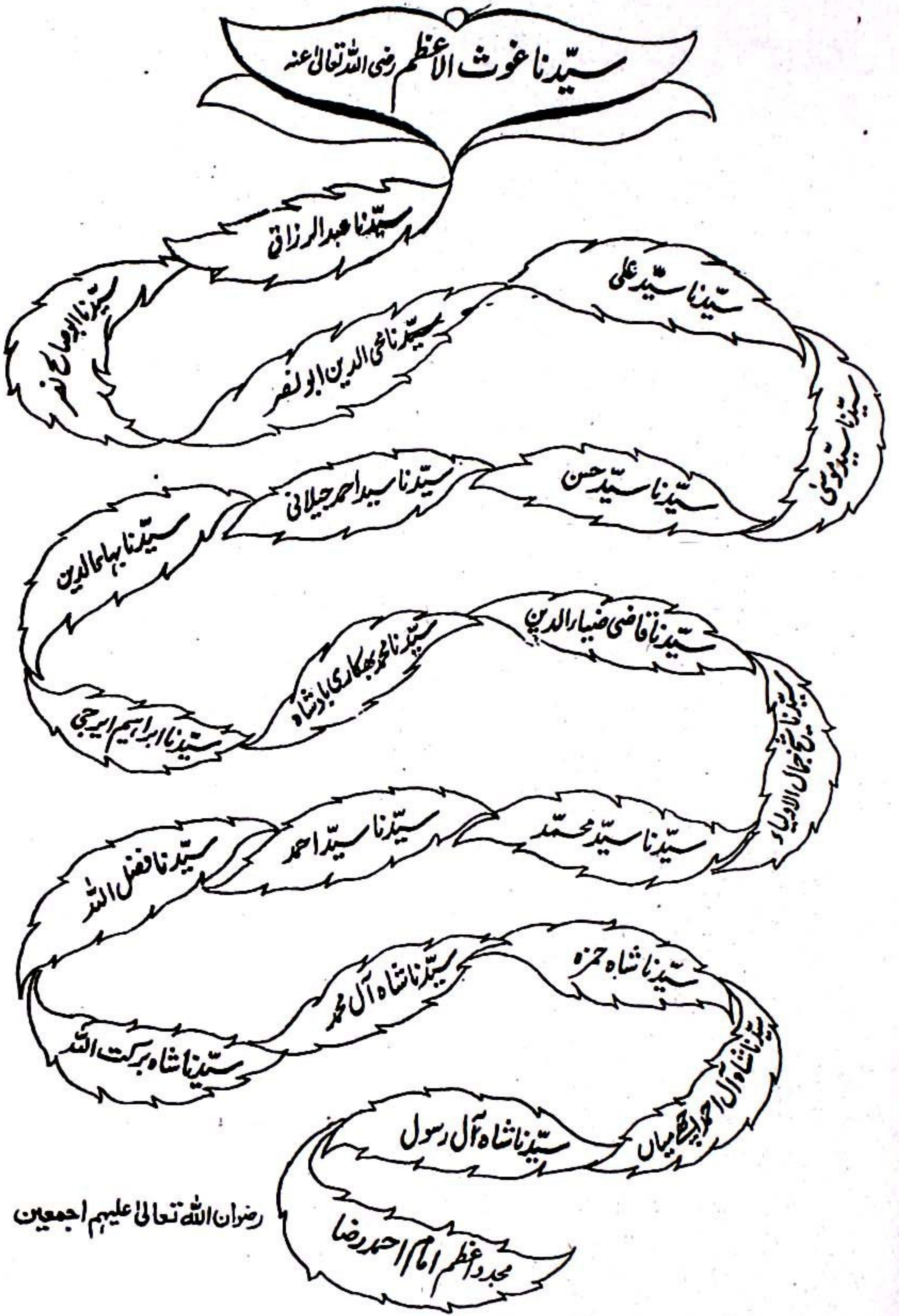
شجرہ نسب





شجرہ عالیہ قادریہ برکات نامہ رضویہ





آبا و اجداد

امام احمد رضا کا خاندان عظمت و رفعت میں یکتائے روزگار تھا۔ آپ کا تعلق پٹھانوں کے قبیلہ یوسف زئی سے ہے جس کا سلسلہ سعید اللہ خاں تک پہنچتا ہے۔

سعید اللہ خان:

سعید اللہ خان قندھار (۳۳) کے ایک باوقار قبیلہ بڑھچ (۳۵) کے پٹھان تھے (۳۶) سلطنت مغلیہ کے عہد میں محمد شاہ کے ہمراہ ہندوستان آئے (۳۷) اور بڑے عہدوں پر فائز ہوئے۔ لاہور کا شیش محل آپ کے ہی زیر اقتدار تھا۔ مغل بادشاہ آپ کی انتظامی صلاحیتوں کے معترف اور مداح تھے، جس کے صلہ میں آپ کو شش ہزاری کے عظیم منصب سے سرفراز کیا گیا اور شجاعت جنگ کے خطاب سے نوازا گیا۔ (۳۸)

سعادت یار خان:

سعادت یار خاں، سعید اللہ خاں کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ کی سیاسی بصیرت اور دیانتداری کو دیکھ کر سلطنت مغلیہ نے ایک جنگی مہم سر کرنے کیلئے ملک روہیل کھنڈ (۳۹) بھیجا۔ آپ نے شجاعت و ہمت کے جوہر دکھا کر اس ملک پر قبضہ کیا۔ بریلی کا صوبہ دار منتخب کیا (۴۰) اور بدایوں (روہیل کھنڈ) کے متعدد مواضعات جاگیر میں دیئے، مگر اس وقت صاحب فراش ہو چکے تھے۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ صاحبزادگان کو حکومت وقت نے اعلیٰ مراتب سے سرفراز کیا۔

محمد اعظم خان:

سعادت یار خاں کے لائق فرزند تھے۔ آپ کا مزاج مذہبی تھا۔ علوم و فنون سے گہری

دلچسپی تھی۔ بریلی (روہیل کھنڈ) میں سکونت اختیار کی اور سلطنت مغلیہ میں مرتبہ وزارت پر مامور تھے، چونکہ مزاج میں تدین تھا اس لئے جلد ہی اس عہدے سے سبکدوش ہو کر خلوت گزینی کر کے عبادت میں منہمک ہو گئے، متعدد کرامتیں بھی آپ سے منسوب ہوئیں، ترک دنیا کی ایک مثال حیات اعلیٰ حضرت جلد اول میں دیکھی جاسکتی ہے۔ (۴۱)

کاظم علی خاں:

بدایوں کے تحصیلدار تھے۔ دو سو سواروں کی بٹالین ہمیشہ خدمت میں رہا کرتی تھی اور آٹھ گاؤں جاگیر میں ملے تھے۔ آپ کا شمار بھی صاحب کرامت بزرگوں میں تھا۔ (۴۲)

رضاعلی خاں:

مولانا رضاعلی خاں، مولانا کاظم علی خاں کے فرزند ہیں جن کا شمار علوم و فنون کے ماہرین میں ہوتا تھا۔ بطور خاص فقہ میں یدِ طولیٰ حاصل تھا (۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء) میں ولادت ہوئی۔ مولوی خلیل الرحمن سے ٹونک میں اکتساب علم کیا اور ۲۳ برس کی عمر میں فراغت پائی۔ (۴۳)

رضاعلی خاں اخلاق و عادات، حلم و تواضع میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کا دل عشق رسول ﷺ سے معمور تھا۔ ان کے روز و شب اتباع سنت سے مزین اور آراستہ تھے۔ اپنے عہد میں مسلمانوں کی شکست اور انگریزوں کا جابرانہ رویہ دیکھا تو مسلمانوں کو منظم فرما کر برطانوی سامراج کے قلعوں کی بنیادیں متزلزل کر دیں اور انگریزی اقتدار کی بیخ کنی کیلئے اپنا ہی گھر مرکز بنا دیا اور اس کے دفاتر کیلئے اپنا گھر وقف کر دیا۔ (۴۴) اس کی تائید میں درج ذیل عبارت مآخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔

آپ جنگ آزادی کے عظیم رہنما تھے۔ عمر بھر فرنگی تسلط کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔ آپ ایک بہترین جنگجو اور بے باک سپاہی تھے۔ لارڈ ٹیگ آپ کے نام سے بے حد نالاں رہا، ہڈن جیسے برطانوی جنرل نے آپ کا سر قلم کرنے کا انعام پانچ سو (۵۰۰) روپے مقرر کیا تھا، مگر

وہ اپنے مقصد میں عمر بھرنا کام رہا۔ (۳۵)

ڈاکٹر ملی سن، مولانا رضا علی خاں کی انتظامی صلاحیت دیکھ کر متحیر تھا۔ اس کا اظہار ایک مقام پر اس طرح کرتا ہے:

بریلی کے لوگوں میں جب برطانوی سامراج کے خلاف یورش پھیلی تو اس یورش کے تمام تر ذمہ دار جنرل بخت خاں اور ان کے ساتھ بریلی کے ملا شاہ رضا علی ولد حافظ کاظم علی ولد سعادت یا ر خاں پٹھان ہی تھے جو بریلی کی عوام کو برطانوی حکام کے خلاف اکسانے کے نہ صرف مجرم ٹھہرے بلکہ انہوں نے بریلی کی عوام کو برطانوی فوج کے خلاف مقابلہ کرنے پر بے حد فروختہ کیا۔ اگر ملا رضا علی اپنے عقیدتمندوں سمیت ہمارا مقابلہ نہ کرتا تو بریلی شہر پر ہمارا قبضہ ہونا بالکل آسان تھا۔ اس بریلوی ملا رضا علی کی مزاحمت کی وجہ سے برطانوی افواج کو کافی کشت و خون اور آگ کا دریا عبور کرنا پڑا، پھر بھی بریلی پر بمشکل قبضہ ہو سکا۔ (۳۶)

مولانا رضا علی خاں سامراجی حکومت کے سخت دشمن تھے جس کیلئے وہ برسوں پیکار رہتے تھے، مگر اس مخالفانہ رویہ کے باوجود ایک لمحہ بھی دل یاد الہی سے غافل نہیں رہتا، روز و شب کے بیشتر حصے عبادت و ریاضت میں گزرتے، ان کی انہیں خوبیوں نے خاندانی امارت کو فقر و درویشی میں تبدیل کیا۔ آپ سے قبل آپ کے آباؤ اجداد سلطنت مغلیہ کے متعدد عہدوں پر فائز رہے مگر آخر میں سلطنت پر ٹھوکر مار کر زہد و قناعت اختیار کی۔ احمد رضا کے خاندان میں آپ پہلے بزرگ ہیں جس نے دنیوی حکومت سے پرہیز فرما کر زہد و تقویٰ اور تصوف کی اعلیٰ زندگی بسر کی اور اپنے علم و فن سے سیکڑوں تشنگان علوم و فنون کو سیراب فرما کر ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء کو انتقال فرمایا۔ (۳۷) امام احمد رضا خاں نے جد امجد کی تاریخ وفات اس طرح قلم بند کی ہے۔ (۳۸)

الان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون (۳۹) ۸۲ ھ ۱۲

نقی علی خاں:

مولانا نقی علی خاں، رضا علی خاں کے پسر فیروز بخت تھے، جن کی شخصیت نابغہ روزگار اور عہد آفریں تھی، جو نہ صرف عالم دین تھے بلکہ ایک مدبر عاشق رسول تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت بریلی میں ۱۲۳۲ھ/۱۸۲۰ء کو ہوئی۔ والد ماجد سے درسیات میں کمال حاصل کیا۔ ۱۲۹۳ھ میں سید آل رسول مارہروی علیہ الرحمۃ (۱۲۹۷ھ) کے دست حق پرست پر بیعت کی، موصوف نے اجازت و خلافت سے نوازا۔ ۲۶ شوال ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں حج بیت اللہ کے قصد سے سفر حجاز فرمایا اور حرمین شریفین کے علماء سے اسناد حاصل کیں (۵۰) اور زندگی بھر درس و تدریس میں مشغول رہے۔ ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں انتقال فرمایا۔ (۵۱)

امام احمد رضا نے والد ماجد کی تاریخ انتقال اس طرح استخراج فرمائی ہیں۔

وادخلی فی جنتی و عبادی یا غفور

۱۲.....ھ.....۹۷

۱۲.....ھ.....۹۷

ان کی علمی قابلیت کا اندازہ ہزاروں صفحات پر پھیلے، بیش بہا علمی مباحث سے لگایا

جاسکتا ہے، جن کتابوں کا علم ہو سکا وہ درج ذیل ہیں:

- (۱) الکلام الأوضح فی تفسیر الم نشرح
- (۲) اصول الرشاد لقمح مبانی الفساد
- (۳) اذاقة الاثام لمانعی عمل المولود والقیام
- (۴) ازالة الاوهام
- (۵) الكواكب الزهراء فی فضائل العلم و آداب العلماء
- (۶) الروایة فی الاخلاق النبویة

- (۷) التمکین فی تحقیق مسائل التزئین
- (۸) احسن الوعا لآداب الدعاء
- (۹) ارشاد الاحباب الی آداب الاحتساب
- (۱۰) اجمل الفکر فی مباحث الذکر
- (۱۱) اقوی الذریعة الی تحقیق الطریقة والشریعة
- (۱۲) النقاد النقویہ فی الخصائص النبویة
- (۱۳) تزکیة الایقان
- (۱۴) ترویج الارواح فی تفسیر الانشراح
- (۱۵) تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال ۱۲۹۱ھ / ۱۸۴۴ء
- (۱۶) تشرق الاداة الی طریق حجة اللہ
- (۱۷) تحقیق الطریقة الشریعة
- (۱۸) خیر المخاطبة فی المحاسبة والمراقبة
- (۱۹) جواهر البیان فی اسرار الارکان
- (۲۰) سرور القلوب فی ذکر المحبوب
- (۲۱) فضل العلم والعلماء
- (۲۲) وسیلة النجات
- (۲۳) لمعة النبراس فی آداب الأکل واللّباس
- (۲۴) ہدایة البریہ الی الشریعة الاحمدیہ
- (۲۵) ہدایة المشتاق الی سیر الانفس والآفاق
- (۲۶) عین المشاهدة لحسن المجاهدة
- (۲۷) نہایة السعادة فی تحقیق الہمة والارادة (۵۲)

احمد رضا خاں:

احمد رضا خاں نسباً پٹھان، (۵۳) مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء کو بریلی کے محلہ جسولی میں ہوئی۔ (۵۴) وقت ولادت آفتاب منزل غفر میں تھا جو اہل نجوم کے یہاں نہایت مبارک و مسعود ساعت ہے۔ (۵۵) امام احمد رضا خود رقم طراز ہیں:

دینا مزار حشر جہاں ہیں غفور ہیں

ہر منزل اپنے ماہ کی منزل غفر کی ہے (۵۶)

خود احمد رضا خاں نے حسب ذیل آیہ کریمہ سے اپنا سن ولادت استخراج فرمایا ہے:

اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح منہ (۵۷)

۷۲.....۱۲ھ

آپ کا پیدائشی نام محمد اور تاریخی نام المختار ۱۲۷۲ھ تجویز کیا گیا لیکن جد امجد مولانا رضا علی خان (۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء) نے آپ کا نام احمد رضا رکھا، (۵۸) مگر مولانا احمد رضا نے اپنے نام کے ساتھ عبدالمصطفیٰ کا اضافہ فرمایا، چنانچہ اپنے نعتیہ دیوان ”حداق بخشش“ میں اس کا اظہار یوں فرمایا ہے۔

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو، تو ہے عبد مصطفیٰ

تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے (۵۹)

ان کی علمی عبقریت کی بناء پر انہیں علماء عرب و عجم نے متعدد القابات و خطابات سے سرفراز کیا ہے مثلاً فرید العصر، مجدد ہندہ الامۃ، اعلیٰ حضرت، فاضل بریلوی وغیرہ، جن میں ”اعلیٰ حضرت“ اور ”فاضل بریلوی“ ضرب المثل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

عہد طفلی:

آپ عہد طفلی سے ہی ذکی و ذہین تھے۔ جدا مجد نے عقیقہ کے دن خواب دیکھا جس کی تعبیر یہ تھی کہ یہ فرزند عارف و فاضل ہوگا۔ (۶۰)

امام احمد رضا کا عہد طفلی نہایت خوشگوار تھا، ہر قدم دائرہ شریعت میں ہوتا جیسا کہ عام بچوں کو اس عمر میں مشاہدہ کیا گیا ہے کہ وہ نیکی و بدی کے مفہوم میں امتیاز نہیں کر سکتے، مگر آپ کا عہد طفلی اسرار شریعت سے مزین تھا، اسرار شریعت کی مثال درج ذیل واقعات سے دی جاسکتی ہے:

ایک مرتبہ آپ کے استاد کو بچوں نے سلام کیا، مولوی صاحب نے کہا جیتے رہو، احمد رضا فوراً بول اٹھے اور فرمایا یہ تو سلام کا جواب نہ ہوا: ”وعلیکم السلام“ کہنا چاہیے تھا۔ استاد بے حد خوش ہوئے اور دعائیں عطا فرمائیں۔ (۶۱)

احمد رضا خاں نے چھ برس کی عمر میں یہ معلوم کر لیا تھا کہ بغداد شریف کس جانب ہے، پھر اس وقت سے اخیر تک بغداد شریف کی جانب پاؤں نہیں پھیلایا۔ (۶۲)

آپ ہمیشہ بشکل نام محمد ﷺ آرام فرماتے، اس طرح کہ دونوں ہاتھ ملا کر سر کے نیچے رکھتے اور پاؤں سمیٹ لیتے جس سے سر ”میم“، کہنیاں ”ح“، کمر ”میم“، پاؤں ”دال“ بن کر گویا حضور خاتم النبیین ﷺ کے اسم مبارک کا نقشہ بن جاتا۔ (۶۳) ان کے علاوہ بچپن کے بہت سے واقعات آپ کی فطانت و فراست پر شاہد عدل ہیں۔ (۶۴)

حلیہ:

مولانا احمد رضا خاں صورت و سیرت میں بھی یگانہ روزگار تھے۔ خواجہ حسن نظامی نے، جو مولانا بریلوی کے معاصرین میں سے تھے، معاصر علماء کے خاکے لکھے ہیں، فاضل بریلوی کا بھی خاکہ لکھا ہے:

درمیانہ قد، دبلا پن، گندمی رنگ، گنجان اور بڑی داڑھی، متین اور سنجیدہ چہرہ، انگلیاں
طویل، بھنوں میں گھنی، گردن اونچی، پیشانی چوڑی اور ناک لمبی کھڑی۔ (۶۵)

لباس:

آپ لباس بھی شرعی استعمال کرتے تھے۔ کرتا، پاجامہ، انگرکھا، عبا، عمامہ آپ کا پسندیدہ اور محبوب
لباس تھا، پنج وقتہ نماز جماعت سے ادا فرماتے اور عبا اور عمامہ کا ہر نماز میں اہتمام کرتے تھے۔

غذا:

آپ قلیل الغذاء تھے۔ کھانے میں ایک پیالی شوربا بکری کا بغیر مرچ کے اور ایک سو جی کا بسکٹ
استعمال فرماتے تھے۔ رمضان المبارک میں روزہ افطار کے بعد پان تناول فرماتے۔ سحری میں
ایک پیالی فیرنی اور ایک پیالی میں چٹنی آیا کرتی تھی، کسی نے معلوم کیا کہ حضرت فیرنی اور چٹنی
کا کیا جوڑ تو فرمایا:

”نمک سے کھانا شروع کرنا اور نمک ہی پر ختم کرنا سنت رسول ﷺ ہے۔“ (۶۶)

اہل دُول سے اجتناب:

امام احمد رضا نوابوں کی قصیدہ خوانی سے گریز کرتے تھے، جبکہ اس دور میں ارباب شعرو
سخن نوابوں کی مدح و ستائش میں مصروف تھے، مگر امام نے یہ ضمیر فروشی کبھی نہیں کی اس کی مثال
درج ذیل واقعہ سے دی جاسکتی ہے:

ایک مرتبہ نواب ناپارہ نے درخواست کی کہ احمد رضا میری تعریف میں کوئی منقبت یا
قصیدہ تحریر کریں، مگر فاضل بریلوی نے نواب کی عرضداشت پر ٹھوکر مار کر فرمایا۔

کروں مدح اہل دُول رضا

پڑے اس بلا میں میری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا

میرا دین پارہ ناں نہیں (۶۷)

اسی طرح امام احمد رضا انگریزوں اور ان کی حکومت کے سخت دشمن تھے، وہ ہمیشہ لفافہ پر
الثائٹ لگاتے تھے، اور فرماتے تھے کہ:

”میں نے جارج پنجم کا سر نیچا کر دیا“ (۶۸)

ایک مرتبہ مقدمہ کے سلسلہ میں عدالت میں طلب کیا گیا تو آپ نے حاضری سے
انکار کر دیا اور فرمایا کہ:

”جب میں انگریزوں کی حکومت کو تسلیم نہیں کرتا تو اس کے عدل و انصاف کو
کیسے تسلیم کر لوں“۔ (۶۹)

تصلب فی الدین:

مولانا احمد رضا کی شخصیت **الحب لله والبغض لله** کی درخشندہ تصویر تھی، اللہ
ورسول عزوجل ﷺ کے دشمن کو اپنا دشمن تصور کرتے تھے، اپنے مخالف سے کبھی درشت کلامی نہیں کی۔
امام احمد رضا کی حیات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ من احب لله
وابغض لله واعطى لله ومنع لله فقد استكمل الايمان (۷۰) کے مظہر تھے۔ (۷۱)
یہ حقیقت ہے کہ امام احمد رضا خاں میں سخت حدت تھی (۷۲) لیکن یہ سختی کیوں تھی اس
کے کیا اسباب تھے، یہ بات صاف ظاہر ہے کہ فاضل بریلوی ہر اس شخص کے دشمن تھے جو سرکارِ
دو عالم سے دشمنی رکھتا ہے اور ان کی شان میں کھل کر گستاخانہ الفاظ کہتا ہے، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود
صاحب نے شدت و حدت کے محرکات کو بڑے شرح و بسط کے ساتھ درج کیا ہے (۷۳)
”امام احمد رضا نے بھی اپنی تیزی ذہن اور شدت مزاجی کا حدیث کی روشنی میں مسکت
جواب دیا ہے:

ان الحدة تعترى فراء امتى لغرة القرآن فى اجوافهم (۷۴)

ایک اور حدیث میں ہے:

”الحدّة تعتری خيار امتی“ (۷۵)

تعلیم:

امام احمد رضا نے ابتدائی کتب مرزا غلام قادر بیگ (۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء) سے پڑھیں

(۷۶) اور علوم عقلیہ و نقلیہ میں کامل مہارت کے لئے درج ذیل علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

(۱) مولانا نقی علی خاں بریلوی (۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء)

(۲) مولانا عبدالعلی رامپوری (۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء)

(۳) مولانا شاہ ابوالحسنین احمد نوری مارہروی (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)

امام احمد رضا نے اپنی خداداد ذہانت کے سبب ۱۳ سال ۱۰ مہینے ۵ دن کی قلیل مدت

میں کمال حاصل کر لیا اور باضابطہ تکمیل تعلیم کر کے فراغت حاصل کی جس کا تذکرہ موصوف نے

خود اس طرح کیا ہے:

”لمنتصف شعبان ۱۲۸۶ الف ومأتین وست وثمانین وانا ذاك ابن

ثلاثة عشر عا ما وعشرة اشهر و خمسة ايام وفي هذا التاريخ فرضت

على الصلوة وتوجهت الى الاحكام۔ (۷۷)

اور اسی دن رضاعت کا شاہکار فتویٰ سپرد قلم کیا اور اسی تاریخ کو والد ماجد مولانا نقی علی

خاں نے فتویٰ نویسی کا اہم فریضہ عطا کیا۔ (۷۸) خود فاضل بریلوی نے اس کا تذکرہ یوں کیا ہے:

”منصب افتاء ملنے کے وقت فقیر کی عمر ۱۳ برس دس مہینہ چار دن تھی۔“ (۷۹)

امام احمد رضا نے اپنی فطری ذکاوت اور ذاتی مطالعہ سے اکثر و بیشتر علوم و فنون حاصل

کیے ان علوم کی تعداد ۵۴ تک پہنچتی ہے۔ یہ تمام تفصیلات امام احمد رضا نے حافظ الحرم شیخ اسمعیل

ظہیل کی سند اجازت میں تحریر کی ہے جس کا تاریخی نام یہ ہے:

”الاجازة الرضویة لمبجل مكة البهية“ (۸۰)

۲۳ ۱۳

فاضل بریلوی نے اس سند میں درج ذیل علوم و فنون کا ذکر کیا ہے:

- | | | | |
|------|----------------------|------|-----------|
| (۱) | علم قرآن | (۲) | اصول حدیث |
| (۳) | کتب فقہ جملہ مذاہب | (۳) | جدول مذهب |
| (۵) | علم العقائد و الکلام | (۶) | علم صرف |
| (۷) | علم بیان | (۸) | علم منطق |
| (۹) | علم فلسفہ مدنیہ | (۱۰) | علم ہیئت |
| (۱۱) | ہندسہ | (۱۲) | علم حدیث |
| (۱۳) | فقہ حنفی | (۱۳) | اصول فقہ |
| (۱۵) | علم تفسیر | (۱۶) | علم نحو |
| (۱۷) | علم معانی | (۱۸) | بدیع |
| (۱۹) | علم مناظرہ | (۲۰) | علم تکبیر |
| (۲۱) | علم حساب (۲) | | |

ان علوم و فنون کے بعد امام احمد رضا رقمطراز ہیں:

فهذه احدى وعشرون علماً اخذت جملها من ائمة العلماء خاتمة

المحققين سيدنا الوالد قدس سره الماجد (۸۱)

اکیس علوم و فنون کے بعد پھر دس علوم و فنون کا ذکر فرماتے ہیں:

- | | | | |
|-----|------|-----|-------|
| (۱) | قرأت | (۲) | تجوید |
|-----|------|-----|-------|

(۳) تصوف	(۴) سلوک
(۵) اخلاق	(۶) اسماء الرجال
(۷) سیر	(۸) تواریخ
(۹) لغت	(۱۰) ادب مع جملہ فنون

مذکورہ علوم و فنون کے بعد اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

مما لم اقرأه اصلاً على الاساتذہ لكن قریحتی فیہ رائدۃ لکون
ما تعلمت مغنیاً عن تعلمہ (۸۲)

بعد ازاں حسب ذیل علوم و فنون کا ذکر فرمایا:

(۱) ارثماطیقی	(۲) جبر و مقابلہ
(۳) حساب سنی	(۳) لوغارثمات
(۵) علم التوقیت	(۶) مناظرہ و مرایا
(۷) علم الاکر	(۸) زیجات
(۹) مثلث کروی	(۱۰) مثلث مسطح
(۱۱) ہیأة جدیدة	(۱۲) مربعات
(۱۳) جفر	(۱۴) زائرچہ
(۱۵) نظم عربی	(۱۶) نظم فارسی
(۱۷) نظم ہندی	(۱۸) نثر عربی
(۱۹) نثر فارسی	(۲۰) نثر ہندی
(۲۱) خط نسخ	(۲۲) خط نستعلیق
(۲۳) تلاوت مع تجوید	(۲۴) علم الفرائض

ان علوم و فنون کے بعد فاضل بریلوی رطب اللسان ہیں:

وحاشا لله ماقلته فخر او تمدحابل تحدثا بنعمة الكريم المنعم ولا اقول
انى ماهر مجيد فيها اوفى غيرها فما احويها وانما القصارى ادنى
مشاركة نسئال الله ان يجعلها مباركة وانا اعلم انى لاقل الطلبة فى
كل شئ على غلبة ولكن المولى سبحانه تعالى يرفع من يشاء - (۸۳)
امام احمد رضا نے جن علوم و فنون میں ید طولیٰ حاصل کیا ان میں کوئی نہ کوئی یادگار بھی
چھوڑی، ایک مقام پر اس کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ولسى فى كلها اوجلها تحريرات وتعليقات من زمن طلبى الى هذا
الحين ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء“ (۸۳)

امام احمد رضا کی اس حیرت انگیز صلاحیت کے سبب یہ کہنا بجا ہے کہ ان کی صلاحیت
وہی تھی، کسی نہیں، بلکہ منعم حقیقی کی طرف سے ایک انمول نعمت تھی جسے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندہ کو
عطا کرتا ہے۔

عقد مسنون:

امام احمد رضا کا عقد ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۴ء) میں حضرت شیخ فضل حسین صاحب کی
صاحبزادی، ارشاد بیگم صاحبہ سے ہوا۔ (۸۵) اس وقت امام احمد رضا خاں کی عمر ۲۰ سال تھی۔
مولانا احمد رضا کی شادی، عالم اسلام کے نوجوانوں کے لئے ایک عدیم المثال نمونہ تھی
، جس میں شرعی احکام اور سنت نبی اکرم ﷺ کو پوری طرح مد نظر رکھا گیا تھا۔

پٹنہ کا سفر:

امام احمد رضا ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں پٹنہ تشریف لے گئے اور وہاں مدرسہ حنفیہ اہلسنت
کے اجلاس میں تین گھنٹے علم و ادب پر ایک جامع و مانع تقریر فرمائی۔ (۸۶)

کلکتہ کا سفر:

۱۳۱۹ھ/۱۹۰۲ء میں امام احمد رضا کلکتہ گئے اور اہل کلکتہ کو علوم و فنون کی دولت سے

سیراب کیا۔ (۸۷)

حجاز کا پہلا سفر:

امام احمد رضا والد ماجد مولانا نقی علی خان کے ہمراہ ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں زیارت حرمین سے مشرف ہوئے علماء حجاز نے امام کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھا اور شیخ احمد زینی دحلان (مفتی شافعیہ) ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۶ء، عبدالرحمن سراج ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء (مفتی حنفیہ) اور امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل (۱۳۰۲ھ/۱۸۸۳ء) سے حدیث، فقہ، اصول، تفسیر اور دوسرے علوم و فنون کی سند حاصل کی۔ اس سفر کی مکمل تفصیل متعدد کتب میں دیکھی جاسکتی

ہیں۔ (۸۸)

دوسرا سفر:

۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں دوسری مرتبہ پھر زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔ اس سفر کی تفصیل مولوی عبدالحی (۸۹) نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”نزہۃ الخواطر“ میں دی ہے، اس کے علاوہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب (سابق پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج سکھر) (۹۰) نے اپنی تصنیف ”فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں“ (۹۱) اس سفر کا حال بڑے شرح و بسط کے ساتھ کیا ہے۔

سفر آخرت:

امام احمد رضا ان نابغہ روزگار ہستیوں میں سے تھے جن کے دل میں فرائض الہیہ کی

عظمت بدرجہ اتم تھی، چنانچہ فاضل بریلوی جب شدید علالت میں مبتلا ہوئے اور گھر میں صوم و صلوة کی پابندی ناممکن سی ہو گئی تو آپ نے اپنے حق میں فتویٰ صادر کیا کہ پہاڑ پر سردی کے باعث روزہ ممکن ہے۔ چنانچہ کوہ بھوالی جا کر صوم و صلوة میں مشغول ہوئے، بریلی شریف واپسی پر وصال سے صرف دو ہفتہ قبل آپ نے سفر آخرت کی درج ذیل آیت کریمہ سے ایسی دلجمعی اور اطمینان قلب کے ساتھ خبر دی گویا کوئی دنیا میں کسی سفر مبارک پر روانہ ہو رہا ہو۔ (۹۲)

ویطاف علیہم بانیۃ من فضة واکواب (۹۳)

۴۰.....۱۳

جب اس شدت علالت کی خبر پھیلی تو (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) تو کوہ بھوالی پر آپ کے ارادت مند کثیر تعداد میں جمع ہو گئے، اگرچہ مرض کا زبردست عارضہ تھا مگر عشق رسول ﷺ کی چنگاری دل و جان میں بھڑک رہی تھی، رہ رہ کر توصیف رسول ﷺ میں اپنے لب کو جنبش دیتے اور مسلمانوں کے لئے حسن خاتمہ کی دعا کرتے۔ بریلی واپسی پر ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء، جمعہ مبارک کو وصال سے دو گھنٹہ سترہ منٹ قبل تجہیز و تکفین وغیرہ سے متعلق اہم وصایا قلمبند کرائے اور آخر میں بارہ بجکر انیس منٹ پر خود دست اقدس سے حمد و درود شریف کے مندرجہ ذیل کلمات تحریر فرمائے:

واللہ شہید ولہ الحمد

وصلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علی شفیع المذنبین والہ الطیبین
وصحبہ المکرمین و ابنہ و حزبہ الی ابد الابدین، آمین آمین
والحمد للہ رب العالمین۔ (۹۴)

اور عین اذان جمعہ کے درمیان، ۲ بجکر ۳۸ منٹ پر ”حی علی الفلاح“ کی آواز سنتے ہی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (۹۵) وصال کے وقت مولانا حسین رضا خاں وہاں موجود تھے، آپ ان کے سفر آخرت کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں:

”آپ کے غسل میں سادات کرام علماء عظام موجود تھے۔ سید اظہر علی نے لحد کھودی، حسب وصیت صدر الشریعہ مولانا امجد علی نے غسل دیا اور پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری (سابق صدر شعبہ دینیات، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ) مولانا محمد رضا خاں، سید محمود جان، سید ممتاز علی وغیرہ، پانی دینے میں مصروف تھے۔“ (۹۶)

امام احمد رضا کے معتقدین کا جم غفیر تھا، تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی، چھوٹا بڑا دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا، ہر شخص آخری دیدار کے لئے بیقرار تھا۔ غسل و کفن کی تکمیل کے بعد آپ کا آخری دیدار کرایا گیا۔ اس وقت عقیدت مندوں کا حال ایسا ہی تھا جیسے شمع کی لو پر پروانوں کا ہوتا ہے۔ عید گاہ میں جنازہ کی نماز ادا کی گئی اور محلہ سودا گراں (رضانگر) ہی میں اپنے قائم کردہ مدرسہ دارالعلوم منظر اسلام کے شمالی جانب مدفون ہوئے۔

اولاد امجاد:

امام احمد رضا خاں کے یہاں دو صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ دونوں صاحبزادگان اپنے عہد کے فقید المثال عالم ہوئے۔

(۱) مولانا حامد رضا خاں:

صاحبزادہ اکبر مولانا حامد رضا خاں کی ولادت ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۵ء کو محلہ سودا گراں بریلی

میں ہوئی۔ (۹۷)

امام احمد رضا نے اپنے فرزند ارجمند کا نام حسب دستور محمد تجویز کیا اور لقمی نام حامد رضا مقرر کیا گیا، ارباب علم و فن نے آپ کو حجۃ الاسلام جیسے عظیم الشان خطاب سے نوازا۔ (۹۸) علوم عقلیہ و نقلیہ کی تمام درسیات والد ماجد ہی سے حاصل کی اور ۱۹ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے، ۱۳۲۴ھ میں زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔ وہاں شیخ العلماء محمد سعید بالصیل مکی اور

مولانا سید احمد برزنجی کے حلقہٴ درس میں شمولیت کی اور علماء و مشائخ نے سندیں عطا کیں۔

حجۃ الاسلام عادات و اطوار، اخلاق و گفتار، زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے، علوم و فنون کے بحرِ خار ہونے کے ساتھ قوتِ گویائی کا عدیم النظیر ملکہ آپ کو حاصل تھا۔ خطابت کے میدان میں اپنے دور کے وہ بہترین شہسوار تھے۔

مولانا حامد رضا کا تقویٰ اور اتباعِ شریعت میں انہماک کی مثال اس واقعہ سے دی جاسکتی ہے۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ آپ کے بدن پر ایک پھوڑا نکل آیا جس کا آپریشن بے حد ضروری تھا، چنانچہ اس سلسلہ میں ڈاکٹروں سے رابطہ قائم کیا گیا۔ ڈاکٹروں نے پھوڑے کے آپریشن کیلئے بیہوشی کا انجکشن لگانا چاہا تو منع فرمایا اور فرمایا میں انجکشن نہیں لگواؤں گا۔ چنانچہ حالتِ ہوش میں دو گھنٹے تک آپریشن ہوتا رہا اور آپ گفتگو فرماتے رہے اور درود شریف کے ورد میں منہمک ہو کر درود کرب کو تبسم میں تبدیل کیا۔ ڈاکٹر آپ کے تقویٰ اور روحانی قوت کو دیکھ کر انگشتِ بندناں رہ گئے۔ (۹۹)

مولانا ضیاء الدین پیلی بھتی (خلیفہ فاضل بریلوی) نے اپنی ایک تصنیف جسے انہوں نے مسئلہ علم غیب میں تحریر فرمایا تھا، آپ سے تقریظ لکھنے کیلئے فرمایا۔ آپ نے قلم برداشتہ عربی میں وسیع تقریظ تحریر فرمادی۔ (۱۰۰) اس طرح والد ماجد کے ارشاد پر رسالہ ”کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم“ پر فی البدیہہ تمہید قلمبند فرمادی (۱۰۱)۔ درحقیقت آپ کی یہ تمام خوبیاں اور صلاحیتیں امام احمد رضا کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھیں۔

حجۃ الاسلام جہاں عربی ادب پر فوقیت رکھتے تھے، تو اسی کے ساتھ تاریخ گوئی میں بھی عدیم النظیر تھے۔ مسجد جنکشن (بریلی) جب مکمل ہوئی تو احباب نے تاریخ کیلئے فرمائش کی آپ نے برجستہ عربی میں چند قطعے تحریر فرمادیئے جس کا آخری مصرع حسب ذیل ہے۔

قلت سبحان ربی الاعلیٰ

(۴۷۴)

مسجد اسس علی التقوی

(۸۵۴)

مجموعہ: (۱۳۲۸ھ) (۱۰۲)

اسی طرح والد ماجد اور ان کے دوست مولانا عبدالکریم درس کی رحلت پر متعدد تاریخیں

رقم فرمائیں۔ (۱۰۳)

امام احمد رضا نے آپ کو منظر اسلام کا مدرس مقرر کیا۔ آپ نے اس درس گاہ سے سیکڑوں

فرزندان اسلام کو علوم و فنون کی دولت سے مالا مال کیا۔ ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ھ کو نماز

کے دوران حالت تشہد میں عالم فانی سے رخصت ہو کر جو رحمت الہی میں جا بسے۔ (۱۰۴) نماز

جنازہ محدث اعظم مولانا سردار احمد علیہ الرحمۃ نے پڑھائی اور احاطہ رضا میں مدفون ہوئے۔

تصانیف:

- (۱) مجموعہ فتاویٰ
- (۲) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی
- (۳) ترجمہ الدولة المکیہ بالمادة الغیبتة
- (۴) ترجمہ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین
- (۵) نعتیہ دیوان
- (۶) حاشیہ ملا جلال
- (۷) سدالفرار
- (۸) مقدمة الاجازات المتینہ لعلماء بکة والمدینہ (۱۰۵)

مولانا مفتی مصطفیٰ رضا خاں:

الرحمن مصطفیٰ رضا بن امام احمد رضا خان محلہ سوداگراں (بریلی) میں ۲۲ رزی
 الحجہ ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے (۱۰۶) اصل نام محمد ہے، جبکہ عرفیت مصطفیٰ رضا خان
 قرار پائی۔ شاہ ابوالحسین نوری مارہروی علیہ الرحمۃ نے آپ کا اسم شریف الرحمن ابو
 البرکات محی الدین جیلانی رکھا۔ تین برس کی عمر میں رسم بسم اللہ شریف ہوئی۔ ابتدائی تعلیم
 والد ماجد سے حاصل کی اور علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کیلئے والد ماجد نے جامعہ رضویہ منظر اسلام
 میں داخل فرمایا جہاں انہیں شاہ رحم الہی منگلوری اور برادر اکبر مولانا حامد رضا خاں جیسی
 شخصیتوں کی سرپرستی حاصل ہوئی (۱۰۷) اور والد ماجد سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کے بعد
 آپ دارالعلوم منظر اسلام میں مسند تدریس پر فائز ہوئے اور آپ نے سرچشمہ علم و حکمت سے
 ہزاروں تشنگانِ علوم و فنون کو سیراب کیا۔ علوم قدیمہ و جدیدہ پر دسترس کے اعتبار سے آپ اپنے
 والد ماجد کا پرتو تھے۔

مولانا مصطفیٰ رضا کو فتویٰ نویسی سے بہت دلچسپی تھی۔ سب سے پہلے آپ نے
 نوعمری میں رضاعت کا فتویٰ قلمبند کیا جس سے امام احمد رضا کے خلیفہ مولانا ظفر الدین
 بہاری علیہ الرحمۃ بہت متاثر ہوئے۔ آپ کے ساتھ ہی والد ماجد نے ”صح الجواب بعون
 الملک الوہاب“ لکھوا کر اس فتوے کی تصدیق فرمائی اور ان کے مکمل نام ”ابوالبرکات محی
 الدین جیلانی الرحمن محمد عرف مصطفیٰ رضا“ کی مہربنوا کر عطا فرمائی۔ (۱۰۸)

درحقیقت مولانا مصطفیٰ رضا خاں اس خانوادہ کے نیر تاباں تھے جو عشق
 رسول ﷺ میں ممتاز و منفرد تھے، آپ خلوص و للہیت، زہد و تقویٰ، فقر و غناء، جو دو سخا، حلم
 بردباری، احسان و ایثار، طہارت و پاکیزگی، ضبط و تحمل، صبر و رضا اور ایمان و ایقان کے فقید

المثال پیکر تھے اور تہلب فی الدین میں ان کی حیثیت نمایاں تھی۔ فتویٰ و فتویٰ میں ان کے دور میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ اس لئے جید علماء پاک و ہند نے آپ کو مفتی اعظم کے خطاب سے نوازا۔ ۱۳۹۰ھ میں آپ بغیر فوٹو کے حج بیت اللہ اور زیارت رسول مقبول ﷺ سے مشرف ہوئے اور ۱۳ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ / ۱۲ نومبر ۱۹۸۱ء کو انتقال ہوا۔ (۱۰۹)

آپ کے جنازہ میں برصغیر کے عقیدتمندوں کا زبردست ہجوم تھا۔ اخباری نامہ نگاروں کے مطابق حاضرین کی تعداد ۲۰ لاکھ پر مشتمل تھی۔ یہ سب دفعتاً ہوا تھا۔ روحِ قفسِ عنصری سے پرواز ہوتے ہی اس کی اطلاع جنگل کی آگ کی طرح ملک و بیرون ملک میں پھیل گئی اور صبح ہوتے ہی پورا شہر عقیدتمندوں کے ہجوم میں ڈوب گیا، راقم الحروف نے وہ منظر خود نگاہوں سے دیکھا ہے اور اسی اثر و حام میں جنازہ کی نماز ادا کی ہے۔

• مولانا سید محمد مختار اشرف صاحب (سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ، کچھو چھو، فیض آباد) نے نماز جنازہ پڑھائی پھر اسلامیہ انٹر کالج (بریلی) کے وسیع و عریض میدان سے آپ کو محلہ سوداگران (رضانگر) پہنچایا گیا۔ مدرسہ منظر اسلام و مظہر اسلام کے طلباء، اساتذہ، علماء اور مشائخ نے آپ کو فاضل بریلوی کے قرب میں دفن کیا۔ آخری منظر کی جملہ تفصیلات ان کی شخصیت پر نکالے گئے۔ مختلف اخبار و جرائد کے خصوصی نمبروں کے علاوہ ”مفتی اعظم ہند اور ان کے خلفاء“ مصنفہ شہاب الدین رضوی، مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی اور ”تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ“ مصنفہ مولانا عبدالجنتی رضوی مطبوعہ اکیڈمی مشائخ قادریہ رضویہ بنارس میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ (۱۱۰)

مفتی اعظم ہند قلم کے شہسوار تھے۔ زبان اکثر خاموش رہتی۔ بلاوجہ بولنے سے دریغ کرتے۔ کم گوئی ان کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ خطابت کی دنیا سے ہٹ کر آپ نے لوح و قلم کی پرورش کی اور افکار و خیالات کے جواہر پارے زینتِ قرطاس

بنائے۔ ان کی تمام تر تصانیف کا احاطہ تو نہیں ہو سکا البتہ درج ذیل کتابیں ان کی شاہکار تصانیف میں شمار کی جاسکتی ہیں:

- (۱) الموت الاحمر على كل النجس اكفر ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء
- (۲) النكتة على مرآة كلکة ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء
- (۳) الكادى فى العادى و الغادى ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء
- (۴) ادخال السنان الى الحنك الحلقى بسط البنان ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء
- (۵) القثم القاصم ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء
- (۶) اشد الناس على عابد الخناس ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء
- (۷) القول العجيب فى جواز التثويب ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء
- (۸) القسورة على ادوار الحمر الكفرة ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء
- (۹) الملفوظ (حصه اول - دوم - سوم - چهارم) ۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء
- (۱۰) الطارى الدارى لهفوات عبد البارى (اول - دوم - سوم)
۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء
- (۱۱) الرمح الديانى على راس الوسواس الشيطانى ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء
- (۱۲) حجة واهره بوجوب الحجة الحاضرة ۱۳۴۲ھ / ۱۹۲۳ھ
- (۱۳) تنوير الحجة بالتواء الحجة
- (۱۴) الحجة الباهرة بوجوب الحجة البارة
- (۱۵) داڑھی کا مسئلہ
- (۱۶) سامان بخشش، نعتیہ کلام ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء
- (۱۷) سيف الجبار

- (۱۸) شفاء العی فی جواب سوال بمبئی
- (۱۹) طرق الہدی والارشاد الی احکام الامارة و الجهاد ۱۳۳۱ھ/۱۹۲۲ء
- (۲۰) فتاویٰ مصطفویہ (تین جلدیں)
- (۲۱) کشف ضلال دیوبند (حواشی و تکمیلات الاستمداد)
- (۲۲) مقتل اکذب واجہل ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء
- (۲۳) نور الفرقان بین جند اللہ و احزاب الشیطان ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء
- (۲۴) وقایة اهل السنہ عن مکر دیوبند و الفتنة ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء
- (۲۵) وقعات السنان فی حلقہ مسماة بسط البنان ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء
- (۲۶) الہی ضرب بہ اهل الحرب ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء
- (۲۷) نہایة السنان ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء
- (۲۸) صلیم الدیان لتقطیع حبالہ الشیطان ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء
- (۲۹) سیف القہار علی العبد الکفار ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء
- (۳۰) نفی العار من معائب المولوی عبد الغفار ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء
- (۳۱) وہابیہ کی تقیہ بازی
- (۳۲) مسائل سماع
- (۳۳) نور العرفان
- (۳۴) ہشتاد بید و بند بر مکال دیوبند
- (۳۵) طرد الشیطان
- (۳۶) سلک مراد آباد پر معترضانہ ریمارک
- (۳۷) سل الحسام الہندی لنصرة سيدنا خالد النقشبندی

- (۳۸) کانگریسوں کا رد
 (۳۹) حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد اول
 (۴۰) ترتیب فتاویٰ رضویہ جلد دوم
 (۴۱) حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد سوم
 (۴۲) حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم
 (۴۳) حاشیہ تفسیر احمدی (قلمی)
 (۴۴) حاشیہ فتاویٰ عزیز یہ (قلمی) (۱۱۱)
 (۴۵) مقتل کذب و کید ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۳ء

اساتذہ:

امام احمد رضا کے اساتذہ کی فہرست بہت مختصر ہے۔ آپ کے اساتذہ میں والد ماجد مولانا نقی علی خان (۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء) کی عبقری شخصیت سرفہرست ہے۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جس کے اساتذہ کی فہرست طویل ہوتی ہے وہ اتنا ہی نابغہ روزگار ہوتا ہے اسی وجہ سے بعض ارباب علم و دانش اساتذہ کی طویل فہرست پیش کرتے ہیں، مگر یہ دلیل شاگرد کے تبحر علمی و فنی کیلئے درست نہیں ہے بلکہ استاد کی محققانہ صلاحیت و عارفانہ بصیرت اور شاگرد کی انتھک جدوجہد پر اس کا اظہار ہوتا ہے۔

امام احمد رضا کی نادر الوجود شخصیت ان صفات عالیہ کی سنگم تھی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا غلام قادر بیگ بریلوی، مولانا عبدالعلی رامپوری اور ابوالحسین نوری تھے۔ مولانا عبدالعلی رامپوری سے صرف شرح چغمنی کے چند اسباق پڑھے اور ۲۱ علوم و فنون کی تحصیل مولانا نقی علی خاں سے کی۔ (۱۱۲) مزید برآں باختلاف روایات ۵۵

سے زائد علوم و فنون کی تحصیل طبع سلیم کی بناء پر کی اور ان علوم و فنون میں چھوٹی بڑی ہزار سے زائد کتب و رسائل اور حواشی تحریر فرمائے۔ (۱۱۳)

مرزا غلام قادر بیگ:

آپ کا اسم گرامی غلام قادر، خطاب مرزا بیگ (عطا شدہ از شاہان مغلیہ) تھا، آپ کی ولادت ۲۵ جولائی ۱۸۲۷ء یکم محرم ۱۲۴۳ھ کو محلہ جھوائی ٹولہ (لکھنؤ) میں ہوئی (۱۱۳)، چند ماہ قیام کے بعد والد ماجد نے لکھنؤ کو خیر باد کہہ کر جامع مسجد (بریلی) کے شرق میں قلعہ سے متصل ایک مکان میں مستقل سکونت اختیار کی اور تکمیل معاصر علماء کرام سے کی اور درس و تدریس میں مصروف ہوئے، آپ بریلی کے سیکڑوں تشنگان علوم و فنون کو قلعہ سے متصل جامع مسجد بریلی میں سیراب کیا کرتے تھے، مگر امام احمد رضا خاں کو صغریٰ اور قدیم تعلقات کی بناء پر مکان ہی پر درس دیتے تھے۔ میزان منشعب و دیگر کتب متداولہ کی تعلیم آپ نے فاضل بریلوی کو مرحمت فرمائی۔ جب امام احمد رضا فارغ التحصیل ہوئے تو مرزا صاحب نے ہدایہ کا درس موصوف سے لیا، یعنی استاد شاگرد اور شاگرد استاد بن گئے۔

مرزا غلام قادر بیگ کے دو فرزند اور چند لڑکیاں تھیں۔ فرزند اکبر مولانا غلام حکیم عبدالعزیز بیگ، ایام شباب میں کلکتہ جا کر سکونت پذیر ہو گئے اور فرزند ثانی بریلی میں اپنے والد ہی کے پاس رہے۔

مولانا عبدالقادر بیگ آخر عمر میں کلکتہ گئے اور چند ماہ قیام کے بعد پھر بریلی آئے۔ کلکتہ سے موصوف فاضل بریلی سے مراسلت بھی کرتے تھے۔ یہ مراسلت علمی و تحقیقی نوعیت کی ہے۔ ایک مرتبہ موصوف نے امام احمد رضا سے عظمت رسالت سے متعلق کچھ دریافت کیا تو آپ نے اس کے جواب میں ”تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین تحریر فرمائی

(۱۱۵) یکم محرم الحرام ۱۳۳۶ھ / ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۷ء کو طویل عمر پا کر اس جہان فانی سے رخصت ہوئے اور حسین باغ (باقر گنج) میں دفن کئے گئے۔ (۱۱۶)

مولانا عبدالعلی رامپوری:

مولانا عبدالعلی کی شخصیت بوقلموں صفات کی حامل ہے۔ آپ کی ولادت رامپور (شہر) میں ہوئی اور وہیں تربیت پائی، ابتدائی تعلیم مولوی حیدر علی ٹونگی اور مولانا شرف الدین رامپوری (۱۲۲۸ھ) سے حاصل کی اور علوم عقلیہ و نقلیہ کا درس شاہ اسحاق دہلوی اور حکیم صادق علی دہلوی سے لیا اور بحر العلوم علامہ فضل حق خیر آبادی سے حاشیہ قدیمہ اور جدیدہ پڑھ کر معقولات میں کمال پیدا کیا۔ صاحب نزہۃ الخواطر آپ کے تبحر علمی کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

”احد الافاضل المشهورین فی المنطق والحکمة

وسائر الفنون الرياضیة“ (۱۱۷)

مدرسہ عالیہ رامپور میں مدرس اول تھے۔ باذوق طلباء کی جماعتوں کو آپ تعلیم دیتے تھے، سیکڑوں تشنگان علم نے آپ کے علمی پنگھٹ سے سیرابی حاصل ہے۔ تقریباً ۱۲۹۱ھ میں فاضل بریلوی رامپور حاضر ہوئے اور ان سے شرح چغمنی کے چند اسباق کا درس لیا۔ (۱۱۸) ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء میں انتقال ہوا۔ (۱۱۹)

شاہ ابوالحسین نوری:

ابوالحسین احمد نوری ابن شاہ ظہور حسن ابن سید شاہ ال رسول مارہروی علیہم الرحمۃ ۱۹ شوال ۱۸۳۹ء کو مارہرہ (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ (۱۲۰) شاہ ال رسول علیہ الرحمۃ کو آپ سے والہانہ محبت تھی۔ خانقاہ برکاتیہ کے سجادگان سے کسب فیض کر کے علوم و فنون

میں یدِ طولیٰ حاصل کیا۔ آپ بیک وقت بیشتر علوم و فنون میں مہارت رکھتے اور ساتھ ہی راہِ طریقت کے شیخ المشائخ بھی تھے۔ آپ کے عقیدتمندوں کا سلسلہ بہت وسیع تھا اور آج بھی اس خاندان کا چراغ درخشندہ و تابندہ ہے۔ صاحبِ نزہۃ الخواطر نے علمی و فنی جلالتِ قدر اور مومنانہ فراست کا ذکر اس طرح کیا ہے:

”کان شیخاً صالحاً غراً کریماً ضخماً ربع القامة

حسن المحاضرة“ (۱۲۱)

امام احمد رضا نے علمِ جفر، علمِ تفسیر، اور علمِ تصوف کی تعلیم انہیں سے حاصل کی۔

فاضل بریلوی خود فرماتے ہیں:

”۱۲۹۶ھ میں حضرت سید ال رسول مارہروی علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا

تو قبل وصال مجھے سیدنا شاہ ابوالحسین نوری، اپنے ابن الابن ولی عہد

و سجادہ نشین، کے سپرد کیا۔ حضرت نوری میاں صاحب سے بعض علوم

طریقت علمِ تفسیر و علمِ جفر وغیرہ میں نے حاصل کئے“۔ (۱۲۲)

اس کے علاوہ ہندوستان کے مشہور خانوادہ علم کے مشہور عالم دین مولانا عبدالحی

لکھنوی نے ان سے کسب فیض کیا ہے۔ اس کا اعتراف انہوں نے خود کیا ہے، لکھتے ہیں:

”اخذت عنہ المسلسل بالاولیة“ (۱۲۳)

مولانا ابوالحسن نوری نے مذکورہ علوم و فنون میں بیشتر تصانیف یادگار چھوڑی

ہیں۔ ذیل میں اس تصنیف کو بیان کیا گیا ہے جس کا ذکر مولانا عبدالحی نے اپنی کتاب

میں پیش کیا ہے،

(۱) النور والبہاء فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء

مشائخِ طریقت:

امام احمد رضا کے اساتذہ کے بعد ان شیوخ مجیزین کا ذکر کیا جا رہا ہے، جنہوں نے فاضل بریلوی کو حدیث، فقہ، اصول فقہ، تفسیر اور دیگر علوم و فنون کی اسناد عطا کیں۔

امام احمد رضا دو مرتبہ حرمین طیبین تشریف لے گئے جس کی مکمل فہرست اسناد کی بحث میں دیکھی جاسکتی ہے، (۱۲۴) سردست اس کا اجمالی ذکر پیش کیا جا رہا ہے۔

ایک دن فاضل بریلوی نے نماز مغرب مقام ابراہیم علیہ السلام میں ادا فرمائی۔

نماز کے بعد امام شافعیہ شیخ حسین بن صالح (۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء) بغیر کسی سابقہ تعارف کے

ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنے گھر لے گئے اور صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت

اپنے دستخط خاص سے عطا فرمائی۔ (۱۲۵) اس کے علاوہ حجاز میں جن مشائخ عظام نے فاضل

بریلوی کو سندیں عطا کیں ان میں شیخ احمد بن زینی دحلان (۱۳۰۴ھ/۱۸۸۴ء) (مفتی

شافعیہ) اور عبدالرحمن سراج مکی (۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء) (مفتی حنفیہ) شامل ہیں۔ (۱۲۶) ان

مشائخ کے علاوہ امام احمد رضا کو شاہ ال رسول مارہروی ۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء سے بھی سند

حدیث و سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت حاصل تھی۔ (۱۲۷) رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ

شیخ احمد بن زینی دحلان علیہ الرحمۃ:

آپ بلاشبہ ایک نابغہ روزگار بزرگ شخصیت تھے، جن کی علمی فقہی بصیرت مسلمہ

ہے۔ ان کے کثیر کارنامے قوم و ملت کے لئے سرمایہ افتخار ہیں۔ آپ کی ساری حیات اتباع

سنت اور عشق رسول ﷺ میں بسر ہوئی۔

شیخ احمد بن زینی دحلان کی ولادت حرمین طیبین میں ۱۳۳۲ھ/۱۸۱۶ء کو ہوئی۔

(۱۲۸) علمی ماحول میں نشوونما ہونے کے سبب عہد طفلی ہی سے علم و ادب میں گہرا شغف

رکھتے تھے۔ اہل علم کے حلقہ درس میں شامل ہو کر علوم عقلیہ و نقلیہ میں دسترس حاصل کی اور آسمان علم و فن پر نیر تاباں بن کر چمکے۔ مذہب شافعی کے افتاء جیسے اہم منصب کو آپ نے سنبھالا۔ علماء عرب کی نظر میں آپ کی قدر و قیمت بیحد تھی۔ عرب و عجم کے علماء نے آپ سے استفقاء کیا ہے، جن کی ایک طویل فہرست ہے۔ ہندوستان کی دو مشہور شخصیتیں جنہیں آپ کی خرمن علم سے وافر حصہ ملا ہے، ان میں ایک مولانا عبدالحی فرنگی محلی اور دوسرے امام احمد رضا خاں ہیں۔ اپنے اس کتاب علم کا اعتراف امام احمد رضا نے ان الفاظ میں کیا ہے:

”میں نے مکہ میں شیخ احمد بن زینی دحلان مکی سے ۱۳۳۲ھ میں تعلیم حاصل کی“ (۱۲۹)

شیخ نے مولانا احمد رضا کو سند حدیث و فقہ، اصول فقہ و تفسیر اور دیگر علوم و فنون عطا کئے۔ (۱۳۰) ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۰ء میں آپ نے وفات پائی۔ آپ نے متعدد علوم و فنون پر طبع آزمائی کی ہے۔ ان کی جتنی کاوشوں تک رسائی ہو سکی ہے وہ حسب ذیل ہیں:

- (۱) الجداول المرضیہ فی تاریخ الدول الاسلامیة
- (۲) خلاصة الکلام فی امراء البلد الحرام
- (۳) الفتح المبین فی فضائل الخلفاء الراشدين و اهل البيت الطاهرين
- (۴) الفتوحات الاسلامیة
- (۵) الدار السنیة
- (۶) السیرة النبویة
- (۷) تنبیہ الغافلین
- (۸) رساله فی الرد علی الوهابیة (۱۳۱)

شاہ ال رسول مارہروی علیہ الرحمۃ :

شاہ ال رسول رحمۃ اللہ علیہ تیرھویں صدی کے جلیل القدر بزرگ تھے۔ ۱۲۰۹ھ

میں ولادت ہوئی اور عم محترم (اچھے میاں) اور شاہ ال برکات (ستھرے میاں) کی صحبت میں پرورش پائی اور ابتدائی کتابیں مولانا عین الحق شاہ عبد المجید بدایونی اور مولانا سلامتہ اللہ کشنی بدایونی سے پڑھیں اور تکمیل ملا نور صاحب اور مولانا عبد الواسع سے کی۔ ۱۳۲۶ھ میں علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کے بعد فراغت پائی۔ (۱۳۲) والد ماجد کے حکم کے بموجب مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے درس میں شریک ہوئے۔ شاہ صاحب نے صحاح ستہ کے دورہ کے بعد سلاسل حدیث و طریقت کی سند مرحمت کی۔ ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں احمد رضا خاں اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں کے ہمراہ شاہ ال رسول کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سلسلہ قادریہ میں بیعت ہو کر اجازت و خلافت اور سند حدیث سے مستفید ہوئے اور پیر و مرشد کی فرمائش پر شجرہ عالیہ قادریہ برکاتیہ بہ صیغہ درود شریف قلم برداشتہ عربی میں تحریر فرمایا جو فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہے۔ (۱۳۲)

حسین بن صالح جمل اللیل علیہ الرحمۃ: (۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء)

حسین بن صالح علیہ الرحمۃ چودھویں صدی ہجری کے جلیل القدر عالم عدیم النظر فقیہ، فقید المثال محدث، ولی کامل اور عدیم المثال شاعر تھے۔ آپ کی بے مثال شخصیت نے اپنے عہد کو متاثر کیا۔

موصوف کے حالات جدوجہد کے بعد بھی کسی کتاب میں نہیں مل سکے، البتہ آپ کا اجمالی ذکر رحمن علی نے تذکرہ علماء ہند اور مولانا احمد رضا خاں نے النیرۃ الوضیہ فی شرح جوہرۃ المضیہ (۱۲۹۵ھ) میں کیا ہے۔

موصوف نے امام احمد رضا کو صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے مرحمت فرمائی، جبکہ مولانا احمد رضا خاں پہلی مرتبہ ۱۲۹۵ھ-۱۸۷۸ء میں اپنے

والد مکرم کے ساتھ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔

شیخ کی امام احمد رضا سے اس وقت ملاقات ہوئی جبکہ موصوف مقام ابراہیم علیہ السلام پر نمازِ مغرب ادا فرما رہے تھے۔ شیخ فاضل بریلوی کو دیکھ کر متحیر رہ گئے اور بعد نماز امام شافعیہ بغیر کسی تعارف کے امام احمد رضا کا ہاتھ پکڑ کر گھر لے گئے اور آپ کی پیشانی مبارک کو تادیر پکڑے رہے اور فرمایا ”انسی لاجد نور اللہ من هذا الجبین“ اس کے بعد سندات و اجازات کی دولت سے سرفراز کیا اور ارشاد فرمایا:

”تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے“ (۱۳۴)

اس کے بعد موصوف نے اپنی گرانقدر تصنیف ”الجوہرۃ المضيئۃ“ کے چند اوراق سنائے۔ یہ کتاب مناسک حج میں شافعی مذہب کے مطابق تھی۔ موصوف نے اس کے ترجمہ اور توضیح کیلئے کہا۔ امام احمد رضا نے بغیر کسی کتاب کی مدد کے دو دن میں اس کی شرح فرمائی اور اس کا تاریخی نام

”النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوہرۃ المضيئۃ“ رکھا۔ (۱۳۵)

پھر اس پر بعض تعلیقات و حواشی کا اضافہ فرمایا اور اس کا نام:

”الطرة الرضية على النيرة الوضیۃ“ رکھا۔ (۱۳۶)

عبدالرحمن سراج مکی علیہ الرحمۃ: (۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳)

عبدالرحمن بن عبداللہ بن سراج حنفی مکی علیہ الرحمۃ کی ولادت باسعادت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ کو نام سے کم اور لقب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ علم فقہ اور اصول فقہ وغیرہ میں وحید عصر تھے۔

شیخ عبدالرحمن نے مولانا احمد رضا کو مکہ مکرمہ میں حدیث، تفسیر اور اصول فقہ کی

سندیں عطا کیں، جبکہ فاضل بریلوی پہلی بار اپنے والد ماجد مولانا تقی علی خاں کے ہمراہ حرمین شریفین اور حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

مولانا سراج جہاں زبردست محدث و فقیہ تھے تو اسی کے ساتھ ساتھ آپ کثیر التصانیف بھی تھے۔ جن کتابوں کا علم ہو سکا ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) ضوء السراج علی جواب المحتاج

(۲) مجموعة الفقه (۱۳۷)

[نوٹ: اوپر مذکور تمام احمد رضا قدس سرہ کے تینوں عرب اساتذہ کرام علامہ شیخ احمد بن زینی دحلان، علامہ حسین بن صالح جمل اللیل اور علامہ عبدالرحمن سراج مکی رحمہما اللہ کے حالات ماہنامہ ”معارف رضا“ میں قسط وار شائع ہوئے ہیں۔ مضمون نگار جناب بہاؤ الدین شاہ، چکوال، پاکستان ہیں۔ ملاحظہ ہو ماہانہ معارف رضا اپریل ۲۰۰۰ء تا جون ۲۰۰۱ء۔ اس کے علاوہ امام احمد رضا کے تقریباً تمام عرب اساتذہ و عرب خلفاء و تلامذہ و مقررین الدولة المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، فتاویٰ الحرمین برجف ندوة المین“ اور حسام الحرمین وغیرہ کا ذکر اور سوانحی خاکہ نظم الدرر فی اختصار نشر النور والذہر (مخطوط) مرتبہ شیخ عبداللہ غازی الہندی میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ کتاب شیخ الخطباء، جسٹس مکہ مکرمہ، حضرت شیخ عبداللہ مرداد شہید علیہ الرحمۃ (م ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء) کی تصنیف نشر النور (مخطوط) کا خلاصہ ہے۔ نظم الدرر کا مخطوط بخط مرتب جدہ یونیورسٹی کی مرکزی لائبریری میں واقع ذخیرہ کتب شیخ محمد نصیف میں موجود ہے۔ نیز مکتبہ حرم مکی میں اس کا ایک اور مخطوط اور اس کی فوٹو کاپی زیر نمبر ۱۴۲۳، ۳۵۷۳ موجود ہیں۔ (وجاہت، بحوالہ علماء مکہ کے حالات پر عربی کتب، ۱۳۰۰ھ-۱۴۲۲ھ، تالیف: عبدالحق انصاری، ناشر بہاؤ الدین زکریا لائبریری، ضلع چکوال، پاکستان، ص: ۱۰ تا ۲۱)]

اسناد:

امام احمد رضا کو عرب و عجم کے بیشتر علماء سے سند حاصل تھی، مگر سلسلہ طریقت میں خاندان مارہرہ مطہرہ کے ہر نفوس سے ان کو والہانہ عقیدت تھی۔ ان کی عقیدت کا مرکز خاندان مارہرہ تھا۔ یہی وہ چوکھٹ تھی جہاں شاہان وقت نے جبین سائی کی ہے۔ موصوف

نے بھی اس در کی جبیں سائی کی اور اپنے والد مکرم کے ہمراہ مارہرہ مطہرہ جا کر شاہ اول رسول مارہروی قدس سرہ کے دستِ حق پرست پر مرید ہو گئے۔ انہوں نے شریعت و طریقت میں آپ کی کامل رہنمائی کی، سند حدیث بھی دی اور اجازت و خلافت سے بھی نوازا، جس کا ذکر فاضل بریلوی نے اپنی کتاب ”الاجازات الرضویہ لمبجل مكة البهية“ میں اس طرح کیا ہے:

- | | | | |
|------|----------------------|------|-----------------------------|
| (۱) | قادر یہ برکاتیہ | (۲) | قادر یہ آبا سیہ قدیمہ |
| (۳) | قادر یہ اہدلیہ | (۴) | قادر یہ رزاقیہ |
| (۵) | قادر یہ منوریہ | (۶) | قادر یہ چشتیہ نظامیہ عقیقیہ |
| (۷) | چشتیہ محبوبیہ جدیدیہ | (۸) | سہروردیہ واحدیہ |
| (۹) | سہروردیہ فضلہ | (۱۰) | نقشبندیہ علاقہ صدیقیہ |
| (۱۱) | نقشبندیہ علاقہ علویہ | (۱۲) | سلسلہ بدیعہ |
| (۱۳) | علویہ منامیہ (۱۳۸) | | |

ان اجازات کے علاوہ درج ذیل چیزوں میں بھی سندت حاصل ہوئیں اس کی

تفصیل بھی امام احمد رضا نے اسی سند میں تحریر کی ہے:

- | | | | |
|-----|---------------|-----|-----------------------|
| (۱) | مصافحہ خفزیہ | (۲) | مصافحہ جنبیہ |
| (۳) | مصافحہ معمریہ | (۴) | مصافحہ المنامیہ (۱۳۹) |

ان سندت کے علاوہ اذکار و اشغال و اعمال میں بھی آپ کو اجازتیں حاصل

تھیں۔ فاضل بریلوی نے اس کا ذکر اس طرح کیا ہے:

”خواص القرآن العظیم والاسماء الہیة ودلائل الخیرات و الحصن الحصین والقصر المتین والاسماء الاربعینیہ وحزب البحر

و حزب البر و حزب النصر و سائر احزاب الحضرة ، الشاذلية و حرز الاميرين و الحرز اليماني و الدعاء المغني ، و الدعاء الحيدري ، و الدعاء العذرائيلي ، و الدعاء السرياني و القصيدة الخمرية الملقبة بالغوثية و الصلوة الغوثية المدعوة بصلوة الاسرار (۱۳۰)

اسی سفر حجاز کے سرخیل علماء و فضلاء مثلاً مفتی شافعیہ شیخ سید احمد بن زینی دحلان مکی (۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) اور مفتی حنفیہ شیخ عبدالرحمن سراج مکی (۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء) وغیرہما سے حدیث، تفسیر، فقہ اور اصول فقہ میں سندیں حاصل کیں (۱۳۱) اور اسی سفر میں حرم کے جلیل القدر عالم شیخ حسین بن صالح نے اپنے دست خاص سے سند مرحمت فرمائی۔ (۱۳۲) ذیل میں ان سندوں کی نقول کتاب کے آخری صفحات پر پیش کی جا رہی ہیں جو امام احمد رضا کو حدیث و فقہ میں عطا کی گئیں۔

تلامذہ:

امام احمد رضا کتب درسیہ کی فراغت کے بعد تصنیفات و تالیفات اور فتویٰ نویسی میں مشغول ہوئے۔ جب ملک و بیرون ملک میں آپ کی شہرت ہوئی تو سیکڑوں طلباء استفادہ کیلئے حاضر ہوئے۔ اس وقت ہند کے مدارس میں مدرسہ عالیہ رامپور، دیوبند اور سہارنپور بہت مشہور تھے مگر ان مدارس کو چھوڑ کر طلباء بریلی حاضر ہوتے اور امام احمد رضا کے درس میں شریک ہو کر حدیث و فقہ میں کمال حاصل کرتے۔ ایک مرتبہ امام احمد رضا کے شاگردوں نے ان لوگوں سے کہا کہ دیوبند اور سہارنپور تو علم و ادب کے مرکز ہیں، مگر آپ یہاں کس طرح پہنچے، تو ان لوگوں نے کہا:

”ٹھیک ہے کہ وہاں مولانا کی مدح و ثنا نہیں ہوتی، مگر ایک بات کہنے پر وہ بھی مجبور ہوتے

تھے، جب کوئی تذکرہ نکلتا تو اخیر میں ٹیپ کا بند یہ ضرور ہوتا تھا کہ قلم کا بادشاہ ہے، جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا پھر نہ کسی موافق کو اضافہ کی ضرورت رہتی ہے اور نہ مخالف کو انکار کی، یہی صفت ہماری کشش کا باعث ہوئی جو دیوبند و سہارنپور چھوڑ کر بریلی پہنچے۔“ (۱۳۳)

اسی طرح حجاز سے بھی تشنگان علوم و فنون امام احمد رضا کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر ان کی تفصیل باوجود تلاش بسیار معلوم نہ ہو سکی، البتہ شیخ عبدالستار شامی کے فرزند سید یسین مدنی کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے کہ وہ علم اوفاق و تفسیر کی تحصیل کے لئے بریلی آئے اور چودہ ماہ میں فاضل بریلوی سے ان اہم فنون میں یدِ طولیٰ حاصل کیا، خود فاضل بریلوی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

”مولانا سید یسین مدنی صاحبزادہ حضرت مولانا سید عبدالستار شامی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور چودہ مہینے فقیر خانہ پر قیام فرمایا اور علم اوفاق و تفسیر سیکھے اور انہیں کے لئے میں نے اپنا رسالہ اطائب الاکسیر فی علم التفسیر زبان عربی میں املا کیا یعنی میں عبارت زبانی بولتا جاتا اور وہ لکھتے جاتے اور اسی لکھنے میں اسے سمجھتے جاتے“۔ (۱۳۴)

۱۲۸۶ھ/۱۳۴۰ھ تک ۵۴ سال کے عرصہ میں فاضل بریلوی نے ہزاروں طلباء کو اپنے علم و فن سے سیراب کیا مگر ان طلباء کا کوئی رجسٹر نہیں تھا، اسی وجہ سے امام کے شاگردوں کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو سکی، البتہ میری معلومات کے مطابق جن شخصیتوں نے بارگاہ رضویہ سے خوشہ چینی کر کے اپنی صلاحیت کا لوہا منوایا اور علوم و فنون کے میدان میں گرانقدر خدمات انجام دیں انکے اسماء گرامی یہ ہیں:

محمد عبدالسلام جبلی پوری علیہ الرحمۃ:

مولانا عبدالسلام علیہ الرحمۃ کی ولادت جبلی پور (مدھیہ پردیش، بھارت) میں

ہوئی۔ ابتدائی علوم و فنون کا اکتساب والد ماجد محمد عبدالکریم حیدر آبادی (۱۳۱۷ھ/ ۱۸۸۹ء) و دیگر معاصر علماء کرام سے کیا اور تکمیل مولانا احمد رضا خاں سے فرمائی۔ (۱۳۵) ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء میں فاضل بریلوی نے مولانا عبدالکریم علیہ الرحمۃ کو ایک مکتوب بھیجا اور اس میں بریلی بھیجنے کیلئے کہا موصوف نے اپنے فرزند ارجمند محمد عبدالسلام کو بریلی ارسال فرمایا۔

مولانا جبلپوری والد کے حکم کے مطابق اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ موصوف کی پہلی حاضری تھی، چنانچہ ایک پرچہ پر اپنا نام تحریر فرما کر امام احمد رضا کی خدمت میں ارسال کیا۔ فاضل بریلوی باہر تشریف لائے اور معانقہ فرما کر ارشاد فرمایا:

”یہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی کرامت ہے کہ ابھی مجھے لفافہ ملا، خط پڑھ رہا تھا اور اس فقرہ پر نظر تھی، فقیر زادہ عبدالسلام حاضر ہو رہا ہے، اس پر نظر کرم فرما کر اپنی تربیت اور سرپرستی میں فیضان علوم ظاہری و باطنی سے اسے عزت و سرفرازی بخشیں“۔ (۱۳۶)

اس وقت فاضل بریلوی کے فرزند اکبر مولانا حامد رضا کی تعلیم کا آخری دور تھا فاضل بریلوی نے مولانا موصوف کو فرزند کے ساتھ درس میں شریک کیا اور امام احمد رضا خاں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے دس مہینہ کی قلیل مدت میں علمی و عملی، ظاہری و باطنی، صوری و معنوی اور بیعت و ارشاد کی سندوں سے سرفراز کیا اور ساتھ ہی ذہانت اور اخلاقی صلاحیت کی بناء پر مختلف سلاسل میں بیعت و اجازت سے بھی نوازا اور اپنے دست خاص سے عربی میں ایک سند عطا فرمائی۔ (۱۳۷)

مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ :

ظفر الدین بہاری علیہ الرحمۃ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ موضع رسول پور میجرہ (پٹنہ) عظیم آباد میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا اسم گرامی ملک محمد عبدالرزاق تھا۔ (۱۳۸) پاک و ہند کے جلیل الشان بزرگ ملا قاضی محبت اللہ بہاری (صاحب مسلم الثبوت) و سلم العلوم اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ پروفیسر ابو بکر احمد حلیم (پرووائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور مسٹر محمد یونس (بیرسٹر، سابق وزیر اعلیٰ بہار) اسی خاندان سے وابستہ تھے۔ ۱۳۱۳ھ میں مدرسہ حنفیہ غوثیہ (پٹنہ) میں والد ماجد نے داخلہ کرایا۔ یہاں پر مولانا معین الدین ازہری اور مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی سے متوسطات تک تعلیم حاصل کی ۱۳۲۶ھ میں مدرسہ حنفیہ کو خیر باد کہہ کر دارالعلوم حنفیہ بخشی محلہ پٹنہ میں داخل ہوئے اور درج ذیل اساتذہ کرام سے اکتساب علم کیا:

- (۱) مولانا وصی احمد محدث سورتی (خلیفہ امام احمد رضا)، ۱۳۲۳ھ
- (۲) مولانا مومن احمد علی محدث سہارنپوری، ۱۲۹۷ھ
(خلیفہ شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی)
- (۳) مولانا احمد حسن کانپوری، ۱۳۱۳ھ
- (۴) مولانا شاہ عبداللہ کانپوری، ۱۳۲۳ھ
- (۵) قاضی عبدالرزاق کانپوری، ۱۳۲۶ھ (۱۳۹)

مولانا موصوف کانپور سے پبلی بھیت (روہیل کھنڈ) گئے اور فاضل بریلوی کے خلیفہ مولانا وصی احمد محدث سورتی سے استفادہ کیا۔ دوران درس مولانا احمد رضا خاں کا مکرر ذکر سن کر ۱۳۲۳ھ میں بریلی پہنچے اور فاضل بریلوی سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی۔ ایک

مقام پر اس کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”اور پھر ان تمام نعمتوں کے علاوہ سونے پر سہاگہ یہ کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدہ و مآة حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، مولانا، مولوی، حافظ، قاری، شاہ احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی نے بیعت و تلمذ و ارشاد و خلافت کے شرف سے مشرف فرمایا جو شریعت اور طریقت کی عملی تصویر تھے۔ جن کا ہر قول شریعت کا رہنما، جنکا ہر فعل احکام الہی کا اتباع، جنہوں نے بلا خوف لومۃ لائم مسائل شرعیۃ و مسائل فقہیہ کی تعلیم و تبلیغ فرمائی اور عمر بھر تالیف و تصنیف افتاء و تدریس کے ذریعہ لوگوں کی ہدایت و رہنمائی فرمائی“۔ (۱۵۰)

ملک العلماء نے فاضل بریلوی سے صحیح بخاری از ابتداء تا انتہا پڑھی اور ۱۳۲۵ھ میں فارغ التحصیل ہوئے (۱۵۱) اور مدرسہ منظر اسلام (بریلی) میں مدرس اول مقرر ہوئے اور ۱۳۳۰ھ میں پٹنہ جا کر مدرسہ شمس الہدیٰ میں مدرس ہوئے۔ ۱۳۲۳ھ میں سہرام کا سفر کیا اور وہاں صدر مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے، مگر وہاں تادیر قائم نہ رہ سکے، پھر ۱۳۳۱ھ میں شمس الہدیٰ (پٹنہ) کے پرنسپل ہو گئے اور ۱۹۴۵ء سے ۱۹۵۰ء تک بوجہ علالت آرام کیا اور ۱۹/ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو ۱۳۶۷ھ سے ۱۳۷۰ھ تک ظفر منزل، شاہ گنج، پٹنہ میں سکونت اختیار کی اور ۱۳۷۱ھ میں جامعہ لطفیہ (علیگڑھ) کا افتتاح کیا۔ ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء میں صبح کاذب سے قبل خدائے ذوالمنن سے جا ملے۔ حضرت شاہ ایوب ابدالی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (۱۵۲)

آپ کثیر التصانیف ہیں۔ علم ہیئت و توقیت میں آپ کو درک حاصل تھا۔ آپ کی اکثر تصانیف اہم موضوعات پر ہیں۔ جن کتابوں کا علم ہو سکا ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) الحسام المسلول علی منکر علم الرسول (مطبع حسنی پریس، بریلی)

(۲) النبراس لدفع ظلام المنہاس (۱۳۲۹ھ)

(۳) المغنی عن شروح المنیر

- (۴) القول الاظهر فی الاذان بین یدی المنبر
- (۵) القصر المبنى على بناء المفتى
- (۶) الاكسیر فی علم التکسیر
- (۷) المجلد المعد لتالیفات المجدد ، مطبوعه کراچی ، بریلی
- (۸) الجامع الرضوی الجزء الاول
- (۹) الجامع الرضوی الجزء الثاني
- (۱۰) الجامع الرضوی الجزء الثالث
- (۱۱) الجامع الرضوی الجزء الرابع
- (۱۲) الجامع الرضوی الجزء الخامس
- (۱۳) الجامع الرضوی الجزء السادس
- (۱۴) تنویر السراج فی ذکر المعراج
- (۱۵) تقریب
- (۱۶) تہذیب
- (۱۷) توضیح التوقیت
- (۱۸) جواهر البیان
- (۱۹) حیات اعلیٰ حضرت ، جلد اول
- (۲۰) حیات اعلیٰ حضرت ، جلد دوم
- (۲۱) حیات اعلیٰ حضرت ، جلد سوم
- (۲۲) خیر السلوک
- (۲۳) رفع الخلاف من بین الاحناف

- (۲۴) سرور المحزون فی البصر عن العیون
 (۲۵) شحم الکثرة علی الکلاب الممطرة ۱۳۲۹ھ
 (۲۶) گنجینہ مناظرہ
 (۲۷) مؤذن الاوقات
 (۲۸) نظم المبانی فی حروف المعانی
 (۲۹) نزول السکینہ
 (۳۰) وافیہ
 (۳۱) عافیہ (۱۵۳)

مولانا سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمۃ :

اسم گرامی آپ کا سید محمد تھا والد ماجد کا نام حکیم سید اشرف علیہما الرحمۃ تھا۔
 ۱۵/۱۵/۱۳۱۱ھ کو موضع جاس، ضلع رائے بریلی میں پیدا ہوئے (۱۵۳) اور درج ذیل
 اساتذہ سے اکتساب علم و فن کیا:

(۱) مولانا عبدالباری فرنگی محلی،

(۲) مولانا لطف اللہ علی گڑھی،

(۳) مطیع الرسول عبدالمتقدر بدایونی،

مذکورہ اساتذہ کے بعد آپ کے مربیوں نے آپ کو امام احمد رضا کے سپرد کیا تو
 آپ فاضل بریلوی کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور فرمایا:

”زندگی کی یہی گھڑیاں میرے لئے سرمایہ حیات ہو گئیں اور میں

محسوس کرنے لگا کہ آج تک جو کچھ پڑھا تھا وہ کچھ نہ تھا اور آج ایک

دریائے علم کے ساحل کو پالیا ہے۔ علم کو راسخ فرمانا اور ایمان کو رگ و پے میں اتار دینا اور صحیح علم دیکر نفس کا تذکیہ فرما دینا یہ وہ کرامت تھی جو ہر منٹ پر صادر ہوتی رہتی تھی۔“ (۱۵۵)

الغرض امام احمد رضا کے بحرِ خار سے آپ نے بہت سے علم و فن حاصل کئے۔ امام احمد رضا خان سید ہونے کے سبب آپ کی بیحد تعظیم و توقیر کرتے، یہاں تک کہ آپ ہاتھ بھی چوما کرتے تھے۔ (۱۵۶)

مولانا کچھوچھوی، فاضل بریلوی کی قائم کردہ جماعت، ”جماعتِ رضائے مصطفیٰ“ کے تازندگی صدر ہے۔ آپ کی شخصیت تحریک آزادی کے سرگرم افراد میں نمایاں تھی۔ مولانا سید محمد کچھوچھوی بیک وقت بیشتر خوبیوں کے مالک تھے۔ پانچ ہزار سے زائد غیر مسلموں نے آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا اور کئی لاکھ مسلمان شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے۔ (۱۵۷) آپ فنا فی الرسول ﷺ تھے، آپ کا مجموعہ کلام ”فرش پر عرش“ اس پر شاہد ہے۔ چار مرتبہ خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوئے (۱۵۸)۔ ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر مقرر کیے گئے دارالعلوم اشرفیہ، مبارکپور (اعظم گڑھ) کے عرصہ دراز تک سرپرست رہے۔ ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۴ء کو بمقام لکھنؤ انتقال ہوا۔ (۶) نمازِ جنازہ حضرت مختار اشرف کچھوچھوی علیہ الرحمۃ نے پڑھائی اور کچھوچھو میں دفن کئے گئے۔ مادہ تاریخ یہ ہے: آہ! الحق موت العالم موت العالم (۱۳۱۸ھ)

تصانیف:

- (۱) اتمام حجت
- (۲) ترجمہ قرآن پاک

(۳) تقویٰ القلوب

(۴) حیات غوث العالم

(۵) فرش پر عرش (۱۵۹)

ان تلامذہ کے علاوہ امام احمد رضا کے اور بھی شاگردوں کا ذکر ملتا ہے، طوالت

کے خوف سے صرف ان کے اسماء ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں:

(۱) مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی

(۲) مولانا سید امیر احمد

(۳) مولانا حسن رضا خاں

(۴) مولانا حسنین رضا خاں

(۵) مولانا حسین مدنی (سید)

(۶) مولانا عبدالرشید عظیم آبادی

(۷) مولانا عبدالواحد پبلی بھیتی

(۸) مولانا عبدالندیم بریلوی (حافظ)

(۹) مولانا عزیز غوث بریلوی

(۱۰) مولانا عبدالسلام جبپوری (۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء)

(۱۱) مولانا غلام محمد بہاری (سید)

(۱۲) مولانا محمد رضا خاں

(۱۳) مولانا منور حسین

(۱۴) مولانا واعظ الدین

(۱۵) مولانا سلطان احمد خاں (۱۶۰)

- (۱۶) مولانا حامد رضا خاں (۱۶۱)
 (۱۷) مولانا مصطفیٰ رضا خاں (۱۶۲)
 (۱۸) مولانا نواب مرزا (۱۶۳)
 (۱۹) مولانا نور احمد (۱۶۴)
 (۲۰) مولانا محمود جان (۱۶۵)

اجازات:

۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں جب امام احمد رضا مکہ معظمہ دوسری بار تشریف لے گئے، اس موقع پر علمائے حجاز نے آپ کی بڑی قدر و منزلت کی۔ اس کی مکمل تفصیل کا تذکرہ علماء ہند (۱۶۶) میں دیکھا جاسکتا ہے۔ زیارت حرمین کے سفر میں آپ کے فرزند اکبر مولانا حامد رضا خان بھی ہمراہ تھے۔ انہوں نے سرزمین عرب پر پیش آنے والے تمام واقعات کا چشم دید منظر اس طرح بیان کیا ہے:

”فرأینا العلماء الیہ مہر عین و اکابر العظماء الی اعظما مہ مسد عین فمنہم من یقتبس من انوار علمہ و ضیاء و من یلتمس البرکة فی لقاء محیاء و هذا جاء فسأل واستفتی و هذا جلیل یعرض علیہ ماکان افتی حتی ان الجلة الجلیلة الممتازة طلبوا منه برکة الازازة“ (۱۶۷)

چنانچہ اجازات طلبی کے لئے سب سے پہلے سید عبدالحئی مکی (۱۳۳۲ھ/۱۹۱۲ء) اور شیخ حسین جمال بن عبدالرحیم تشریف لائے۔ دونوں حضرات کو عربی میں ایک عدیم المثال سند تحریر فرما کر دی۔ درحقیقت یہ فنی نثر کا شاہکار نمونہ ہے۔ اس عدیم النظر سند کی

ابتداء فاضل بریلوی نے حمد و صلوة کے بعد اس طرح کی:

”فقد تفضل على المحدث الفاضل العالم الكامل السيد النسيب الحسيني الاريب مجمع الفضائل منبع الفواضل مولانا السيد الشيخ محمد عبدالحنى ابن الشيخ الكبير السيد عبدالكبير الكتاني الحسنى الادريسي الفاسي محدث الغرب بل محدث العجم والعرب ان شاء الرب وانا حل بالبلد الحرام لثلاث بقين من ذى الحجة سنة ثلاث عشرين بعد الالف وثلثمائة فاتانى وسمع منى الحديث المسلسل بالاولية وهو اول حديث سمعه من هذا الغبد الضعيف“ (۱۶۸)

امام احمد رضا نے شیخ صالح کمال (۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء) اور دیگر علماء عرب کو بھی اجازات سے نوازا ہے جس کا تاریخی نام انہوں نے: الاجازة الرضوية لمبجل مكة البهية رکھا ہے،

مذکورہ سند کی ابتداء اعلیٰ حضرت نے اس طرح کی ہے:

”الحمد لله المسلسل احسانه المتصل انعامه غير منقطع ولا مقطوع فضله واکرامه ذكره سند من لاسندله ، واسمه احد من لا احد له وافضل الصلوات العوالى المنذول واکمل السلام المتواطىء الموصول على اجل مرسل كشاف كل معضل العزيز الاعز المعز الحبيب الفرد وفى وصل كل غريب فضله الحسن مشهور مستفيض وبالاستناد اليه يعود صحيحا كل مريض قد جاء جوده المزيد فى متصل الاسانيد بل كل فضل اليه مسند عنه يروى واليه يرد فموط فضائله العلية مسلسلات بالاولية وكل

درجید من بحرہ مستخرج وکل مدر وجود فی سائلیہ مدرج۔ (۱۶۹)
 اس کے علاوہ مولانا سید اسماعیل خلیل (۱۳۳۰ھ/۱۹۱۹ء) حاضر ہوئے۔ فاضل
 بریلوی نے مولانا اسماعیل خلیل اور ان کے برادر سید مصطفیٰ خلیل (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) کو
 اجازات سے نوازا، پھر شیخ احمد خضرمی عبدالقادر کردی (۱۳۳۶ھ/۱۹۲۷ء) اور ان کے
 فرزند شیخ فرید (۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء) اور سید محمد عمر وغیرہ تشریف لائے اور مختلف حضرات
 برائے اجازت حاضر ہوئے۔ فاضل بریلوی نے سب کو اجازتیں عطا فرمائیں، بقیہ حضرات
 سے وعدہ فرمایا کہ وطن عزیز پہنچ کر سندت ارسال کر دی جائیں گی۔

مکہ معظمہ کی زیارت کے بعد فاضل بریلوی مدینہ منورہ حاضر ہوئے، یہاں پر بھی
 علماء و فقہانے بڑی قدر منزلت کی، یہاں کا چشم دید منظر شیخ محمد کریم اللہ مہاجر مدنی (تلمیذ شیخ
 محمد عبدالحق الہندی ۱۳۳۳ھ) سے سنئے:

”انی مقیم بالمدينة الامنية منذ سنين وياتيها من الهند الوف من
 العلیمن فيهم علماء و صلحاء اتقياء رايتم يدورون في سلك
 البلد لا يلتفت اليهم من اهله احد و اري العلماء و الكبار العظماء
 اليك مهر عين و با جلالك مسرعين ذالك فضل الله يوتيه من
 يشاء و الله ذو الفضل العظيم“ (۱۷۰)

مدینہ منورہ میں بھی فاضل بریلوی سے متعدد علماء مدینہ نے اجازت حاصل کی،
 اکثر علماء کو زبانی اجازتیں عطا فرمائیں اور بعض سے مکہ مکرمہ کے علماء کے مانند وعدہ فرمایا!
 مثلاً شیخ عمر بن حمدان الحمزی، سید مامون البری، شیخ محمد سعید وغیرہم، جب امام
 احمد رضا وطن مالوف پہنچے تو تصنیف و تالیف اور فتویٰ نویسی میں مصروف ہو گئے، مذکورہ علماء
 نے حرمین سے بریلی خطوط روانہ کیئے، وہ جملہ خطوط فاضل بریلوی کی تصنیف

الاجازات المتینہ لعلماء بکة والمدینة

۱۳۲۲ھ

میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں (۱۷۱)

جس طرح فاضل بریلوی نے علماء حرمین کو اجازات عطا فرمائیں، ٹھیک اسی طرح

برصغیر پاک و ہند کے اکثر و بیشتر علماء کرام کو بھی سندت عطا فرمائیں۔ حضرت خواجہ معین الدین

چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مخدوم سید غلام علی بن مولانا سید نور محمد معینی کو سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ

نظامیہ کی سند خلافت و اجازت اعلیٰ حضرت نے اپنے دست پاک سے تحریر فرما کر دی۔ (۱۷۲)

اسی طرح ۱۲ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ میں مولانا عبدالکریم بریلوی کو سند اجازت

مرحمت فرمائی یہ سند فن خطاطی کا شاہکار نمونہ ہے۔ (۱۷۳)

۳ ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ / ۱۸۹۶ء کو اعلیٰ حضرت نے مولانا عبدالسلام جہلپوری

(۱۷۴) ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۲ء کو مختلف سلاسل میں بیعت و اجازت اور خلافت سے نوازا اور عربی

میں ایک سند عطا فرمائی۔ (۱۷۵)

اس کے علاوہ فاضل بریلوی نے اپنے دست خاص سے عرب و عجم کے ہزاروں

ارادتمندوں کو سندت مرحمت فرمائیں، اگر ان تمام سندت کو یکجا کیا جائے تو وہ خود ایک

فقید المثل دستاویز ہوگی۔ سر دست ایک قلمی سند فہرست نوادرات میں پیش کر دی گئی ہے

جس سے فاضل بریلوی کی خطاطی اور عربی دانی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

خلفاء:

شریعت و طریقت میں فاضل بریلوی کو جو بالغ نظری حاصل تھی وہ معاصر علماء اور

مشائخ کو حاصل نہ ہو سکی علوم و فنون کی دنیا میں ان کی شخصیت سکے رائج الوقت کی طرح

تھی۔ شریعت مصطفوی کی پاسداری میں انہوں نے زبان و قلم سے جو خدمات انجام دی ہیں وہ اہل علم پر مخفی نہیں۔

طریقت و سلوک کی راہیں جس طرح آپ نے خاندان مارہرہ کی رہنمائی میں طے کی ہیں اور طریقت کے جس اہم مقام پر آپ پہنچے ہیں وہ بھی آپ کی زندگی کا اہم مقام ہے۔ قلم کے ذریعہ سے آپ نے دین حق کی تو اشاعت کی ہی تھی، رشد و ہدایت کا بھی سلسلہ آپ کے دامن سے وابستہ تھا۔ مسلکِ قادریت کو جو فروغ آپ کے دم قدم سے ہوا اس کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔ اتنا طے ہے کہ اپنی روحانی تعلیم سے جس طرح اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خوف و اتباع سنت سے محبت، حرام و حلال کی تمیز، لب و لہجہ میں صداقت آپ نے اپنے وابستگان کے اندر پیدا کی ہے، وہ انتہائی اہم ہے۔ ایسے لوگ جنہیں آپ نے رشد و ہدایت کا پیغام پہنچایا اور اس منزل میں ثابت قدم رکھ کر اپنے دامن سے وابستہ کر کے بیعت و خلافت سے نوازا، ان کی ایک طویل فہرست ہے۔ یہ حضرات عرب و عجم میں پھیلے ہوئے ہیں۔

امام احمد رضا کے خلفاء کا سرسری جائزہ لیا جائے تو آج بھی صوبہ جات ہندو پاک، مدراس، بنگال، بہار، پنجاب، سرحد، بلوچستان، سندھ، راجستھان، سی پی، یو پی، ان کے علاوہ اہم شہروں مثلاً: بنگلور، کلکتہ، عظیم آباد، جیلپور، آراہ، محمود آباد، میرٹھ، مراد آباد، بجنور، گکینہ، جالندھر، اعظم گڑھ، کچھوچھ، پیلی بھیت، الور، پرتاب گڑھ، علیگڑھ، کوٹلی، لوهاران، کراچی، کھنڈوٹ، سیالکوٹ، لاہور، آگرہ وغیرہ میں ان کے خلفائے کرام کی شخصیت مشعل ہدایت بلکہ جہالت کی تاریکی کو دور کر رہی ہے۔

مذکورہ مقامات کے علاوہ بلادِ عرب، افریقہ، انڈونیشیا وغیرہ میں بھی آپ کے خلفاء موجود تھے۔

امام احمد رضا نے اپنے خلفاء کو جذبہٴ کامل عطا فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے خلفاء علم و عمل کے چمکدار مینارہ دکھائی دیتے ہیں۔ انہوں نے، دینی مشن سے لیکر تحریک آزادی تک نمایاں کام انجام دیئے ہیں جس کی مکمل تفصیل اگر بیان کی جائے تو وہ خود ایک عظیم الشان دستاویز ہوگی۔

امام احمد رضا کے خلفاء کی ایک عظیم الشان طویل فہرست ہے اس لئے چند خلفاء کا تفصیلی ذکر پیش کیا جا رہا ہے اور باقی خلفاء کے اسماء کو مع ماخذ درج کیا جائے گا۔

سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمۃ :

مولانا سید سلیمان اشرف علیہ الرحمۃ اپنے عہد کے جید عالم دین، ممتاز دینی رہنما اور بلند پایہ خطیب اور عدیم المثال مصنف تھے۔ آپ ہندوستان کے قدیم شہر پٹنہ کے ایک دیہات مرداد میں ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی مولانا سید محمد عبداللہ تھا۔ (۱۷۶) ابتدائی کتب کا اکتساب مولانا محمد احسن سے کیا، پھر ندوۃ العلماء (لکھنؤ) میں داخل ہوئے۔ (۱۷۷) مگر فضا کے خوشگوار نہ ہونے کی وجہ سے مدرسہ حنفیہ (جونپور) میں داخلہ لیا اور یہاں مولانا ہدایۃ اللہ جو جونپوری ۱۹۰۸ء سے عربی کی کتابیں پڑھیں (۱۷۸) اور مولانا یار محمد سے بھی استفادہ کیا۔

مولانا سید سلیمان اشرف ان اساتذہ کے علاوہ جس نابغہ روزگار شخصیت سے متاثر تھے، وہ مولانا احمد رضا خاں کی ذات گرامی تھی۔ فاضل بریلوی نے مولانا موصوف کو اجازت و خلافت عطا فرمائی، اس کے بعد مولانا بہاری پر فاضل بریلوی کا جو اثر مرتب ہوا اسے ڈاکٹر سید عابد علی (سابق ڈائریکٹر بیت القرآن، لاہور) اس طرح بیان کرتے ہیں:

”استاد محترم سید سلیمان اشرف پر مولانا بریلوی کا اتنا اثر تھا کہ میں نے مولانا احمد رضا خاں

قدس سرہ کی عظیم شخصیت کا اندازہ دراصل استاد محترم کی شخصیت ہی سے لگایا۔ مجھے مولانا سید سلیمان اشرف سے شرف تلمذ کے علاوہ ان کا انتہائی قرب بھی رہا اور میں اکثر و بیشتر مولانا بریلوی کا تذکرہ چھیڑتا تھا اور لوں محسوس ہوتا کہ اکثر ان ہی کے تصور میں مگن رہتے تھے۔ استاد محترم کی طبیعت انہی کے رنگ میں رنگ گئی تھی اور اپنے معتقدات اور ایمانیات میں منطقی استدلال اور علوم عقلیہ میں خوش کلامی اور قوت بیان میں مولانا کے انداز اور کیفیات کو اپنا چکے تھے۔ غیر اسلامی شعائر کی مذمت میں تشدد کا نگریں اور ہندوؤں کی ہمنوائی کرنے والے لیڈروں، عالموں کے متعلق سخت گیر رویہ، مشرکین کو نجس سمجھنا اور ان کے معاملہ میں کسی قسم کی مہانت روانہ رکھنا، یہ سب صفات دونوں بزرگوں میں مشترک تھیں۔ اسی طرح عشق رسول ﷺ کے معاملہ میں طبیعت کا ایک والہانہ انداز بھی سید صاحب مین حضرت فاضل بریلوی ہی کی طرف سے آیا تھا۔ لباس اور وضع قطع میں ہی استاد محترم حضرت مولانا بریلوی کی اتباع فرماتے تھے، حتیٰ کہ مجھے یاد ہے کہ آپ عمامہ بھی اسی انداز کا رکھتے جیسا کہ حضرت فاضل بریلوی مرحوم استعمال فرماتے تھے۔ (۱۷۹) اسی زمانہ میں ایم۔ اے۔ او کالج علیگڑھ میں بحیثیت لکچرار شعبہ دینیات منتخب ہوئے اور تدریسی فرائض کو بخوبی انجام دیا اور علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کی جامع مسجد میں بعد نماز عصر قرآن کریم کے درس کا آغاز کیا۔ یہ درس مولانا کی رحلت کے بعد جاری نہ رہ سکا۔ اس درس میں صرف طلباء ہی شریک نہیں ہوتے تھے بلکہ یونیورسٹی کے اساتذہ اور غیر تدریسی عملہ کے اکثر ارکان بھی شریک ہوتے تھے اور مولانا بڑے اور خوبصورت انداز سے آیات کا ترجمہ فرماتے تھے، جو حاضرین کے دل میں نقش ہو جاتا تھا۔ اس مجلس کے خوشہ چینیوں میں سے چند حضرات کے نام اس طرح ہیں:

(۱) پروفیسر ایم ایم احمد (سابق صدر، شعبہ فلسفہ، کراچی یونیورسٹی)

(۲) پروفیسر فضل الرحمن انصاری (۱۹۷۴ء)

- (۳) پروفیسر رشید احمد صدیقی، (۱۹۷۷ء) (سابق صدر، شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)
- (۴) ڈاکٹر برہان احمد فاروقی
- (۵) ڈاکٹر سید معین الحق
- (۶) ڈاکٹر عابد احمد علی (۱۹۷۴ء)
- (۷) ڈاکٹر امیر الدین قدوائی
- (۸) ڈاکٹر شبیر احمد غوری
- (۹) ڈاکٹر براؤن
- (۱۰) ڈاکٹر محمد انوار صدیقی (۱۹۶۹ء) (۱۸۰)

مولانا نے تواضع اور انسان دوستی کے حدود متعین کر رکھے تھے دراصل مولانا کی شخصیت متنوع اور جامع الکملات تھی، کسی کے رعب سے مرعوب نہ ہوتے بلکہ اپنے مافی الضمیر کا اظہار بے خوف و خطر فرماتے، یونیورسٹی کی تقریبات سے خصوصاً احتراز کرتے، حتیٰ کہ تقسیم اسناد (کانویشن) کے عظیم الشان جلسہ میں بھی شریک نہیں ہوتے تھے۔ مولانا کی یہ شان بے نیازی دیکھ کر اجباء بے حد متاثر تھے۔ گا ہے بگا ہے مولانا اپنے مقربین کی دلجوئی کیلئے مشاعروں کا انعقاد کرتے اور دلچسپ کہانیاں سنا کر سامعین کو محظوظ کرتے اور محفل شعر و سخن میں ارباب شعر و ادب سے عارفانہ کلام سن کر مسرور ہوتے اور خالی اوقات میں پسندیدہ اشعار گنگناتے تھے۔ پروفیسر رشید احمد صدیقی مولانا کی علمی و جاہت اور خودداری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”مولانا میں اپنے استاد ہی کا جبروت و طنطنہ تھا ان کی شفقت میں بھی

جبروت کا رفرما تھا، میں نے مرحوم کو جھجک کر یا گول مول باتیں کرتے

کبھی نہ پایا“ (۱۸۱)

مولانا سید سلیمان اشرف نے ملکی سیاست میں بھی بھرپور حصہ لیا اور اس دور کے اہم مسائل سے قوم کو پوری طرح باخبر کیا اور گم گشتگانِ راہ کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے کیلئے ”النور“ اور ”الرشاد“ لکھ کر ان لیڈروں کا شرعی نقطہ نظر سے محاسبہ کیا۔ مولانا کو اس قدر موردِ طعن کیا گیا کہ بیان سے باہر ہے۔ الغرض مولانا اور ان کے پیرو مرشد مولانا احمد رضا خاں نے ان سیاسی لیڈروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور متعدد کتب (۱۸۲) تحریر فرما کر اِعلیٰ کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دیا اور بعد میں انہی بزرگوں کا فرمانِ حق ثابت ہوا۔ پروفیسر سید احمد صدیقی لکھتے ہیں:

”سیلاب گزر گیا، جو کچھ ہونے والا تھا وہ بھی ہوا لیکن مرحوم نے اس عہدِ سراسیمگی میں جو کچھ لکھ دیا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ حقیقت وہی تھی، اس کا ایک ایک حرف صحیح تھا، آج تک اس کی سچائی اپنی جگہ پر قائم ہے۔ سارے علماء سیلاب کی زد میں آچکے تھے، صرف مرحوم اپنی جگہ پر قائم تھے“ (۱۸۳)

مولانا سید سلیمان اشرف کا وصال ۵ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ / ۱۹۲۹ء میں ہوا اور

یونیورسٹی قبرستان کے ایک احاطہ میں مدفون ہوئے۔ (۱۸۴)

مولانا کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ متعدد موضوعات پر ایک درجن سے زائد کتب

تحریر فرمائیں، مگر حسب ذیل کتب کو لافانی شہرت حاصل ہوئی:

(۱) المہین	(۲) البلاغ	(۳) النور
(۴) الخطاب	(۵) الرشاد	(۶) امتناع النظر
(۷) السبیل	(۸) الحج	(۹) الاضمار

مولانا کی قلمی کتابیں ان کی اہلیہ کے بھانجے سید اظہار الحق کے پاس لاڑکانہ

(سندھ) میں موجود ہیں۔ (۱۸۵)

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ:

مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی ولادت (پ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء) مراد آباد (روہیل کھنڈ) میں ہوئی۔ تاریخی نام غلام مصطفیٰ (۱۳۰۰) رکھا گیا۔ (۱۸۶) والد ماجد مولانا محمد معین الدین نزہت (۱۳۳۹ھ) اور جد امجد مولانا محمد امین الدین، رابح عالم اور صاحب تصنیف ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ شاعر تھے۔ آٹھ برس کی قلیل مدت میں قرآن کریم حفظ کیا اور والد مکرم سے اردو، عربی، فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں اور شاہ فضل احمد کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا اور مدرسہ امدادیہ میں مولانا سید گل محمد سے درس نظامی میں ید طولیٰ حاصل کرنے کے بعد ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں فارغ التحصیل ہو گئے (۱۸۷) اور مذکورہ الصدر ہی سے روحانی سلسلہ بھی قائم کیا۔ استاد نے شاعر کے اندر علوم ظاہری میں کمال تو پیدا کر ہی دیا تھا، باطنی علوم کے لئے انہوں نے اپنے ہاتھوں پر بیعت کیا اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت و خلافت سے بھی نوازا اس کے علاوہ خانقاہ اشرفیہ کے صاحب سجادہ حضرت مولانا غلام علی حسین اشرفی اور مولانا احمد رضا خاں سے بھی سلسلہ عالیہ اشرفیہ قادریہ و رضویہ قادریہ میں اجازت حاصل کی۔ (۱۸۸)

صدر الافاضل، فاضل بریلوی سے بے انتہا عقیدت و محبت رکھتے تھے جس کا پتہ اس سے ملتا ہے کہ وہ ہر ماہ مراد آباد سے بریلی کا سفر کر کے اعلیٰ حضرت کی جناب میں حاضری دیتے تھے (۱۸۹) اور عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کرتے اسی عقیدت و محبت کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت پر انگشت نمائی کرنے والوں کی انگشت قلم کرنے کی کاوش کی اور اس میں وہ کامیاب بھی رہے۔ ایک موقع پر اخبار نظام الملک میں ایک اداریسی شخص نے فاضل بریلوی کے خلاف ایک مضمون شائع کیا تھا، تو صدر الافاضل نے اس

مضمون کا ایسا دندان شکن جواب دیا کہ پھر وہ کبھی اپنا سر نہ اٹھاسکا۔ (۱۹۰)

صدر الافاضل نے خلافت و اجازت سے سرفراز ہو کر امام احمد رضا کے مشن کو تیزی سے آگے بڑھایا اور گم کشتگانِ راہ کو راہِ مستقیم پر گامزن کرنے کیلئے مکمل رہنمائی فرمائی۔ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں مراد آباد میں مدرسہ انجمن اہلسنت کی بنیاد ڈال کر تشنگانِ علوم کی سیرابی کے لئے باقاعدہ انتظام فرمایا، ملت اسلامیہ پر یہ آپ کا زبردست احسان ہے جسے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ۱۳۵۳ھ میں ہی آپ کی ہی نسبت سے اس مدرسہ کا نام جامعہ نعیمیہ قرار پایا۔ یہ مدرسہ آج بھی مدارس کی دنیا میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

صدر الافاضل نے مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے پہاڑی علاقوں کا دورہ کیا اور ایک رسالہ ”پراچین کال“ تحریر فرمایا اور اس کا اردو ترجمہ بھی اس کے ساتھ ضم ہے، الموزا، نینی تال اور ہلدوانی میں آپ نے پھیری والوں کی شکل و صورت میں آپ نے گماشتے ارسال کئے۔ ان گماشتوں نے گھر گھر جا کر مذہبِ اسلام کی نشر و اشاعت کی۔ ۱۹۲۰ء میں تحریکِ خلافت و تحریکِ ترکِ موالات کے پر آشوب دور میں آپ نے مسلمانانِ ہند کی ایسی رہنمائی فرمائی کہ تاریخ کے اوراق جن کے آج بھی شاہدِ عدل ہیں۔ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی نے بھی صدر الافاضل کی تحریک کی تصدیق کی اور صدر الافاضل کے گھر پر حاضر ہو کر تائب ہوئے۔ (۱۹۱)

۱۹۲۳ء میں شدھی تحریک چلی تو اس کے کاٹ کے لئے جماعتِ رضائے مصطفیٰ کا قیام عمل میں آیا، جس کا صدر دفتر آگرہ رکھا گیا۔ صدر الافاضل نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ملک کے طوفانی دورے کیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں مرتدین جو شدھی تحریک کے دامِ تزویر میں پھنس چکے تھے انہیں دوبارہ اسلام کی ڈگر پر لا کر عظیم کارنامہ انجام دیا۔ اسی سلسلہ میں انہوں نے ماہنامہ ”السواد الاعظم“ بھی جاری کیا جس کے صفحات میں

آپ نے ابطالِ باطل اور احقاقِ حق میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ تحریک آزادی میں آپ نے جس جوش و خروش سے حصہ لیا اس کی مکمل تفصیل ماہنامہ السواد الاعظم میں دیکھی جاسکتی ہے۔ (۲) ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ / ۲۲ اکتوبر ۱۹۴۸ء مراد آباد (یو۔ پی، انڈیا) میں وصال ہوا مزار مبارک جامعہ نعیمیہ کے احاطہ میں مرجعِ خلائق ہے۔ (۱۹۲)

مولانا کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ جن کتابوں کا علم ہو سکا وہ ذیل میں دیکھی

جاسکتی ہیں، تصانیف:

- | | |
|----------------------------------------------------------------|------------------------------------|
| ۱- اُطیب البیان | ۲۰- آداب الخیار |
| ۳- الکلمۃ العلیا | ۴- التحقیقات لدفع التلبیسات |
| ۵- اسواط | ۶- احقاقِ حق |
| ۷- إرشاد الانام فی محفل المولود والقیام | |
| ۸- پراچین کال | |
| ۹- خزائن العرفان فی تفسیر القرآن (کنز الایمان پر تفسیری حاشیہ) | |
| ۱۰- دیوانِ اردو | ۱۱- ریاضِ نعیم |
| ۱۲- زائر الحرمین | ۱۳- زائر النور |
| ۱۴- سیرت صحابہ | ۱۵- سوانحِ کربلا |
| ۱۶- کتاب العقائد | ۱۷- کشف الحجاب |
| ۱۸- گلبنِ غریب نواز | ۱۹- ہدایۃ کاملۃ برقنوت نازلۃ (۱۹۴) |

مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ:

نام امجد علی، لقب صدر الشریعۃ (۱۹۵) (فرمودہ احمد رضا خاں) تھا، آپ کے

والد ماجد کا اسم گرامی حکیم جمال الدین تھا۔ آپ ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء میں گھوسی، متو میں پیدا ہوئے۔ (۱۹۶) ابتدائی علوم و فنون کا اکتساب جدا مجد مولانا خدا بخش سے کیا اور علوم عقلیہ و نقلیہ اور حدیث و طب کی تکمیل مندرجہ ذیل اساتذہ کرام سے کی:

(۱) عبدالولی لکھنوی

(۲) وصی احمد محدث سورتی (متوفی ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء)

(۲) ہدایت اللہ خاں رامپوری (متوفی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) (۱۹۷)

۱۳۲۰ھ میں سند تکمیل کے بعد علم طب میں کمال حاصل کیا پھر مدرسۃ الحدیث (پہلی بھیت) میں مدرس ہوئے اور ۱۳۲۲ھ سے ۱۳۲۷ھ تک تشنگان علوم کو سیراب کیا ۱۳۲۸ھ میں مدرسہ حنفیہ (پٹنہ) میں مسند تدریس پر فائز ہوئے، انہی ایام میں امام احمد رضا نے وصی احمد محدث سورتی سے منظر اسلام (بریلی) میں تدریسی خدمات انجام دینے کے لئے کسی اچھے مدرس کی نشاندہی کے لئے فرمایا تو محدث سورتی نے اپنے ممتاز شاگرد مولانا امجد علی کو منظر اسلام کی تدریسی خدمات سپرد کرتے ہوئے بریلی جانے کے لئے کہا، جو ان دنوں مدرسہ حنفیہ (پٹنہ) میں تدریسی خدمات پر مامور تھے (۱۹۸)۔

مولانا امجد علی نے استاد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بریلی پہنچ کر تدریسی ذمہ داری سنبھالی، وہاں انہوں نے مشغلہ درس، و تدریس ہی نہیں جاری رکھا بلکہ اسی کے ساتھ افتا اور مطبع اہلسنت (بریلی) سے متعلق نشر و اشاعت اور امور طباعت کی بھی اہم ذمہ داری بھی سنبھالے رہے انھی مسلسل جدوجہد کے سبب امام احمد رضا نے فرمایا:

”مولانا امجد علی تو کام کی مشین ہیں“ (۱۹۹)

ان کے اس عمل سے اعلیٰ حضرت اس درجہ متاثر ہوئے کہ انہوں نے مولانا اعظمی کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل کر لیا اور ساتھ ہی سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت و خلافت

سے نوازا۔

مولانا امجد علی نے ۱۸ برس مرشد اعلیٰ کی خدمت میں رکھ کر وہ نمایاں کام انجام دیئے جو ناقابل فراموش ہیں، فاضل بریلوی آپ کے تفقہ سے بحد متاثر تھے ایک مقام پر اس کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

”آپ یہاں کے موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پائیے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں۔ طبیعت اخاذ ہے طرز سے واقفیت ہو چلی ہے (۲۰۰)۔ اور یہ امر بھی ناقابل فراموش ہے کہ آپ کی جدوجہد اور پیہم کاوش سے فاضل بریلوی کا ترجمہ قرآن باسم تاریخی ”کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن“ مکمل ہوا۔

ایک عرصہ بریلی میں خدمات درس و تدریس انجام دینے کے بعد ۱۳۲۲ھ میں دارالعلوم معینیہ (اجمیر) میں مدرس اول کی حیثیت سے چلے گئے جہاں وہ چند سال کے عرصہ میں دارالعلوم میں ایک علمی فضا قائم کر لی اور سیکڑوں طالبان علوم و فنون کی تشنگی بجھائی مگر منظر اسلام بریلی میں پھر آپ کی ضرورت شدت سے محسوس کی گئی، جس کے سبب آپ دارالعلوم معینیہ کی ملازمت سے سبکدوش ہو کر ۱۹۳۲ء میں بریلی چلے آئے، دوبارہ بریلی میں قیام آپ کا زیادہ نہ رہ سکا کہ مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوؤں کی باگ ڈور آپ کے سپرد کی گئی اور علیگڑھ علم دوست نوابین نے آپ کو دادوؤں میں بلایا ان دنوں مولانا عبدالشاہد خاں شیروانی اس ادارہ کے نائب مدرس تھے، مولانا عبدالشاہد نے مولانا اعظمی کی علمی جلالت قدر کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

”مولانا امجد علی اعظمی سات سال سے مدرس تھے، بریلی، اجمیر اور دوسرے مدرسوں میں مدرس رہ چکے تھے کہنہ مشقی کی بناء پر درسیات میں

پوری طرح مہارت رکھتے تھے (۲۰۱)۔“

اسی طرح نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی نے آپ کی

تدریسی صلاحیت اور تجربہ کا اعتراف کیا۔ (۲۰۲)

۱۹۲۶ء میں مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے شعبہ اسلامیات کے نصاب کی تشکیل ملک

کے جن چھ مایہ ناز تجربہ کار اساتذہ کو دی گئی تھی ان میں:

- (۱) حبیب الرحمن خاں شیروانی (نواب صدر یار جنگ)
- (۲) علامہ سید سلیمان اشرف بہاری (سابق صدر، شعبہ دینیات، علیگڑھ)
- (۳) علامہ سید سلیمان ندوی (بانی دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)
- (۴) مولانا عبدالعزیز مبین راج کوٹی (صدر، شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ)
- (۵) مناظر حسن گیلانی کے علاوہ
- (۶) علامہ امجد علی اعظمی بھی شامل تھے، (۲۰۳)

ان حضرات نے شعبہ اسلامیات کے نصاب کو تیار کیا۔ اس نصاب کو آج بھی

انفرادی حیثیت حاصل ہے۔

مولانا امجد علی نے جہاں درس و تالیف میں نمایاں خدمات انجام دیں تو اسی کے

ساتھ انہیں ملکی سیاست سے گہری دلچسپی تھی، تحریک آزادی ہند اور قیام پاکستان سے متعلق

جو انہوں نے سیاسی کردار ادا کیا ہے آج بھی تاریخ قیام پاکستان میں زریں حروف نے

لکھنے کے قابل ہے (۲۰۴)۔

صدر الشریعہ ۱۳۳۷ھ میں پہلی بار زیارت حرمین سے مشرف ہوئے لیکن بارگاہ

رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حضوری کی تمنا ہمیشہ دل میں انگڑائیاں لیتی رہی۔ وہ موقع بھی آیا کہ

سرکار مدینہ نے آپ کو دوبارہ یاد فرمایا۔ آپ دوبارہ حج مبرور کی ادائیگی کیلئے اپنے وطن

مالوف سے سفر میں چل پڑے۔ بمبئی پہنچے تھے کہ اچانک طبیعت خراب ہو گئی اور راہ مدینہ کا یہ مسافر (۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) میں راہی ملک عدم کا سفر طے کر گیا۔ (۲۰۵)

تصانیف

(۱) بہار شریعت، ۲۰ حصے (یہ ۱۷ جلدوں پر مشتمل تھی، بعدہ علامہ اعظمی کی وصیت کے مطابق ان کے تین ارشد تلامذہ مولانا وقار الدین حامدی رضوی، مولانا محبوب رضا خان نوری بریلوی اور مولانا سید ظہیر الدین زیدی علی گڑھی نے تین مزید حصہ لکھ کر اس میں شامل کر دیئے۔)

(۲) حاشیہ (طحاوی) شرح معانی الآثار (غیر مطبوعہ)

(۳) فتاویٰ امجدیہ (اول)

(۴) فتاویٰ امجدیہ (دوم) (۲۰۶)

امام احمد رضا کے خلفاء:

(الف) خلفائے عرب

(۱) علامہ اسمعیل خلیل مکی (۱۹۱۹ء/۱۳۳۸ھ) (۲۰۷)

(۲) علامہ اسعد الدھان مکی

(۳) علامہ ابی حسین مرزوقی

(۴) شیخ الدلائل علامہ سید محمد سعید

(۵) علامہ احمد خضراوی مکی (۱۳۳۶ھ/۱۹۱۶ء)

(۶) علامہ ابوالحسن محمد المرزوقی

- (۷) احمد ابی الخیر مر دادکی
- (۸) علامہ ابو بکر بن سالم (سید)
- (۹) علامہ بکر رفیع
- (۱۰) علامہ جمال بن محمد الامیر
- (۱۱) علامہ حسن الجیمی
- (۱۲) علامہ حسین الماکی
- (۱۳) علامہ سالم بن عیدروس (سید)
- (۱۴) علامہ صالح کمال کی (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۶ء)
- (۱۵) علامہ صالح بن شیخ صدیق بن شیخ عبدالرحمن کمال کی (۱۳۳۳ھ/۱۹۱۳ء)
- (۱۶) علامہ ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی (۱۳۰۱ھ/۱۹۸۱ء)
- (۱۷) علامہ عبدالرحمن سراج کی
- (۱۸) علامہ عبداللہ ابن احمد ابی الخیر مر دادکی
- (۱۹) علامہ عبداللہ ابن دحلان کی
- (۲۰) علامہ عبداللہ ابن مر دادکی
- (۲۱) علامہ عبداللہ ابن عباس بن صدیق (۱۳۵۸ھ/۱۳۴۳ھ)
- (۲۲) علامہ عبدالقادر کردی کی (۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء) (۲۰۸)
- (۲۳) علامہ عمر الحاروسی (۲۰۹)
- (۲۴) علامہ عمر بن حمدان (۲۱۰)
- (۲۵) علامہ علی بن حسین
- (۲۶) علامہ عابد بن حسین مفتی مالکیہ
- (۲۷) علامہ علوی بن حسن (سید)

- (۲۸) علامہ فرید کی (۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء)
- (۲۹) علامہ محمد عبدالحی ابن شیخ الکبیر السید عبد الکبیر الکتانی الحسنی
- (۳۰) علامہ محمد جمال
- (۳۱) علامہ محمد بن عثمان دحلان
- (۳۲) علامہ محمد یوسف
- (۳۳) علامہ محمد بن سعید محمد المغربي
- (۳۴) علامہ محمد سعید
- (۳۵) علامہ مامون البری
- (۳۶) علامہ مصطفیٰ خلیل کی (۱۳۹۹ھ/۱۹۲۰ء)

اب ان خلفاء کا ذکر کیا جا رہا ہے جنہوں نے ہدایت کی کرنیں عرب و عجم کی سرزمین پر پھیلائیں ہیں، ہندوستان و پاکستان کے ایسے خلفاء ہیں جنہوں نے دین حق کی ترویج و اشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، اگرچہ ان کی صحیح تعداد کا علم نہیں ہو سکا لیکن اکثر حضرات کا ذکر اس طرح ملتا ہے: (۲۱۱)

- (۱) علامہ سید احمد اشرف اشرفی کچھوچھوی (۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء)
- (۲) علامہ احمد مختار صدیقی میرٹھی (۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء)
- (۳) علامہ احمد حسن امر وہوی (۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء)
- (۴) علامہ احمد ابوالبرکات قادری (۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء)
- (۵) علامہ احمد بخش صادق (۱۳۶۳ھ/۱۹۴۵ء)
- (۶) علامہ امام الدین کوٹلی لوہاران (۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء)
- (۷) علامہ امجد علی اعظمی (۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)
- (۸) علامہ حامد رضا خان (۱۳۶۲ھ/۱۹۴۲ء)

- (۹) علامہ حبیب اللہ قادری میرٹھی (۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء)
- (۱۰) علامہ حسنین رضا خاں (۱۳۰۲ھ/۱۹۸۱ء)
- (۱۱) علامہ دیدار علی شاہ الوری (۱۳۵۳ھ/۱۹۳۵ء)
- (۱۲) علامہ سید سلیمان اشرف بہاری (۱۳۵۱ھ/۱۹۲۹ء)
- (۱۳) علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی (۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء)
- (۱۴) علامہ ظفر الدین قادری (۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء)
- (۱۵) علامہ عبدالاحد قادری (۱) (۱۳۲۸ھ/۱۹۲۹ء)
- (۱۶) علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (۲) (۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء)
- (۱۷) علامہ عبدالسلام جبلپوری (۳) (۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء)
- (۱۸) علامہ عبدالباقی برہان الحق جبلپوری (۴) (۱۳۰۵ھ/۱۹۸۵ء)
- (۱۹) قاضی عبدالوحید صدیقی فردوسی (۵) (۱۲۸۹ھ/۱۳۲۶ء)
- (۲۰) علامہ سید محمد عبدالسلام باندوی (۶) (۱۳۸۷ھ/۱۹۶۸ء)
- (۲۱) علامہ عمر بن ابی بکر (۷)
- (۲۲) علامہ عمر الدین ہزاروی (۸) (۱۳۳۹ھ/۱۹۳۱ء)
- (۲۳) علامہ غلام احمد فریدی (۹)
- (۲۴) علامہ غلام جان جوڈھیپوری (۱۰)
- (۲۵) علامہ غلام جان ہزاروی (۱۱) (۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء)
- (۲۶) منشی لعل محمد خاں مدراسی (۱۲) (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء)
- (۲۷) علامہ محمد شریف کوٹلی لوہاران (۱۳) (۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء)
- (۲۸) علامہ محمد رحیم بخش آروی (۱۴) (۱۳۳۳ھ/۱۹۲۵ء)
- (۲۹) علامہ محمد حبیب الرحمن (۱۵) (۱۳۶۳ھ/۱۹۴۳ء)

- | | | |
|------|--------------------------------|--------------------|
| (۳۰) | علامہ مصطفیٰ رضا خاں نوری | (۱۶) (۱۳۰۲ھ/۱۹۸۱ء) |
| (۳۱) | مولانا میر مومن علی مومن جنیدی | (۱۷) |
| (۳۲) | علامہ نعیم الدین مراد آبادی | (۱۸) (۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) |
| (۳۳) | علامہ نور الحسن لکھنوی | (۱۹) (۱۳۹۳ھ/۱۹۷۴ء) |



﴿الباب الثالث﴾

امام احمد رضا

اور

ان کے معاصر علماء



امام احمد رضا خاں کے معاصر علماء و فقہاء کی ایک طویل فہرست ہے، جن میں ہر ایک علوم و فنون کی دنیا میں کسی نہ کسی میدان کا امام تصور کیا جاتا تھا۔ بعض علماء کے اسماء درج ذیل ہیں (۲۱۲)

- (۱) احمد حسن امر وہوی (۱۳۳۰ھ)
- (۲) احمد حسن کانپوری (۱۳۲۲ھ)
- (۳) فیض الحسن سہارنپوری (۱۳۰۴ھ)
- (۴) عبدالحق خیر آبادی (۱۳۱۸ھ)
- (۵) نواب صدیق حسن قنوجی (۱۳۰۷ھ)
- (۶) محمد قاسم نانوتوی (۱۲۹۷ھ)
- (۷) رشید احمد گنگوہی (۱۳۲۳ھ)
- (۸) عبدالقادر بدایونی (۱۳۱۹ھ)
- (۹) عبدالرازق فرنگی محلی (۱۳۰۷ھ)
- (۱۰) مفتی لطف اللہ علی گڑھی (۱۳۳۴ھ)
- (۱۱) ہدایۃ اللہ جوہنپوری (۱۳۲۶ھ)

یہ وہ شخصیات ہیں علوم و فنون کی دنیا میں جنکی دھاک ہمیشہ بیٹھی رہی اور جنکی عبقریت کا سلسلہ ہمیشہ رائج الوقت رہا، مگر فاضل بریلوی کی وہ نامی گرامی شخصیت کہ ایسے آفتاب علم و فن کے درمیان بھی مستنیر رہی اور علوم و فنون کے تمام گوشوں میں انھوں نے اپنی ریاست تسلیم کرائی، جنکا بلا اختلاف مسلک و مذہب و ملت تمام معاصر اہل علم نے اعتراف کیا۔ عرب و عجم کے علماء کے درمیان ان کی حیثیت مہتمم بالشان تھی۔ سفر حج میں علمائے عرب نے ان کی صلاحیت کے اعتراف میں اجازات و سندات سے نوازا، جبکہ

دوسرے سفر حج (۱۳۲۳ھ) میں علمائے عرب نے ان کو اعزازات سے نوازا اور ان سے سندت و اجازات حاصل کیں۔ علماء حرم بطور خاص انہیں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، خاص طور سے حرمین کے علماء آپ کی فقہی بصیرت کے بڑے کھلے دل سے مداح تھے۔ ان کی اس صلاحیت کا لہجہ عرب و عجم کے علاوہ ہندو پاک کے دانشوروں نے یکساں طور پر تسلیم کیا ہے، چنانچہ ہندوستان کے مشہور عالم مولانا ابوالحسن ندوی کے والد مولانا عبدالحی لکھنوی اور مشہور اسلامی مفکر علامہ اقبال اور مشہور ریاضی داں، علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے درج ذیل اقوال سے اس کی تائید ہو سکتی ہے:

(۱) ”یندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی و جزئیاتہ و یشہد بذالک مجموع فتاویٰ و کتابہ ”کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم“ (۲۱۳)

ترجمہ: فقہ حنفی اور اس کی جزئیات سے آگاہی رکھنے والا ان کے زمانے میں ان کی کوئی نظیر نہ تھی جس پر ان کا مجموعہ فتاویٰ ”العطایا النبویة فی الفتاویٰ الرضویة“ اور کتاب ”کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم“ شاہد عدل ہیں۔

(۲) ”ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا“۔ (۲۱۴)

(۳) ”ان کو علم لدنی حاصل تھا، میرے سوال کو جو بہت مشکل اور لائیکل تھا ایسا فی البدیہہ

جواب دیا گویا اس مسئلے پر عرصہ سے ریسرچ کی ہے۔ اب ہندوستان میں کوئی اس فن

کا جاننے والا نہیں۔ (۲۱۵)

یقیناً یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے“ (۲۱۶)

ٹھیک اسی طرح دوسرے علوم و فنون میں بھی ان کا یہی حال تھا، یہ سب کچھ امام

احمد رضا نے اس دور میں حاصل کئے جبکہ ان کے گرد و پیش ایسے ایسے جید باکمال ارباب علم و فن تھے جن کی علمی کاوشیں آج بھی طالبان علوم کے لئے مشعل راہ ہیں، ان شخصیات کی ایک مختصر فہرست ان کے کمالات کے ذکر کے ساتھ ذیل میں دی جا رہی ہے جس سے بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے معاصرین علم و فضل کی کس بلندی پر فائز تھے اور ان کے درمیان امام احمد رضا نے کیا مقام حاصل کیا۔

مولانا ارشاد حسین رامپوری رحمۃ اللہ علیہ:

نام محمد ارشاد حسین، القاب تاج المحدثین، سراج الفقہاء، شیخ العلماء الراستخین، قطب الارشاد، (عطا فرمودہ از علماء اہلسنت والجماعت) تھے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حکیم احمد حسین تھا۔ (۲۱۷) فارسی اور اس سے متعلقہ کتب کی تحصیل والد ماجد سے اور علوم عقلیہ و نقلیہ اور مرؤجہ علوم و فنون کی تکمیل حسب ذیل علماء کرام سے کی:

- (۱) مولانا امداد حسین مجددی
- (۲) مولانا احمد علی (۲۱۸)
- (۳) مولانا جلال الدین
- (۴) مولانا حافظ غلام نبی
- (۵) مولانا محمد خاں افغانی (نواب) استاد کلب علی خاں
- (۶) مولانا ملا محمد نواب افغانی
- (۷) مولانا نصیر الدین خاں
- (۸) مولانا واجد علی (۲۱۹)

علوم و فنون سے فراغت کے بعد مولانا مفتی شاہ احمد سعید مجددی کے ہاتھ پر

بیعت ہوئے اور مرشد اعلیٰ سے حدیث اور تفسیر میں ملکہ حاصل کیا اور درس کے ساتھ ساتھ حقائق و اسرار اجازت اور خلافت سے بھی مشرف ہوئے (۲۲۰) اور کچھ مدت کے بعد محمد موسیٰ بخاری کے ہمراہ آٹھ ماہ میں پیدل حجاز کا سفر کیا اور حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور پھر بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضری دی اور وہاں کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔ حج بیت اللہ سے واپسی پر رام پور (روہیل کھنڈ) میں وارد ہوئے اور مولانا عبدالکریم کی خانقاہ کے حجرہ میں سکونت اختیار کی اور اسی حجرہ میں ۹ ماہ کی مدت میں قرآن کریم حفظ کیا (۲۲۱) اور پھر درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۷ء میں اپنے نام سے اپنے ہی مکان پر مدرسہ ارشاد العلوم (۲۲۲) قائم کیا اور اس میں حدیث و تفسیر کا آغاز کیا۔ دور دراز کے طلباء آپ کے حلقہٴ درس میں شامل ہو کر علوم و فنون حاصل کرتے تھے۔

مولانا ارشاد حسین جہاں ایک بلند پایہ مدرس تھے، اسی کے ساتھ ساتھ ایک جلیل القدر فقیہ بھی تھے۔ منگل اور جمعرات فتویٰ نویسی کے لئے مقرر تھے۔ دور دراز کے علماء آپ سے استفتاء کرتے تھے۔ آپ حسن و خوبی اور خوش اسلوبی سے سب کے جوابات تحریر فرماتے۔ ۱۲۹۳ھ کو انہوں نے ایک فتویٰ تحریر کیا اور معاصر علماء نے اس پر تصدیق کی، پھر یہ فتویٰ بریلی مولانا نقی علی خاں کی خدمت میں بھیجا گیا اس کا جواب امام احمد رضا نے مولانا کے جواب کے برعکس تحریر فرمایا اور والد ماجد مولانا نقی علی خاں نے اس فتوے کی تصدیق فرمائی۔ جب یہ فتویٰ نواب کلپ علی خان (والٹی رامپور) کی خدمت میں پیش کیا گیا تو نواب نے مولانا ارشاد حسین سے دریافت فرمایا، مولانا موصوف نے بہ زبان حال کہا کہ:

”فتویٰ یہی صحیح ہے جو بریلی سے آیا ہے“

پھر نواب نے کہا کہ آپ کے فتوے کی تمام ہندوستان کے اصحاب علم و فن نے تصدیق کی ہے۔ صرف بریلی کے علماء نے اس کے خلاف لکھا ہے۔ مولانا رامپوری نے

فرمایا:

”علماء نے میری شہرت پر اعتماد کرتے ہوئے ایسا کیا ہے، ورنہ حق یہی

ہے کہ فتویٰ وہی صحیح ہے جو بریلی سے آیا ہے“۔ (۲۲۳)

محدث سورتی مولانا سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے اور بسا اوقات رامپور حاضر ہو کر مولانا سے علمی گفتگو کرتے۔ مولانا سورتی کی عقیدت کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے:

جب محدث سورتی نے مدینہ المصلیٰ کی شرح التعلیق لمجلی کی تو اس میں مولانا

رامپوری کو ان آداب و القاب سے نوازا:

”ههنا تحقيق شريف لقطب الارشاد المحدث النبیه والفقیه

الوجیه سندنا العلامة ومستند الفها مه سيدنا ومولانا الشيخ

ارشاد حسين الرامفوری“ (۲۲۴)

اس کے علاوہ معاصر علماء نے آپ کو علم و فن کا آفتاب گردانا ہے، جبکہ امام احمد

رضا جیسی بحر العلوم شخصیت نے بھی آپ کو ہندوستانی علماء کے درمیان سرخیل مانا ہے۔ اس کا

اظہار ایک مقام پر یوں کرتے ہیں:

”واقضى عليه ناس، من كبار علماء الهند کا الفاضل الكامل

محمد ارشاد حسين الرامفوری“ (۲۲۵)۔

۶۳ سال کی عمر پا کر بحالتِ علالت ۱۳۱۱ھ میں انتقال ہوا۔ عید گاہ رامپور کے

وسیع میدان میں ہزاروں جان نثاروں نے نماز جنازہ ادا کی اور ان کی مسجد کے متصل دفن

کیا گیا۔ (۲۲۶)

مولانا رامپوری کی قد آور شخصیت کا احاطہ چند جملوں میں مکمل کرنا بے حد مشکل

ہے۔ موصوف نہ صرف جید عالم دین تھے بلکہ صاحب التصانیف بھی تھے۔ آپ نے تصانیف کے ساتھ ساتھ ہم عصر علماء کی کتب پر تقاریظ بھی تحریر کی ہیں۔ ان تقاریظ سے مولانا کی نابغہ روزگار شخصیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے، سردست ہم فاضل بریلوی اور دیگر علماء کی چند کتب پیش کر رہے ہیں جن کا ہمیں اب تک علم ہو سکا ہے اور جن پر علامہ رامپوری نے تقاریظ لکھی ہیں:

- | | | |
|-----|-----------------|------------------------------------------------|
| (۱) | احمد رضا خان: | اقامة القيامة على طاعن القيام عن النبي التهامة |
| (۲) | احمد رضا خان: | ايدان الأجر |
| (۳) | احمد رضا خان: | مقام الحديد على خد المنطق الجديد |
| (۴) | احمد رضا خان: | كفل الفقيه الفاهم في احكام قرطاس الدراهم |
| (۵) | احمد رضا خان: | تقبيل العين في حكم تقبيل الابهامين |
| (۶) | سکندر علی واصل: | تحفة العلماء |
| (۷) | عبد السميع: | انوار ساطعة |
| (۸) | محمد سورتی: | جامع الشواهد |

تصانیف:

- | | | |
|-----|---------------------------------|---------------|
| (۱) | انتصار الحق | مطبوعہ رامپور |
| (۲) | ارشاد الصرف | مطبوعہ رامپور |
| (۳) | ترجمہ کتاب الجلیل عالمگیر (۲۲۷) | |
| (۴) | فتاویٰ ارشاد یہ اول | مطبوعہ |
| (۵) | فتاویٰ ارشاد یہ دوم (۲۲۸) | |

عبدالحق خیر آبادی:

مولانا عبدالحق ۱۲۲۳ھ/۹-۱۸۲۸ء کو دہلی میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت پائی (۲۲۹) اور ابتدائی علوم و فنون کی تحصیل سے لیکر منتہائے علوم عقلیہ تک کی تعلیم کی تکمیل والد ماجد علامہ فضل حق ابن فضل امام خیر آبادی (۱۲۷۸ھ-۱۸۶۱ء) سے فرمائی اور ۱۲ سال کی قلیل مدت میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ ۱۸۵۷ھ میں آپ دہلی میں مقیم تھے۔ والد ماجد کی گرفتاری پر لکھنؤ پہنچ کر پیروی کی، پھر کچھ مدت خیر آباد میں گزار لی، چند ماہ بعد نواب رامپور کی طلبی پر رامپور تشریف لے گئے اور ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء سے ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء تک مدرسہ عالیہ رامپور کے صدر متعین ہوئے۔ صاحب نزہۃ الخواطر آپ کی جلالت علمی کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

”کان اماماً جوالافی المنطق والحکمة،
عارفاً بالنحو واللغة ذاسکینة ووقار ووفور ذکاء
وحسن تعبیر“ (۲۳۰)

مولانا خیر آبادی کو منطق و فلسفہ میں تبحر حاصل تھا۔ دور دراز کے طلباء علوم عقلیہ کی تحصیل کے لئے آپ کے روبرو زانوئے تلمذتہ کرتے تھے۔ علم ادب میں معاصر علماء سے اپنی صلاحیت کا لوہا منوایا۔ ۱۲ شوال ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۹ء میں انتقال ہوا۔ (۲۳۱)

مولانا جہاں علم و فن کے بے تاج بادشاہ تھے، وہیں میدانِ قلم کے بھی شہسوار تھے۔ آپ کی تمام کتب کا علم نہیں ہو سکا، البتہ جن کتابوں کا پتہ چل سکا درج ذیل دیکھی جاسکتی ہیں:

(۱) تسهیل الکافیہ معرب من شرح الکافیہ للسید الشریف

- (۲) شرح ہدایۃ الحکمة للابہری
- (۳) حاشیۃ علی حاشیۃ غلام یحیٰ علی میرزاہد رسالۃ
- (۴) حاشیۃ علی حاشیۃ میرزاہد علی شرح المواقف
- (۵) حاشیۃ علی شرح السلم حمد اللہ
- (۶) حاشیۃ شرح المسلم للقاضی
- (۷) شرح علی مسلم الثبوت (۲۳۲)

مولانا عبدالحئی فرنگی محلی :

مولانا عبدالحئی کی ولادت ۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء کو یوپی کے مشہور شہر باندہ میں ہوئی۔ (۲۳۳) جب آپ چار برس کے ہوئے تو آپ کے والد ماجد مولانا عبدالحلیم باندہ کو چھوڑ کر لکھنؤ میں مقیم ہوئے، اسی اثناء میں آپ کی باضابطہ تعلیم شروع ہوئی۔

مولانا عبدالحئی نے ابتدائی کتب کا اکتساب والدہ ماجدہ اور مولوی خلیل حسین مظفر پوری سے کیا۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کی بعض کتابیں مولوی نعمت اللہ (۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء) سے پڑھیں، دو مرتبہ خانہ کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ (۲۳۴) ۱۲۷۹ھ / ۱۸۶۲ء میں والد ماجد کے ہمراہ سفر حجاز فرمایا اور مکہ معظمہ کے سرخیل عالم احمد بن زینی دحلان (۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء) سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی اجازت حاصل کی (۲۳۵) اور ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۸ء میں دوبارہ حرمین طہیین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور درج ذیل مشائخ کرام سے اجازتیں حاصل کیں۔

(۱) عبد الغنی بن شاہ ابوسعید، ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء : (۲۳۶)

(۲) شیخ الدلائل علی الحریری المدنی (۲۳۷)

(۳) سید محمد بن عبد اللہ (۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء) (۲۳۸)

مولانا عبدالحئی نے علوم و فنون کی تحصیل کے بعد ہزاروں تشنگان علوم و فنون کو سیراب کیا جن کی ایک طویل فہرست ہے۔ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء بروز دوشنبہ لکھنؤ میں وصال فرمایا۔

مولانا لکھنوی جہاں ایک جلیل القدر مدرس تھے، وہیں ایک بلند پایہ مصنف بھی تھے۔ آپ نے متعدد علوم و فنون میں ایک سو سے زائد چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں جن میں کچھ مطبوعہ اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں جن کا اس مختصر مقالہ میں احاطہ ناممکن ہے، البتہ ان کی چند مشہور تصانیف کے اسماء درج ذیل ہیں:

- (۱) الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة
- (۲) عمدة الرعاية حاشية شرح وقاية
- (۳) التبيان فی شرح الميزان
- (۴) التحقيق العجيب فی مسألة التثويب
- (۵) خير الكلام فی تصحيح كلام الملوك ملوك الكلام
- (۵) تکملة الميزان (۲۳۹)

مولوی عبد العلی آسی مدراسی:

مولانا عبد العلی کی ولادت باسعادت چنور، صوبہ مدراس میں ہوئی۔ ایام شباب میں لکھنؤ آ کر مولانا عبدالحئی (۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء) سے متعدد کتابیں پڑھیں، اس کے علاوہ مولوی الہی بخش فیض آبادی سے بھی استفادہ کیا۔ علوم و فنون سے فراغت کے بعد مطبع نظامی میں تصحیح کتب میں مشغول ہوئے پھر کچھ عرصہ کے بعد اپنا مطبع قائم فرمایا۔ مولانا مدراسی جہاں ایک بلند پایہ مصنف تھے وہیں شعر و سخن سے بھی گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ ۱۳۲۷ھ /

۱۹۰۸ء میں انتقال ہوا۔

مولانا مدراسی کی کتب کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو سکی البتہ چند کتب کا ذکر کتابوں میں ضرور ملا:

(۱) التبصرة النظامية في الرؤس الثمانية

(۲) تكملة واجب الحفظ

(۳) تبصرة الحكمة في حفظ الصحة

(۴) حل التصاريف المشكلة

(۵) ميزان اللسان

(۶) تنبيه الوهابين (۲۳۰)

مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ:

مولانا وصی احمد سورتی کی ولادت باسعادت سورت (۲۳۱) میں ہوئی۔ آپ

کے والد ماجد مولانا محمد طیب سورتی (۱۲۷۶ھ) اپنے زمانہ کے عالم اور جلیل القدر فقیہ تھے۔

مولانا سورتی کا نسب حضرت سہیل بن حنیف صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم (۱۸۲ھ) سے

ملتا ہے۔ انہوں نے اپنی تعلیم کا آغاز مدرسہ حسین بخش (۲۳۲) سے کیا اور معاصر علماء، فقہاء

اور ادباء سے علوم معقول و منقول میں دسترس حاصل کی اور پھر کانپور (شہر) پہنچ کر مولانا

لطف اللہ علی گڑھی (۱۹۱۶ء) کے حلقہ درس میں شامل ہو کر کمال حاصل کیا۔ مولانا علی گڑھی

کے علاوہ آپ نے مولانا احمد حسن کانپوری (۱۳۲۲ھ) اور مولانا محمد علی مونگیری سے بھی استفادہ

کیا۔ ۱۲۸۶ھ کے بعد گنج مراد آباد (۲۳۳) میں قطب الارشاد حضرت فضل رحمن گنج

مراد آبادی سے بیعت ہوئے۔ موصوف نے مولانا کو طریقت و سلوک کی تعلیم سے مزین کیا

(۲۳۴) پھر مدرسہ فیض عام میں صدر مقرر ہوئے اور دارالافتاء کی ذمہ داری سنبھالی، مگر یہاں

کی فضا خوشگوار نہ ہونے کے باعث آپ نے پہلی بھیت کا رخ کیا (۲۳۵) اور مدرسہ حافظ العلوم (۲۳۶) کو درس و تدریس کے لئے منتخب کیا اور جلد ہی اس مدرسہ کے صدر مقرر ہوئے۔

محدث سورتی کی آمد اس علاقہ کے لئے باعث افتخار تھی۔ بڑے بڑے علماء فقہاء اور صوفیاء آپ کے تبحر علمی کو دیکھ کر فرط مسرت میں غرق تھے۔ علم حدیث کی تحصیل کیلئے تشنگان علوم و فنون جوق در جوق آنے لگے۔

مدرسۃ الحدیث محدث سورتی کی حیات کا ایک درخشندہ باب ہے۔ اس کے اختتام کے وقت ملک و بیرون ملک کے مشاہیر علماء نے شرکت کی اور اس تاریخ ساز موقع پر مولانا شاہ احمد رضا خان نے علم حدیث پر تین گھنٹے ایک جامع تقریر فرمائی۔ (۲۳۷)

محدث سورتی فاضل بریلوی سے بہت متاثر تھے۔ پہلی بھیت سے اکثر بریلی حاضر ہوتے اور فاضل بریلوی نے علمی گفتگو فرماتے۔ اعلیٰ حضرت مولانا سورتی کی آمد سے بہت خوش ہوتے۔ مولانا ظفر الدین بہاری اس دلکش منظر کو اپنی تصنیف میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

”جس وقت ان دونوں کی نظریں دو چار ہوتیں، پہلے مصافحہ، پھر معانقہ فرماتے اس کے بعد ایک دوسرے کی دست بوسی کرتے، پھر دونوں حضرات سائبان میں قالین پر تشریف رکھتے، پھر ایک دوسرے کی خیریت دریافت کرنے کے بعد علمی باتیں شروع ہوتیں۔ افسوس کہ اس وقت ان کے ضبط کا خیال نہ ہو اور نہ خدا جانے کیسے گرا نما یہ مضامین اکٹھا ہو جاتے۔“ (۲۳۸)

حضرت محدث سورتی امام احمد رضا سے ہمیشہ استفتاء کرتے اور اعلیٰ حضرت اس کا مدلل و مفصل جواب مرحمت فرماتے۔ (۲۳۹)

محدث سورتی ان کی صلاحیت و عارفانہ بصیرت اور عشق رسول ﷺ کو دیکھ کر بے حد متاثر تھے۔ اس کا اندازہ درج ذیل قصے سے لگایا جاسکتا ہے:

”ایک مرتبہ سید محمد کچھ چھوی نے دریافت کیا کہ آپ کو مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی سے بیعت حاصل ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا شوق جو اعلیٰ حضرت سے ہے وہ کسی سے نہیں اعلیٰ حضرت کی یاد، ان کا تذکرہ، ان کے فضل و کمال کا خطبہ آپ کی زندگی کے لئے روح کا مقام رکھتا ہے۔ محدث سورتی نے مولانا کچھو چھوی کی دریافت پر کتنا فقید المثال جواب دیا جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں:

”سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں ہے جو میں نے مولوی اسحق (محشی بخاری) سے پائی اور وہ بیعت نہیں ہے جو گنج مراد آباد میں نصیب ہوئی بلکہ وہ ایمان جو ذریعہ نجات ہے، میں نے صرف اعلیٰ حضرت سے پایا اور میرے سینے میں پوری طرح عظمت کے ساتھ مدینہ کا تصور بسانے والے اعلیٰ حضرت ہیں، اس لئے ان کے تذکرے سے میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور ان کے ایک ایک کلمہ کو اپنے لئے مشعل ہدایت جانتا ہوں“ (۲۵۰)

الغرض محدث سورتی نے فاضل بریلوی سے بہت سے سوالات کیئے مگر اصول و فروع کسی مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا۔ فاضل بریلوی موصوف سے مراسلت کرتے تو اس طرح اس کی ابتداء کرتے:

”الاسد الاسد والاشد الاشد کنزالکرامۃ جبل الاستقامة“ (۲۵۱)

محدث سورتی کا انتقال ۲۱ اپریل ۱۹۱۶ء کو پہلی بھیت میں ہوا، امام احمد رضا کے فرزند اکبر مولانا حامد رضا خاں نے بعد نماز ظہر نماز جنازہ پڑھائی اور پہلی بھیت ہی میں سپرد

خاک ہوئے۔

امام احمد رضا نے درج ذیل آئیہ کریمہ سے تاریخ وفات استخراج فرمائی:

یطاف علیہم بانیۃ من فضة واکواب

۳۴-----۱۳ھ

محدث سورتی کے خلوص و محبت اور ارادت قلبی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے

کہ جو امام احمد رضا کی تاریخ وفات ہے وہی محدث سورتی کی تاریخ انتقال ہے صرف فاضل بریلی کی تاریخ انتقال استخراج کرنا ہو تو ”یطاف“ سے قبل واؤ کا اضافہ کر دیں یعنی:

ویطاف علیہم بانیۃ من فضة واکواب

۴۰-----۱۳ھ

لکھیں تو امام احمد رضا کی تاریخ وفات (۱۳۴۰ھ) نکل آئے گی۔

محدث سورتی کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ ان کی بیشتر تصانیف زیور طبع سے

آراستہ ہو چکی ہیں اور کچھ مسودات کی شکل میں محفوظ ہیں اور کچھ نذر حوادث ہو گئیں:

- | | | |
|-----|-----------------------------------|-------------------------------------------|
| (۱) | افادات حصین | |
| (۲) | التعلیق الحجبی لما فی مدیۃ المصلی | (مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ، ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) |
| (۳) | الدرة فی عقد الأیدی تحت السرة | (مطبوعہ بریلی الیکٹریک پریس، ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۷ء) |
| (۴) | اظہار شریعت | (مطبوعہ بریلی الیکٹریک پریس، ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۷ء) |
| (۵) | انفع الشواہد | (مطبوعہ نظامی پریس، کانپور، ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۶ء) |
| (۶) | تعلیقات شروح اربعہ ترمذی | (مطبوعہ مطبع نظامی کانپور، ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۴ء) |
| (۷) | تعلیقات سنن نسائی | |
| (۸) | تعلیقات شرح ملا حسن | |

- (۹) حاشیہ مدارک
- (۱۰) حاشیہ بیضاوی
- (۱۱) حاشیہ جلالین
- (۱۲) حاشیہ شرح معانی الآثار (مطبوعہ مطبع المصطفائی، کانپور ۱۳۰۰ھ)
- (۱۳) حاشیہ مقامات حریری (۲۵۲)
- (۱۴) حاشیہ شافیہ
- (۱۵) حاشیہ میبذی (۲۵۳)
- (۱۶) شرح السنن لابی داؤد
- (۱۷) شرح مشکوٰۃ المصابیح
- (۱۸) شرح شفا (ملا علی قاری) (۲۵۴)
- (۱۹) حاشیہ موطاً امام محمد (۲۵۵)
- (۲۰) کشف العمامۃ عن سدیۃ العمامہ (۱۲۲۶ھ) (۲۵۶)



﴿الباب الرابع﴾

امام احمد رضا
علم و فن کی دنیا میں



علوم نقلیہ

قرآنیات:

مولانا احمد رضا خان نے متعدد علوم و فنون پر طبع آزمائی کی جس کا اجمالی خاکہ گذشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل موضوع کے لحاظ سے ذیل میں دی جا رہی ہے۔

امام احمد رضا نے جس میدان میں بھی قلم اٹھایا اس پر سیر حاصل بحث کی۔ والد ماجد مولانا تقی علی خاں زبردست عالم دین تھے۔ ان ہی کی دینی تربیت نے بیٹے کے رگ و ریشے میں دینی حمیت کو کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی زندگی قرآن و حدیث اور مسائل شرعیہ کی ترویج و اشاعت میں بسر کی۔ علوم نقلیہ کے موضوع پر لاکھوں صفحات پر ان کے رشحات قلم پھیلے ہوئے ہیں، جن کی تفصیل تصنیف و تالیف کے باب میں دیکھی جائے گی، سردست ہم یہاں قرآنیات کے موضوع پر ان کی ان گرا نمایہ تصانیف کا ذکر کریں گے، علمی دنیا میں جن کی حیثیت سکھ رائج الوقت کی طرح ہے۔ اس سلسلہ میں پہلے ان کا مشہور و معروف ترجمہ ”کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن“ (۱۳۳۰ھ) ہے۔

یہ ترجمہ اپنی دیگر خوبیوں کے ساتھ لب و لہجہ کی شستگی اور بر محل محاوروں کا استعمال، ترجمہ کی قرآن و احادیث اور متقدمین علماء ربانین کی تشریحات سے مطابقت میں اپنی مثال آپ ہے، بعض دانشوروں نے یہاں تک بھی لکھا ہے کہ:

”جو مقام امتیاز قرآن مجید کو باقی کتب سماویہ کے درمیان حاصل ہے،

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کو وہی مقام باقی تراجم میں حاصل ہے۔

فصاحت بیان کے آئینہ میں اعجاز قرآن کا عکس نظر آتا ہے“ (۲۵۷)

اس ترجمہ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا کی متعدد زبانوں میں اس کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ راقم الحروف کی اطلاع کے مطابق کنز الایمان کا ترجمہ ہندی (۲۵۸) انگریزی (۲۵۹) سندھی (۲۶۰) ڈچ (۲۶۱) (اور اب بنگلہ زبان میں) شائع ہو کر قبول عام حاصل کر چکا ہے اور دوسری زبانوں میں منتقل کرنے کا سلسلہ اب بھی بدستور جاری ہے۔ اس ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر امام احمد کے مایہ ناز خلیفہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی تفسیر بھی ہے جس کا تاریخی نام ”خزائن العرفان فی تفسیر القرآن“ ہے، جو اس ترجمہ کے ساتھ متعدد مطابع سے متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔

تفسیر:

امام احمد رضا نے ترجمہ کے علاوہ قرآن کی تفسیر بھی لکھی ہے اور اس میں نکتہ آفرینی سے کام لیا ہے۔ انہوں نے اگرچہ قرآن کی کوئی مکمل تفسیر نہیں تحریر کی مگر آپ کی جملہ تصنیفات و تالیفات کا کما حقہ بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو ایک مسبوط و مفصل تفسیر تیار ہو سکتی ہے۔

فاضل بریلوی کی تفسیری صلاحیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے سورہ ضحیٰ کی بعض آیات کی تفسیر ۱۰ جز تک لکھ کر چھوڑ دی (۲۶۲) جو اب حوادث روزگار کی شکار ہو چکی ہے البتہ ان کی تفسیری صلاحیت حواشی کی شکل میں اب بھی پائی جاتی ہے۔ جن اہم تفسیر کی کتابوں پر آپ نے معرکہ الآراء حاشیے لکھے اور قرآنیات میں اپنی بالغ نظری کا ثبوت دیا، ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) حاشیة الزلاک الاتقی من بحر سبقة الاتقی

(۲) حاشیة الدر المنثور

(۳) حاشیة الاتقان فی علوم القرآن (للسیوطی)

(۴) حاشیة تفسیر خازن

(۵) حاشیة تفسیر بیضاوی وغیرہ

اس کے علاوہ بعض آیات اور سورتوں پر مختلف تصانیف تفسیر کے اہم موضوع پر دستیاب ہوتی ہیں، جنہیں امام احمد رضا کے جلیل القدر شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری نے یکجا کیا ہے، درج ذیل چند تصانیف پیش کی جا رہی ہیں ان سے فاضل بریلوی کی اس فن میں کامل مہارت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

(۱) انوار العلم فی معنی میعاد استجب لکم

(۲) انباء الحی ان کلامہ المصون تبیان لکل شی

(۳) النفخة الفاتحة من مسک سورة الفاتحة

علم حدیث:

علم تفسیر کے ساتھ ساتھ فاضل بریلوی علم حدیث کے جملہ گوشوں پر حاوی تھے، اس کا اندازہ آپ کی شہرہ آفاق تصنیف ”الروض البهیج فی آداب التخریج“ (۱۲۹۶ھ) سے لگایا جاسکتا ہے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے عدیم المثال خلیفہ مولانا رحمن علی اس کتاب کا تعارف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”اگر اس فن میں پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہو تو پھر امام احمد رضا کو

اس فن کا موجد کہا جائے گا“ (۲۶۳)

علم حدیث کیلئے ضبط حدیث میں مہارت ضروری ہے، فاضل بریلوی میں یہ خصوصیت خداداد تھی۔ (۲۶۴) ایک مرتبہ ”العقود الدرّیہ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ“ کی دو جلدیں مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی کے مرید مولانا وصی احمد محدث سورتی (۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۶ء) سے مستعار لیں اور ایک روز ایک رات میں مطالعہ فرما کر واپس فرمادیں۔ (۲۶۵)

یہیں احمد الخیاری المدنی امام احمد رضا کی علم حدیث میں مہارت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”وہو امام المحدثین“ (۲۶۶)

فاضل بریلوی کا حفظ حدیث میں اگر مقام متعین کیا جائے تو یہ بہت مشکل ہے۔ آپ کی تصانیف و تالیفات کا مطالعہ کیا جائے تو ورق و ورق پر احادیث اظہر من الشمس ہیں۔ فاضل بریلوی کی علم حدیث میں کہاں تک نظر تھی، اس کا اندازہ ان کی بیش قیمت کتابوں سے لگایا جاسکتا ہے۔

(۱) الزبدة الزکیة فی تحریم سجود التھیة:

یہ اہم کتاب مولانا بریلوی نے ایک سوال کے جواب میں سجدہ (تعظیمی کو حرام) ثابت کرنے کے لئے تحریر فرمائی، اس میں آپ کے تبحر علمی و فنی کو دیکھا جاسکتا ہے۔ ملک کے نامور محقق مولانا ابوالحسن علی ندوی اس عدیم النظر تصنیف کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:

”وہی رسالہ جامعہ تدل علی غزارة علمه وقوة استدلاله“ (۲۶۷)

(۲) الفضل الموهبی فی معنی اذا صح الحدیث فهو مذہبی

(۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء)

اس کتاب کے چند اوراق دارالعلوم دیوبند کے جید عالم دین مولانا نظام الدین (احمد پور) سابق ریاست بہاولپور (پاکستان) کو سنائے گئے تو حیرت سے فرمایا:

”یہ سب منازل حدیث مولانا احمد رضا کو حاصل تھے، افسوس کہ میں ان کے

زمانہ میں رہ کر بے خبر و بے فیض رہا۔ علامہ شامی اور صاحب فتح القدر

مولانا کے شاگرد ہیں، یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں۔“ (۲۶۸)

امام احمد رضا نے علم حدیث میں ۶۵ سے زائد کتب و حواشی تحریر فرمائے۔ راقم

الحروف نے ریسرچ کے دوران جن کتابوں کو خود ملاحظہ کیا یا کتب کی فہرست میں دیکھا ان

میں ۴۶ کتب و حواشی عربی میں اور ۹ کتب اردو میں دیکھیں، مذکورہ کتب و حواشی و متعدد

موضوعات پر ایک عظیم شاہکار ہیں۔ ان میں کچھ مطبوعہ اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں۔ ان کے

تعارف و تبصرہ کے لئے کافی اوراق درکار ہیں جس کا یہ مقالہ متحمل نہیں ہو سکتا، لہذا ہم ذیل

میں اعلیٰ حضرت کی مختلف موضوعات پر قلمبند کردہ کتب کی تعداد بیان کرنے ہی پر اکتفاء

کرتے ہیں:

(۱)	علم حدیث	۲۶
(۲)	اصول حدیث	۴
(۳)	تخریج احادیث	۱
(۴)	لغت حدیث	۱
(۵)	اسانید حدیث	۶
(۶)	جرح و تعدیل	۲
(۷)	اسماء الرجال	۷

علم فقہ:

تفسیر و حدیث میں مہارت رکھنے کے ساتھ ساتھ فاضل بریلوی کو علم فقہ میں بھی

اعلیٰ درجہ کی بصیرت حاصل تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ فقہی بصیرت کی بناء پر ارباب علم و فن میں آپ کی پذیرائی ہوئی تو بے جا نہ ہوگا۔ ان کی اس فقہی بصیرت کا اعتراف ہر مکتبہ فکر کے علماء نے یکساں کیا ہے صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں کہ:

”یندر نظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی
وجزئیاتہ ویشہد بذالک مجموع فتاویٰ و کتابہ“، ”کفل الفقیہ
الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم“، ”الذی الفہ فی مکة سنة ثلاث
وعشرین و ثلاث مائة والف۔“ (۲۶۹) اس کے علاوہ امام احمد رضا کا اس فن میں
لکھی ہوئی کتب سے ان کی فقہی بصیرت اور بالغ نظری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

العطايا النبوية فی الفتاویٰ الرضویة (۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) آپ
کی فقہی خدمات کی بہترین دستاویز ہے۔ یہ فتاویٰ بارہ ضخیم مجلدات پر مشتمل ہیں اور ہر ایک
جلد جہازی سائز کے ہزار سے زیادہ صفحات پر مسبوط ہے۔ ان فتاویٰ کی تمام جلدیں ہندو
پاک کے اہم مطابع سے متعدد بار شائع ہو چکی ہیں۔

اگر (فتاویٰ رضویہ کی ان تمام ۱۲) جلدوں کو جدید تقاضوں کے تحت مرتب کیا
جائے تو ۲۵ سے زائد ہو جائیں گی۔ ”العطايا النبوية“ جہاں علوم نقلیہ کے جملہ علوم فنون کا
احاطہ کرتا ہے تو اسی کے ساتھ علوم عقلیہ کی بھی بہترین دستاویز ہے۔

(بجملہ رضا فاؤنڈیشن لاہور (پاکستان) علامہ مفتی عبدالقیوم قادری رضوی ہزاروی علیہ
الرحمة کے زیر نگرانی اب تک فتاویٰ رضویہ کی ۲۸ جلدیں جدید انداز پر تخریج و حواشی کے ساتھ
شائع کر چکا ہے۔ (وجاہت رسول قادری)

امام احمد رضا نے علوم عقلیہ کی بھی روشنی میں دینی مسائل کا استخراج کیا ہے۔ علم
توقیت، جغرافیہ اور ارضیات کی روشنی میں مسافت قصر کا تعین، (۲۷۰) علم ہیئت، توقیت کے

آئینہ میں صوم و صلوة کے اوقات، (۲۷۱) علم زیجات، ریاضی، فلکیات کی مدد سے رویت
 حلال کے سیکڑوں مسائل حل فرمائے ہیں۔ (۲۷۲)

امام احمد رضا کو جزئیات فقہ میں کتنی دسترس حاصل تھی اس کا اندازہ ان کی فقہی
 تصانیف سے لگایا جاسکتا ہے۔

العطایا النبویة میں مولانا نے وہ پانی جس سے وضو جائز ہے۔ اس کی
 ۱۶۰ قسمیں قلمبند کی ہیں۔ (۲۷۳) اسی طرح پانی کے استعمال سے عجز کی ۷۵ صورتیں بیان
 فرمائی ہیں (۲۷۴) اور اس موضوع پر ایک تحقیقی و علمی رسالہ ”سمع الدماء فیما یورث
 العجز عن الماء“ سپرد قلم فرمایا۔ (۲۷۵)

وہ چیزیں جن سے تیمم جائز ہے ان کی ۱۸۱ قسمیں لکھیں ہیں، ۷۴ منصوصات اور
 ۱۰۷ زیادات مصنف اور وہ چیزیں جن سے تیمم ناجائز ہے ان کی ۱۳۰ قسمیں لکھی۔ ۵۸
 منصوصات اور ۷۲ زیادات۔ (۲۷۶)

جس طرح امام احمد رضا کو جزئیات فقہ میں ید طولیٰ حاصل تھا تو اسی طرح متون فقہ
 اور جزوی اختلافات مسائل میں دقت نظر اور باریک بینی سے حل کرنے کا اعلیٰ ملکہ حاصل تھا۔
 امام احمد رضا کے پاس ہندوستان، پاکستان، برما، چین، امریکہ، افغانستان،
 افریقہ اور حجاز وغیرہ سے سیکڑوں استفتاء آتے تھے۔ مولانا انکے جوابات سرعت سے تحریر
 فرما کر ارسال فرماتے۔ (۲۷۷)

امام احمد رضا کے فرزند اکبر مولانا حامد رضا خاں نے ایک مقام پر خود تحریر فرمایا
 ہے۔ (۲۷۸)

”آپ کے بعض فتوے متعدد علوم و فنون پر مستقل رسائل معلوم ہوتے ہیں، مثلاً

یہ فتویٰ الھنی النمر فی الماء المستدید۔“ (۲۷۹)

امام احمد رضا کے یہ تحقیقی فتوے عرب و عجم میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اس قول کی صحت پر ٹھوس شواہد موجود ہیں۔ ایک مرتبہ فتاویٰ رضویہ کے چند اوراق بطور نمونہ خانہ کعبہ کے قبح عالم سید اسمعیل نعیل ملی (۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء) کو ارسال کئے تھے، موصوف ان اوراق کو دیکھ کر متحیر رہ گئے اور اپنے مکتوب محررہ ۱۶ ذی الحجہ (۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء) میں اس پر اس طرح تبصرہ کیا:

”تفضل علينا سيدنا بعدة اوراق من فتاويه انموذجة نرجو الله عزشانه ان يسهل ويقارب لكم الاوقات لاتمامها في اقرب حين فانها حرية بان يعتنى بها جعلها الله تعالى لكم ذخراً ليوم الميعاد والله اقول والحق اقول انه لوراها ابوحنيفة النعمان لاقرت عينه ولجعل مولفها من جملة الاصحاب“ (۲۸۰)

ترجمہ: اے ہمارے سردار آپ نے بطور نمونہ اپنے فتاویٰ کے چند اوراق راقم کو عطا کئے تھے۔ ہم خداوند کریم سے امید رکھتے ہیں کہ آپ کو فتویٰ نویسی میں مزید سہولتیں عطا کرے گا اور فتاویٰ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے اوقات میں برکت فرمائے گا، کیونکہ یہ فتاویٰ اعتنا و اہتمام کے لائق ہیں (خداوند قدوس اسے آپ کے لئے توشہ آخرت بنائے) قسم بخدا میں بالکل سچ کہتا ہوں، اگر امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے فتاویٰ ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مؤلف کو اپنے شاگردوں میں شامل فرماتے۔“

اسی طرح شیخ ابو الفتح ابو غدہ (پروفیسر کلیۃ الشریعہ، محمد بن سعود یونیورسٹی، ریاض نے ”العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ“ کے ایک عربی فتوے کا مطالعہ کیا تو حیرت زدہ رہ گئے اور فرمایا:

”عبارت کی روانی اور کتاب و سنت و اقوال سلف سے دلائل کے انبار دیکھکر میں حیران رہ گیا اور اس ایک فتوے کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کر لی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے۔“ (۲۸۱)

ان کے علاوہ عرب و عجم کے جلیل القدر علماء و اسکالر نے مولانا کے فتاویٰ کی تصدیق کر کے فاضل بریلوی کی عبقریت کا اعتراف کیا ہے، ایسے علماء میں:

- شیخ ابوالاعلیٰ مودودی (۲۸۴) (بانی جماعت اسلامی)
- علامہ شاہ معین الدین ندوی (ناظم دارالمصنفین، اعظم گڑھ) (۲۸۳)
- علامہ ابوالحسن ندوی (۲۸۳)
- حکیم محمد سعید دہلوی (۲۸۵)
- ڈاکٹر محمد اقبال (۲۸۶)
- ڈاکٹر محی الدین الوائی (۲۸۷)
- پروفیسر جے۔ ایم۔ ایس۔ بلیان (۲۸۸)
- مفتی حنفیہ مولانا عبداللہ صدیق (۲۸۹)
- شیخ اسعد بن دھان مکی (۲۹۰)
- سید اسماعیل خلیل مکی (۲۹۱) وغیرہ شامل ہیں۔

فقہ اور جزئیاتِ فقہ میں امام احمد رضا نے جس قدر وقت نظر سے کام لیا ہے اور اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور انہیں کتابوں کی زینت بنایا ہے، ان کا صحیح پتہ چلانا ایک مشکل امر ہے، لیکن ارباب علم و فن نے تحقیق و تجسس کے بعد بابِ فقہیات میں ان کی ۲۲۵ کتابوں کا پتہ لگایا ہے لیکن راقم نے مزید تحقیق کر کے ان کی ۲۴ کتابیں اس فن سے متعلق

مزید برآمد کی ہیں۔ اس اصول کی روشنی میں فقہ سے متعلق ان کی چھوٹی بڑی ۲۴۹ کتابیں ہو جاتی ہیں جن میں متون کے علاوہ حواشی اور شروح بھی شامل ہیں۔ یہ کتابیں عربی، فارسی، اردو تینوں زبانوں پر مشتمل ہیں، عربی میں ۸، فارسی میں ۱۰ اور اردو میں ۱۶۱ کتابیں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں شامل ہیں۔ البتہ مطبوعہ کتب کی تعداد ایک انداز کے مطابق ۱۴۰ ہے۔

اصول فقہ:

تمام علوم و فنون سے زیادہ اصول فقہ میں درک حاصل کرنا ضروری ہے، جس کے سبب فقہی جزئیات اور مشکل مسائل کی پر پتہ گتھیاں سلجھانے میں آسانی ہو، جب تک کسی علم کے اصول و ضوابط سے واقفیت نہیں ہوتی ہے، اس علم میں پختگی کا اعلان بے جا تصور کیا جاتا ہے۔ امام احمد رضا کے اندر یہ خاص بات تھی کہ وہ علوم و فنون سے زیادہ ان کے اصول و ضوابط پر گہری نظر رکھتے تھے۔

امام احمد رضا نے اہل اصول کی بعض تحقیقات سے اختلاف بھی کیا ہے اور متعدد مواقع پر پیچیدہ مسائل کو حل فرما کر اصلاحات بھی فرمائی ہیں۔ اس کی مثال درج ذیل نمونہ سے دیکھی جاسکتی ہے۔

شریعت کے احکامات جو امر و نواہی دونوں پر منحصر ہوتے ہیں۔ علماء اصولین نے پہلے ان کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا۔ (۲۹۲):

..... فرض مستحب مباح مکروہ حرام

اس کے بعد علماء اصولین نے اس میں توسیع کی اور سات اقسام میں تقسیم کیا۔ (۲۹۳)

فرض واجب مستحب (من جانب امر)

مباح (مشترک) مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی

حرام (منجانب نہی)

اس کے بعد محققین نے جدوجہد کے بعد نو مدارج میں تقسیم کیا۔ (۲۹۴)

فرض..... واجب..... سنت مؤکدہ..... سنت غیر مؤکدہ..... مستحب (منجانب امر)..... مباح

(مشرک)..... مکروہ تنزیہی..... مکروہ تحریمی..... حرام (من جانب نہی)

مدارج امر و نہی کی یہ تمام قسمیں فقہاء کے کلام میں ملتی ہیں مگر یکجا اصولی اور

میزان کے اس طرز پر مذکورہ اقسام کا بیان اعلیٰ حضرت کے سوا کسی کے یہاں نہیں ملتا۔

(۲۹۵) امام احمد رضا کو اصول فقہ سے واقفیت ہی نہیں تھی بلکہ انہوں نے اس اہم موضوع پر

اپنے خیالات کو الفاظ کا جامہ پہنایا ہے، اور متعدد کتابیں اس موضوع پر لکھ کر وقت کی اہم

ضرورت کو پورا کیا ہے، جن کی تفصیلات فہرست کتب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ سر دست انکا

اجمالی ذکر کیا جا رہا ہے:

(۱) التاج المکمل فی انارة مدلول کان یفعل (۲۹۶)

(۲) السیوف الخیفة علی عائب ابن حنیفة ۱۳۱۱ھ (۲۹۷)

(۳) نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف (۲۹۸)

ان کتب کے علاوہ امام احمد رضا نے اصول کی متداول کتابوں پر مفصل حواشی بھی

لکھے ہیں، جن سے فاضل بریلوی کی اصولی بصیرت اور تحقیقی نظر کی نشاندہی ہوتی ہے۔

حاشیہ:

(۱) تبویب الاشباہ والنظائر (۲۹۹)

(۲) فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت (۳۰۰)

(۳) حاشیہ مسلم الثبوت (۳۰۱)

علوم عقلیہ :

امام احمد رضا نے علوم عقلیہ کی تحصیل صرف تین اساتذہ کرام سے کی، مثلاً مولانا تقی علی خاں (والد ماجد امام احمد رضا)، ابوالحسین احمد النوری مارہروی، مولانا عبدالعلی رامپوری۔

مگر علوم عقلیہ میں خدا داد صلاحیت اور حیرت انگیز قوت حافظہ کی بناء پر ید طولیٰ حاصل کیا، اس کا اعتراف امام احمد رضا نے خود کیا ہے:

”جب ریاضی اور جیومیٹری وغیرہ کی تحصیل شروع کی تو ان کی فطری ذکاوت کو دیکھ کر ان کے والد ماجد مولانا تقی علی خاں نے کہا:

”تم اپنے علوم دینیہ کی طرف متوجہ رہو ان علوم کو خود حاصل کر لو گے۔“ (۳۰۲)

چنانچہ ایسا ہی ہوا نہ صرف یہ کہ ان علوم کو حاصل کیا بلکہ ان علوم و فنون میں عربی، فارسی اور اردو میں تقریباً ایک سو پانچ سے زائد تصانیف اور حواشی لکھے، جن کی تفصیلات متعدد کتب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ (۳۰۳)

مولانا احمد رضا خود رقمطراز ہیں:

”حسب ارشاد سامی بعونہ تعالیٰ فقیر نے حساب و جبر و مقابلہ و لوگارثم و علم مربعات و علم مثلث کروی و علم ہیئت قدیمہ و ہیئت جدیدہ و زیجات و ارثماطی و غیرہا میں تصنیفات و تحریرات رائقہ لکھیں اور صد ہا قواعد و ضوابط خود ایجاد کئے تحدیثاً بنعمۃ اللہ۔“ (۳۰۴)

اس کے علاوہ قرآن کریم کا عدیم النظیر ترجمہ فرمایا اور اس کا تاریخی نام ”کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن“ (۱۳۳۰ھ) رکھا۔ یہ ترجمہ جہاں ایک طرف فنی اعتبار سے شاہکار ہے تو دوسری طرف مکمل سائنٹفک ترجمان ہے۔ اس کے علاوہ وہ شہرہ آفاق فتاویٰ ”العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویۃ“ (۱۳۲۲ھ) جو بارہ ضخیم مجلدات

پر مشتمل ہے جس کی ہر جلد ہزاروں صفحات میں مشتمل ہے (اب جدید انداز میں اس کی ۲۸ جلدیں رضا فاؤنڈیشن لاہور سے شائع ہو چکی ہیں۔ وجاہت)۔ یہ علمی سرمایہ مفصل دستاویز ہونے کے ساتھ علوم عقلیہ کا بھی احاطہ کرتا ہے، جو اہل علم پر مخفی نہیں۔ تفصیلات کے لئے درج ذیل علوم و فنون، انہیں فتاویٰ سے مستخرج ہیں:

(۱) ریاضی	(۲) جغرافیہ	(۳) صوتیات
(۴) نور	(۵) علم الکیمیا	(۶) علم ہیئت
(۷) توقيت	(۸) بینکاری	(۹) اقتصادیات
(۱۰) علم زیجات	(۱۱) نجوم	(۱۲) علم طبیعیات
(۱۳) علم طب	(۱۴) علم الا دویہ	(۱۵) علم معاشیات
(۱۶) علم تجارت	(۱۷) علم شماریات	(۱۸) علم ارضیات
(۱۹) علم سیاسیات	(۲۰) علم بین الاقوامی امور	(۲۱) علم معدنیات
(۲۲) علم اخلاقیات	(۲۳) علم الاحجار	

امام احمد رضا نے ان علوم و فنون کی روشنی میں مسائل شرعیہ کا استخراج کیا ہے،

حکیم محمد سعید دہلوی ایک مقام پر اس کا اعتراف کرتے ہوئے رطب اللسان ہیں:

”فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام کی گہرائیوں تک پہنچنے کے لئے سائنس اور طب کے تمام مسائل سے کام لیتے ہیں اور اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ کس لفظ کی معنویت کی تحقیق کیلئے کن علمی مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیے اس لئے ان کے فتاویٰ میں بہت سے علوم کے نکات ملتے ہیں، مگر طب اور اس علم کے دیگر شعبے مثلاً کیمیا اور علم الاحجار کو تقدم حاصل ہے اور جس وسعت کے ساتھ اس علم کے حوالے ان کے ہاں ملتے ہیں اس سے ان کی دقیق نظر اور طبی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے اور وہ اپنی تحریروں میں

صرف ایک مفتی نہیں بلکہ محقق طبیب معلوم ہوتے ہیں۔“ (۳۰۵)

فاضل بریلوی کو سائنسی علوم پر اتنی ہی دسترس حاصل تھی جتنی دینی علوم پر۔ آپ کے سامنے دینی، سائنسی منقولات یا معقولات کا کوئی مسئلہ لاینحل پیش ہوتا تو آپ فی الفور اس کا جواب تحریر فرمادیتے۔ مثلاً ۱۳۲۳ھ دوسرے حج کے موقع پر علماء حجاز نے دو اہم مسئلوں کے سلسلہ میں آپ سے استفسار کیا۔ ایک کا تعلق علم غیب سے تھا اور دوسرے کا تعلق اقتصادیات اور معاشیات سے تھا۔ آپ نے اس استفتاء کے جواب میں کتابوں کی مدد کے بغیر علم غیب پر ساڑھے آٹھ گھنٹے میں قلیل نشست کے اندر ۲۴۰ صفحات پر مشتمل ایک مدلل جواب بعنوان ”الدولة المكية بالمادة الغيبية (۱۳۲۳ھ)“ تحریر فرمایا اور دوسری کتاب نوٹ کے مسئلہ پر ڈیڑھ گھنٹے میں تصنیف فرمائی اور اس کا تاریخی نام ”کفل الفقيه الفاهم في احكام قرطاس الدراهم“ (۱۳۲۳ھ) رکھا۔

فاضل بریلوی کی تصنیف ”الدولة المكية“ ایک عظیم شاہکار ہے۔ پروفیسر ابرار حسین نے جب اس کا مطالعہ کیا تو بہت متاثر ہوئے اور اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا:

”اعلیٰ حضرت بہت بلند پایہ ریاضی داں تھے۔ الدولة المکیہ پڑھنے سے (جو میری سمجھ سے بہت بلند تر ہے) اس کی تصدیق ہوئی کیوں کہ انہوں نے وہاں کچھ دلائل ریاضی کے نظریات پر مبنی دیئے ہیں اور یہ نظریات وہ ہیں جو آج کل **TOPOLOGY** کے زمرے میں آتے ہیں۔“ (۳۰۶)

اعلیٰ حضرت کی تصنیفات و تالیفات کے مطالعہ سے مذکورہ قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ حاشیہ رسالہ لوگارٹم (قلمی) اور حاشیہ رسالہ علم مثلث کروی (قلمی) وغیرہ میں انہوں نے **SPHERICAL TRIGNOMETRY AND LOGARTHIM** میں اپنی جلیل القدر تحقیقات پیش کی ہیں۔ (۳۰۷)

امام احمد رضا نے سائنسی بصیرت کی بنا پر بڑے بڑے سائنسدانوں پر تنقید کی جن کی ایک لمبی فہرست ہے سرفہرست چند حضرات کے اسماء درج ذیل پیش کئے جا رہے ہیں:

- (۱) راجہ رتن سنگھ بہادر ہشیار جنگ (۳۰۸)
- (۲) پروفیسر حاکم علی (۳۰۹)
- (۳) پروفیسر البرٹ آئن اسٹائن (۳۱۰)
- (۴) شیخ ابو علی سینا (۳۸۰ھ/۱۰۸۰ء) (۳۱۱)
- (۵) شمس الدین محمد بن مبارک میرک بخاری (۳۱۲)
- (۶) نجم الدین علی بن محمد القزوی (۶۷۵ھ) (۳۱۳)
- (۷) ملا محمد جوئی پوری (۳۱۴)
- (۸) آئزک نیوٹن وغیرہ (۳۱۵)

امام احمد رضا نے صرف ان حضرات کا تعاقب ہی نہیں کیا بلکہ ان کے رد میں بہت سے رسائل بھی تحریر فرمائے۔ ان رسائل میں درج ذیل رسائل بہت مشہور ہیں:

- (۱) الكلمة الملهمة في الحكمة المحکمه لو هاء فلسفة المشئمة ۱۳۳۸ھ
- (۲) فوزمبین در رد حرکت زمین ۱۳۳۸ھ
- (۳) نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان ۱۳۳۸ھ (۳۱۶)

علم ریاضی:

امام احمد رضا کی شخصیت جامع منقول و معقول تھی۔ علوم عقلیہ میں انہیں جو مہارت حاصل تھی وہ اس دور کے بڑے بڑے جید عالم دین کے یہاں نہیں پائی جاتی ہے۔ فلکیات، ریاضیات، نباتات، حیوانات کونسا ایسا شعبہ ہے جس میں انہوں نے اپنی صلاحیت

کالوہانہ منوایا ہو اور ہر ایک باب میں اپنی یادگار تصنیف نہ چھوڑی ہوں۔

علوم عقلیہ میں ریاضی بڑا مشکل ترین موضوع تصور کیا جاتا ہے مگر امام احمد رضا جیسی اہم شخصیت اس فن کی رسیا معلوم ہوتی ہے۔ ۱۳۳۹ھ / ۱۹۱۸ء سے قبل ملک کے مشہور ریاضی داں اور علیگزہ مسلم یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر سر ضیاء الدین نے ۱۹۴۷ء سے علم المربعات سے متعلق ایک سوال اخبار دبدبہ سکندری (راپور) سے طبع کرایا کہ کوئی ماہر ریاضی داں اس کا تشفی بخش جواب دے۔ جب فاضل بریلوی کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا گیا تو امام احمد رضا نے اس کا مدلل جواب شائع کرایا اور اس کے ساتھ ایک سوال پیش کر کے سر ضیاء الدین کو متحیر کر دیا، اسی وجہ سے موصوف نے متاثر ہو کر کہا کہ:

”ایک مولوی نے نہ صرف جواب دیا بلکہ اس سوال بھی پیش کر دیا“ (۳۱۷)

یہ سر ضیاء الدین کا امام سے پہلا غائبانہ تعارف تھا۔ اس کے بعد پروفیسر موصوف کو ایک مرتبہ پھر ریاضی کے ایک مسئلہ میں دشواری پیش آئی اور جس کے حل کے لئے وہ جرمنی جانا چاہتے تھے لیکن امام احمد رضا کے خلیفہ سید سلیمان اشرف بہاری (سابق صدر، شعبہ دینیات، مسلم یونیورسٹی، علیگزہ) موصوف کو لیکر بریلی حاضر ہوئے اور جب سر ضیاء الدین نے اپنا پیچیدہ مسئلہ فاضل بریلوی کے سامنے پیش کیا تو آپ نے اسی وقت اس کا حل پیش کر دیا (۳۱۸) اور اسی تاثر کی بناء پر سر ضیاء الدین نے سید سلیمان اشرف بہاری سے کہا: ”یہاں اتنا زبردست محقق، عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی ہو۔ اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی، مذہبی اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر و مقابلہ، توحیت وغیرہا میں اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل جس ریاضی کے مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد بھی حل نہ کر سکی، حضرت نے چند منٹ میں حل کر کے رکھ دیا:

”صحیح معنی میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے“ (۳۱۹)

امام احمد رضا نے اس اہم موضوع پر اپنے خیالات کو بھی الفاظ کا جامہ پہنایا ہے اور اردو، فارسی، عربی تینوں زبانوں میں متعدد کتب و رسائل اور حواشی لکھ کر وقت کی اہم ضرورت کو مکمل کیا ہے۔ تحقیق و جستجو کے بعد جن کتابوں کا علم ہو سکا ان میں عربی میں پانچ، اردو میں ایک اور فارسی میں تین ہیں۔ ان کی تفصیلات تصانیف کے باب میں دیکھی جاسکتی ہیں، سردست اس کا اجمالی خاکہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے:

(۱) الکلام الفہیم فی سلاسل الجمع والنقسیم ۱۸۹۸ء / ۱۳۱۹ھ

(۲) اشکال الاقلیدس لنکس اشکال اقلیدس ۱۸۸۳ء / ۱۳۰۶ھ

(۳) الکسر العشری ۱۹۱۲ء / ۱۳۳۱ھ

تاریخی گوئی:

اس کا تعلق علم ریاضی سے ہے۔ فاضل بریلوی کو تاریخ گوئی میں اتنا کمال حاصل تھا کہ معاصرین میں دور تک نظر نہیں آتا۔ فاضل بریلوی نے اس فن کی تحصیل کیلئے دور دراز کے سفر نہیں کئے بلکہ حیرت انگیز قوت حافظہ اور خداداد صلاحیتوں کی بناء پر ہمعصر علماء سے سبقت لے گئے، آپ کو اس فن میں اتنا ملکہ حاصل تھا کہ انسان جتنی دیر میں گوئی مفہوم لفظوں میں ادا کرتا ہے، اعلیٰ حضرت اتنی ہی دیر میں بے تکلف تاریخی مادے اور جملے فرما دیا کرتے تھے۔ موصوف کا یہ معمول تھا کہ ہجری سن کو عیسوی سن پر مقدم کرتے، جبکہ اس فن کے ماہرین دونوں تاریخوں کا سہارا لیتے ہیں مگر امام نے عربی اسلامی تاریخ ہی کا لحاظ کیا اور خوشی سے لیکر غم تک اور سن تالیف سے لیکر سن طباعت تک کی تمام تاریخیں سن ہجری سے ہی نکالتے۔ آپ کی اکثر تصانیف کے اسماء تاریخی ہی ہیں اور ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ان اسماء سے کتب کا موضوع، سن تالیف، طباعت کتاب، اور مندرجات سب عیاں

ہو جاتے ہیں مثلاً درج ذیل کتابیں:

(۱) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (۱۳۳۰ھ)

ک	ن	ز	ا	ل	ا	ی	م
۲۰	۵۰	۷	۱	۳۰	۱	۱۰	۲۰
ا	ن	ف	ی	ت	ر	ج	م
۱	۵۰	۸۰	۱۰	۲۰۰	۲۰۰	۳	۲۰
ت	ا	ل	ق	ر	ا	ن	
۲۰۰	۱	۳۰	۱۰۰	۲۰۰	۱	۵۰	

۱۳۳۰ھ =

(۲) کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (۱۳۳۰ھ)

ک	ف	ل	ا	ل	ف	ق	ی
۲۰	۸۰	۳۰	۱	۳۰	۸۰	۱۰۰	۱۰
ہ	ا	ل	ف	ا	ہ	م	ف
۵	۱	۳۰	۸۰	۱	۵	۲۰	۸۰
ی	ا	ح	ک	ا	م	ق	ر
۱۰	۱	۸	۲۰	۱	۲۰	۱۰۰	۲۰۰
ط	ا	س	ا	ل	د	ر	ا
۹	۱	۶۰	۱	۳۰	۲	۲۰۰	۱
ہ	م						
۵	۲۰						

۱۳۲۲ھ =

(۳) حسام الحرمین علی منکر الکفر والمین (۱۳۲۲ھ)

ح	س	ا	م	ا	ل	ح	ر
۸	۶۰	۷	۴۰	۱	۳۰	۸	۲۰۰
م	ی	ن	ع	ل	ا	م	
۴۰	۱۰	۵۰	۷۰	۳۰	۱	۴۰	
ن	ح	ر	ا	ل	ک	ف	ر
۵۰	۸	۲۰۰	۱	۳۰	۲۰	۸۰	۲۰۰
و	ا	ل	م	ی	ن		
۶	۱	۳۰	۴۰	۱۰	۵۰		۱۳۲۲ھ =

(۴) معین مبین بھر دور شمس و سکون زمین (۱۳۳۸ھ)

م	ع	ی	ن	م	ب	ی	ن
۴۰	۷۰	۱۰	۵۰	۴۰	۲	۱۰	۵۰
ب	ہ	ر	د	و	ر	ش	
۲	۵	۲۰۰	۴	۶	۲۰۰	۳۰۰	
م	س	و	س	ک	و	ن	ز
۴۰	۶۰	۶	۶۰	۲۰	۶	۵۰	۷
م	ی	ن					
۴۰	۱۰	۵۰					۱۳۳۸ھ =

یہ جلیلیۃ القدر کتاب امام احمد رضا نے پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کی ایک غلط
پیشن گوئی کے جواب میں لکھی تھی یہ کتاب متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

(۵) الکلمة الملهمه فی الحكمة المحکمة لوہاء فلسفة المشئمہ (۱۳۳۸ھ)

ا	ل	ک	ل	م	ہ	ا	ل
۱	۳۰	۲۰	۳۰	۲۰	۵	۱	۳۰
۲	ل	ہ	م	ہ	ف	ی	ا
۲۰	۳۰	۵	۲۰	۵	۸۰	۱۰	۱
ل	ح	ک	م	ہ	ا	ل	م
۳۰	۸	۲۰	۲۰	۵	۱	۳۰	۲۰
ح	ک	م	ہ	ل	و	ہ	ا
۸	۲۰	۲۰	۵	۳۰	۶	۵	۱
ی	ف	ل	س	ف	ہ	ا	ل
۱۰	۸۰	۳۰	۶۰	۸۰	۵	۱	۳۰
۲	ش	م	ہ				
۲۰	۳۰۰	۲۰	۵				

= ۱۳۳۸ھ

فن تاریخ گوئی اتنا مشکل فن ہے کہ بڑے بڑے ماہرین اسماء کی تاریخ میں متعدد گھنٹے صرف کر دیتے ہیں، مگر اعلیٰ حضرت کو اس فن میں ایسی دستگاہ حاصل تھی کہ بروقت بامعنی اور محل کی مناسبت سے برجستہ تاریخی مادے نکال دیتے تھے، بعض مرتبہ ایسا

بھی ہوا کہ جملہ فرما دیا، کوئی شعر لکھ دیا، جب اس کے اعداد نکالے گئے تو واقعہ کے عین مطابق نکلے۔ برجستہ تاریخ گوئی کی ایک مثال درج ذیل واقعہ سے دی جاسکتی ہے۔

ایک مرتبہ مولانا ظفر الدین بہاری نے فرزند ارجمند کی اطلاع دیتے ہوئے خط

میں تاریخی نام کی درخواست کی، آپ نے سنتے ہی فی البدیہہ فرمایا:

”نام تو مختار الدین ہونا چاہیے“ (۳۲۰)

۱۳۳۶ھ

جب اس کے اعداد نکالے گئے تو موقع کے مطابق نکلے۔

اسی طرح جب قاضی عبدالوحید (والد ماجد قاضی عبدالودود) کا انتقال ہوا تو اعلیٰ

حضرت نے جنازہ میں شرکت کی اور جب جنازہ قبرستان کی طرف اقرباء لے کر چلے تو اعلیٰ

حضرت نے برجستہ دو تاریخیں کہیں، ان کے بعد انہوں نے مولانا ظفر الدین سے اعداد

نکالنے کیلئے کہا، جب موصوف نے اعداد شمار کئے تو واقعہ کے مطابق نکلے۔

وہب المتقون من جنات و عیون (۳۲۱)

۱۳۲۶ھ

اعلیٰ حضرت کی صلاحیت کا انداز اس مربع سے لگایا جاسکتا ہے جو انہوں نے اپنے

پیر و مرشد شاہ ال رسول مارہروی کی تاریخ وفات کے لئے تحریر کیا، یعنی مربع کے خانوں

میں منتخب الفاظ اور پھر خانوں کے باہم امتزاج سے سن وفات کا استخراج کیا ہے، جو نہایت

مشکل ہے۔ اس مربع کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی سیدھی، آڑھی، ترچھی، جتنی چالیں نکلتی

ہیں ان سے سن وفات نکلتا ہے۔ ذیل کے نقشہ میں مربع کی سولہ چالیں ہیں اور ان سے سولہ

تاریخیں نکلتی ہیں اور اگر ترچھی بھی چال تسلیم کر لی جائے تو کل اٹھارہ چالیں ہو پائیں گی اور

اٹھارہ تواریخ وصال نکل آئیں گی۔

۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ
۱۲۹۶ھ	اجود قرب	اصفی عمل	واصل برب	طارم محل	۱۲۹۶ھ
	۳۱۶	۳۲۱	۳۳۱	۳۲۸	
۱۲۹۶ھ	انقی صفا	ال رسول	اشفہ بجد	بجزئی	۱۲۹۶ھ
	۳۳۲	۳۲۷	۳۱۷	۳۲۰	
۱۲۹۶ھ	جان عرب	ال روح دیں	اصفی النساء	فردا جل	۱۲۹۶ھ
	۳۲۶	۳۲۹	۳۲۳	۳۱۸	
۱۲۹۶ھ	افق العلی	نورنجی	شاہ ہدی	کف صفی	۱۲۹۶ھ
	۳۲۲	۳۱۹	۳۲۵	۳۳۰	
۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ء	۱۲۹۶ء	۱۲۹۶ء	۱۲۹۶ء	۱۲۹۶ھ

امام احمد رضا نے نظم و نشر دونوں میں تاریخیں استخراج فرمائی ہیں۔ یہ تاریخیں متعدد صنعتوں کی آئینہ دار ہیں:

صنعت مرکب:

حضرت ہمزہ مارہروی ۱۱۹۸ھ (۳۲۳) کی تاریخ وصال امام احمد رضا نے صنعت مرکب سے نکالی ہے جو موقع کی مناسبت سے کس قدر معنی آفریں ہے:

ادخلی فی جنتی (۳۲۳)

۱۱۸۹ھ

اسی طرح والد ماجد مولانا نقی علی خاں کی تاریخ وصال مذکورہ صنعت سے نکالی ہے جو نہایت بہتر اور معنی خیز ہے:

یا غفور وادخلی فی جنتی وعبادی

۱۲۹۷ھ ۱۲۹۷ھ

جنت اعدت للمتقين، صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ واهلہ اجمعین (۳۲۵)

۱۲۹۷ھ ۱۲۹۷ھ

اس طرح اعلیٰ حضرت نے بہت سی تاریخیں کہیں (۳۲۶) اگر ان جملہ تواریخ کو اکٹھا کیا جائے تو ایک مفصل دستاویز ہوگی، جس کا یہ مقالہ متحمل نہیں ہو سکتا، چنانچہ انہیں چند تواریخ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

جعفر:

امام احمد رضا نے جہاں ہیئت و توقیت، نجوم، تکسیر، لوغارثم، جبر و مقابله میں کمال حاصل کیا، وہیں انہیں ایسے علوم کا بھی وافر حصہ ملا جن کا شمار علم الاسرار میں ہوتا ہے، علم جعفر بھی انہیں علوم میں سے ہے شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ:

ان هذا العلم لا يوجد في السطور ولا يوجد بالقياس ولا بالهندسه ولا بالذوق ولا بالعقل ولا بالفهم وانما يختص برحمة من يشاء يهدي اليه من اناب“ (۳۲۷)

بے شک یہ علم (علم جعفر) تمام علوم و فنون میں مشکل ہے۔ ۱۲۹۴ھ میں مولانا ابوالحسین احمد نوری مارہروی نے امام احمد رضا کو صرف ایک قاعدہ بدوح یلمن کی تلقین کی۔ (۳۲۸)

امام احمد رضا نے استاد کے حکم کے مطابق اس علم کی تحصیل کے لئے جدوجہد کی اور رازہائے بستہ کے پیچ و خم کو سلجھانے میں کامیاب ہوئے اور ”الجفر الجامع“ کے عظیم

الشان قاعدہ سے پیچیدہ مسائل کو حل کیا اور اس حق میں کچھ جداول بھی تیار کیں اور سیکڑوں جداول اپنے شاگردوں کو املا کرائیں، مگر امام نے اپنی طبعزاد ایجادات کو اپنے مشہور شاگرد سید حسین مدنی کو نذر کر دی تھیں۔ (۳۲۹) ان جداول کے علاوہ امام احمد رضا نے اور بھی جداول تیار فرمائیں جو عربی، فارسی اور اردو میں تحریر ہیں اور ۹ کتابیں یادگار چھوڑیں۔ ان میں کچھ مطبوعہ ہیں اور کچھ قلمی صورت میں محفوظ ہیں۔ درج ذیل چند تصانیف پیش کی جاتی ہیں جن سے امام کی صلاحیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

- (۱) الجفر الجامع ۱۳۲۳ھ
- (۲) الوسائل الرضویہ للمسائل الجفریہ ۱۳۲۲ھ
- (۳) الجداول الرضویہ للمسائل الجفریہ ۱۳۲۱ھ
- (۴) رسالہ فی علم الجفر ۱۳۲۸ھ (۴)

علم ہیئات:

امام احمد رضا نے شرح چغینی کے چند اسباق مولانا عبدالعلی رامپوری سے پڑھے (۳۳۰) اور طبع سلیم کی بنا پر اس فن میں یدِ طولیٰ حاصل کیا۔

امام احمد رضا کو اس فن میں کتنی مہارت تھی اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے:

پروفیسر البرٹ ایف پورٹا، (۳۳۱) یہ فاضل بریلوی کا معاصر تھا۔ اس نے ایک مرتبہ ایک خطرناک پیشن گوئی کی کہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو آفتاب کے سامنے بیک وقت متعدد سیاروں کے اجتماع اور ان کی مجموعی کشش سے آفتاب میں زبردست گھاؤ پڑے گا جس سے امریکہ اور پوری دنیا میں قیامت صغریٰ برپا ہوگی اور شدید آندھیاں اور طوفان دنیا کے

بعض علاقوں کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیں گے۔ اس خطرناک پیشین گوئی کے شائع ہوتے ہی ہزاروں لوگ دہشت میں مبتلا ہو کر گر جا گھروں میں پناہ گزیں ہو گئے اور دعائیں کرنے لگے۔ طلباء نے اسکولوں سے چھٹیاں لے لیں اور ایک مقام پر گرجے میں گھنٹیاں بجنے لگیں اور اہل شہر سہم کر رہ گئے۔ (۳۳۲) یہ پیشین گوئی بانکی پور کے اخبار ایکسپریس کے ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔ مولانا ظفر الدین بہاری نے پروفیسر کی اس پیشین گوئی سے امام کو مطلع کیا، موصوف نے مولانا بہاری کو اس طرح ایک مکتوب میں لکھا:

”آپ کا پرچہ آیا، نواب صاحب نے ترجمہ کیا، کسی عجیب بے ادراک کی تحریر ہے جسے ہیئت کا ایک حرف نہیں آتا سراپا اغلاط سے مملو ہے۔“ (۳۳۳)

اور پروفیسر کی اس پیش گوئی کے جواب میں ایک شاہکار رسالہ قلمبند کیا جس کا تاریخی نام ”معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین“ (۱۳۳۸ھ ۱۹۱۹ء) رکھا۔ (۳۳۵) جب ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کا آفتاب غروب ہوا تو پروفیسر کی پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی۔ اس کے علاوہ مشہور سائنسداں پروفیسر البرٹ آئین اسٹائن (۳۳۶) فاضل بریلوی کے معاصرین میں تھا۔ امام احمد رضا نے اپنی تصانیف میں اس کے نظریات پر تنقید کی ہے۔

امام احمد رضا نے اس فن میں مہارت ہی حاصل نہیں کی بلکہ اس اہم فن میں پندرہ سے زائد کتب و حواشی اردو، عربی اور فارسی میں تحریر فرمائے ہیں، درج ذیل چند کتب و حواشی دیکھے جاسکتے ہیں، بقیہ فہرست کتب میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں:

(۱) أرقام الانشراح الحقیقة الاصباح

(۲) الصراح الموجز فی تعدیل المرکز ۱۳۱۹ھ

(۳) حاشیہ شرح جفمینی (۳۳۷)

علم توقیت:

امام احمد رضا جہاں علم ہیئت کے جامع تھے۔ اسی کے ساتھ ساتھ علم توقیت میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ مولانا ظفر الدین بہاری امام احمد رضا کی جلالت علمی اور فن توقیت میں مہارت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

”کہ علم توقیت میں کمال تو حد ایجاد پر تھا یعنی اگر اس کا موجد کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا“ (۳۳۸)

امام احمد رضا کو اس فن میں اتنی دسترس حاصل تھی کہ خود اپنے شاگردوں کو اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے اور شاگردان قواعد کو کاپیوں میں نوٹ کر لیتے۔ مولانا ظفر الدین بہاری ایک مقام پر اس کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب بہاری، مولانا حکیم سید شاہ عزیز غوث صاحب بریلوی اور مولوی سید محمود جان صاحب بریلوی نے اس فن کو حاصل کرنا شروع کیا تو کوئی کتاب اس فن کی نہ تھی جس کو ہم لوگ پڑھتے، اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت خود ہی اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے اس کو ہم لوگ لکھ لیتے اور اسی کے مطابق عمل کر کے اوقات نصف النہار، طلوع، غروب، صبح صادق، عشاء، ضحوة کبریٰ، عصر نکالتے۔ ایک زمانہ تک تو وہ قواعد ہماری کاپیوں میں لکھے رہے، پھر میں نے ان کو ایک کتاب میں جمع کر کے پوری توضیح و تشریح کے ساتھ مع امثلہ لکھ کر اس کا نام ”الجواهر والیواقیت فی علم التوقیت معروف بہ توضیح التوقیت“ رکھا۔ (۳۳۹)

الغرض اعلیٰ حضرت کو اس قدر کمال تھا کہ آپ اپنے ایجاد کردہ قواعد کے ذریعہ یہ معلوم کر لیتے تھے کہ کس وقت آفتاب طلوع ہوگا اور کس وقت غروب اور اسی طرح سیاروں کی معرفت اور ان کی چال کی شناخت زبردست تھی۔ مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی کے

مرید مولانا وصی احمد محدث سورتی فرماتے ہیں کہ:

”اعلیٰ حضرت کو سیارہ شناسی میں اس قدر کمال تھا کہ آفتاب کو دیکھ کر

گھڑی ملا لیا کرتے تھے“ (۳۳۰)

اس کے علاوہ بے شمار قصے فاضل بریلوی کی عارفانہ بصیرت پر شاہد عدل ہیں۔ (۳۳۱)

امام احمد رضا نے اس اہم فن میں قواعد ہی ایجاد نہیں کئے بلکہ اردو، فارسی اور

عربی میں سولہ سے زائد کتب و رسائل اور حواشی یادگار چھوڑے، ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) البرهان القویم علی العرض و التقویم ۱۳۲۷ھ

(۲) الانجب الانیق فی طرق التعلیق ۱۳۱۹ھ

(۳) حاشیة جامع الافکار (۴)

علم تکسیر:

علم تکسیر بھی علم ریاضی کی طرح مشکل ترین علوم میں سے ایک ہے۔ ہر ایک اس میں مہارت پیدا نہیں کر سکتا، مگر اعلیٰ حضرت کو دیکھا جائے تو وہ اس علم کے موجد نظر آتے ہیں، بعض اہل فن اپنے بزرگوں کو مجموعہ اعمال یا مجربات دیربی یا نافع الخلاق سے نقوش باقاعدہ یا بے قاعدہ لکھ دیتے ہیں، یا نقش مثلث یا مربع سے نقش بھرنا جانتے ہیں، مکمل چال سے نقوش بھرنا بہت مشکل ہے، جب ہم اعلیٰ حضرت کے معاصرین کو دیکھتے ہیں تو ہمیں مذکورہ قواعد کے علاوہ نقوش کے طریقہ میں وہ مکمل نہیں دکھائی دیتے مگر امام کی عبقریت اور انفرادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ ماہر تکسیر مولانا مقبول احمد نے امام احمد رضا کے شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری سے علم تکسیر میں سوال کیا، انہوں نے اس کے ایسے جواب الجواب دیئے کہ موصوف ششدر رہ گئے اور فرمایا تم نے یہ علم کس سے سیکھا

ہے؟ مولانا بہاری نے فرمایا، میں نے امام احمد رضا سے اس فن کو حاصل کیا ہے۔ مولانا مقبول نے پھر سوال کیا کہ امام احمد رضا کتنے طریقوں سے بھرتے ہیں؟ میں نے جواب دیا ۲۳۰۰ طریقوں سے کہا کہ آپ نے اور کیوں نہیں سیکھا؟ میں نے کہا وہ تو علم کے دریا نہیں سمندر ہیں۔ (۳۲۲)

امام احمد رضا کو اس فن میں کافی شہرت حاصل ہوئی۔ علماء حجاز نے بھی آپ کو اس علم کا موجد قرار دیا ہے۔ جب حرمین میں امام بریلوی کی شہرت ہوئی تو مولانا سید حسین مدنی (فرزند مولانا عبدالقادر شامی) بریلی تشریف لائے، خود اعلیٰ حضرت اس کا اعتراف ایک مقام پر یوں کرتے ہیں:

”مولانا سید حسین مدنی صاحبزادہ حضرت مولانا سید عبدالقادر شامی مدنی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور چودہ مہینہ فقیر خانہ پر قیام فرمایا اور علم اوفاق و تفسیر سیکھے اور انہیں کے لئے میں نے اپنا رسالہ ”اطائب الاکسیر فی علم التفسیر“ زبان عربی میں املا کیا یعنی میں عبارت زبانی بولتا جاتا اور وہ لکھتے جاتے اور اسی لکھنے میں اسے سمجھتے جاتے“۔ (۳۲۳)

امام احمد رضا کے چند ایجاد کردہ قواعد حیات اعلیٰ حضرت جلد اول میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ امام احمد رضا نے اس فن میں متعدد کتب تصنیف فرمائی ہیں جن کی تفصیل اپنے مقام پر پیش کی جائے گی۔



﴿الباب الخامس﴾

امام احمد رضا
ہندوستان میں
عربی زبان و ادب کا عبقری



نثر نگاری:

عربی زبان میں صلاحیت کے اظہار کے متعدد طریقے ہیں، ان میں نثر نگاری اور شاعری کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ شاعری سے متعلق کچھ بحث شاعری کے باب میں پیش کی جائے گی، جہاں تک رہا نثر نگاری کا تعلق تو امام احمد رضا نے اس میدان میں جو اپنے جوہر دکھائے ہیں اس کی مثال ڈھونڈنے سے کم ملتی ہے۔ خطبات ہوں یا مکتوبات، وعظ و نصیحت کی محفل ہو یا عہد و معاہدے، ہر ایک موضوع پر آپ نے بہترین نثر نگاری کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

امام احمد رضا کی نثر نگاری میں خاص بات یہ تھی کہ ہندی نثر اد ہونے کے باوجود جس برجستگی اور روانی کے ساتھ ان کا قلم چلتا تھا اس سے علماء عرب و عجم متحیر تھے اور بعض عرب دانشوروں نے تو یہاں تک بھی اعتراف کیا کہ یہ جملہ کسی ہندی نثر اد عالم کا نہیں ہو سکتا اس لئے کہ عربیت کے تمام خصائص اس کے اندر پائے جاتے ہیں جس کی توقع کسی عربی نثر اد عالم سے ہی کی جاسکتی ہے۔

اسی برق رفتاری قلم کا نتیجہ ہے کہ آپ نے عربی زبان میں ۲۹۱ کتابیں مختلف موضوعات پر سپرد قلم کی ہیں اور بعض موقعوں پر تو ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک نشست میں مکمل کتاب بھی لکھ ڈالی ہے لیکن سلاست و روانی میں کہیں ذرہ برابر فرق نہیں آنے پایا۔

امام احمد رضا کے قلم میں اتنی تیزی تھی جس کی ہمسری بیک وقت چار زود نویس کاتب نہیں کر سکتے تھے، جتنا یہ سب مل کر لکھتے تھے اتنا امام احمد رضا اتنے ہی وقت میں تنہا لکھ ڈالتے تھے۔ (۲۳۳) بارہا ایسا بھی ہوا ہے کہ کثرت کار کے سبب آپ نے دونوں ہاتھوں سے قلم سنبھال کر اپنے افکار و خیالات کو الفاظ کا جامہ پہنایا ہے۔ اس بحث کا دلچسپ موضوع یہ ہے کہ دونوں قلم سے دو مضمون بیک وقت صفحہ قرطاس کی زینت بنتے اور کہیں سے بے

ترتیبی کا شائبہ بھی نہیں ہو پاتا۔

فاضل بریلوی نے اس مختصری عمر میں ہزاروں تصانیف جو قلمبند کی ہیں اسی زود نویسی کا نتیجہ ہے، اس زود نویسی کے ثبوت میں ”الدولة المكيه بالمادة الغيبية“ ۱۳۲۳ھ ۲۲۰ صفحات کی تصنیف کو بھی پیش کیا جاسکتا ہے جو انہوں نے ایک سوال کے جواب میں سرزمین مکہ معظمہ پر بیٹھ کر بغیر کسی کتاب کی مدد کے ساڑھے ۸ گھنٹے میں تالیف فرمائی، جس میں دلائل و براہین کے انبار کے ساتھ زبان و بیان کی سلاست بھی اپنی جگہ بدرجہ اتم ہے۔ ذیل کے نمونہ عبارت سے میرے اس قول کی تائید ہوتی ہے:

فثبت ان إحاطة احد من الخلق بمعلومات الله تعالى على جهة التفصيل التام محال شرعاً و عقلاً، بل لوجمع علوم جمع العلمين اولاً و آخراً لما كانت لها نسبة ما أصلاً إلى علوم الله سبحانه و تعالى كنسبة حصه من ألف حصه قطرة الى ألف بحر و ذلك لان تلك الحصه من القطرة متناهية، و تلك البحار الزواجر ايضاً متناهيات و لا بد للمتناهي من نسبة إلى المتناهي، فانا لو اخذنا أمثال تلك الحصه من البحار مرة بعد اخرى لا بد أن ياتي على البحار يوم تنفذ و تفنى لتناهيها، أما غير المتناهي فكل ما اخذت منه أمثال المتناهي وان كان بالغاً في الكبر ما بلغ كان الحاصل متناهيًا ابدًا، و الباقي فيه غير متناه ابدًا، فلا يمكن حصول نسبة ابدًا، هذا هو ايماننا بالله“ (۳۳۵)

اللهم غفر انرى الظلمات عمت و طمت، و كلمة النكال على كثير من الناس تمت، فيما ردرناه ان العلم الذاتى و المطلق المحيط

التفصیلی مختص باللہ تعالیٰ وما للعباد إلا مطلق العلم العطائي
وانه حاصل لكل مومن فضلا عن الانبياء الكرام ، عليهم الصلوة
والسلام ، اذ لولاه لما صح الايمان ، كما مرّ البيان ، عسى ان
يتوهم متوهم ان لم يبق اذن فرق بيننا وبين نبينا ﷺ فما ظنك
بسائر الانبياء عليهم الصلوة والسلام؟ فان الذي حصل له ولهم
قد حصل لنا وما هو منتف عنافهو منتف عنهم ايضاً. فقد
استويننا، وهذا وان كان لا يصدر عن عاقل، فضلاً عن فاضل. (۳۲۶)
اس برجستگی اور زود نویسی کا دوسرا مظہر ”کفل الفقیہ الفاہم فی احکام
قرطاس الدرہم“ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶ء) بھی ہے جس میں نوٹ سے متعلق تفصیلی بحث
دلائل شرعیہ کی روشنی میں کی گئی ہے ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶ء میں دوران قیام حج مکہ معظمہ کے دو
علمائے کرام مولانا عبداللہ احمد میرداد امام مسجد الحرام اور ان کے استاذ مولانا حامد احمد محمد
جداوی نے نوٹ کے متعلق وضاحت چاہی، اس کا جواب فاضل بریلوی نے سلیس عربی
زبان میں مسئلہ کا دو ٹوک فیصلہ کر کے بغیر کسی کتاب کی مدد کے بخار کی حالت میں ڈیڑھ دن
میں کتابی شکل میں پیش کر دیا، اس کا اعتراف خود امام احمد رضا نے کیا ہے۔ (۳۲۸) کفل
الفقیہ جہاں مسائل فقہ کی بہترین دستاویز ہے تو اسی کے ساتھ ساتھ عربی زبان و ادب کا
عدیم المثال مرقع ہے۔ عربی زبان و ادب اور سلاست و روانی کا اندازہ ذیل کی اس
عبارت سے لگایا جاسکتا ہے:

”وکل طفل عاقل يعلم ان هذه المعاني مما لا يخطر ببال احد من
المتعاملين بها ولا يقصدون قط بهذا التداول اداة ولا استدانة

ولا حوالة ولا يذهب خاطرهم الى شى من ذالك اصلا ولا ترى احد
هم قط يذكر فى دفتر ديونه على الناس من اخذ الدراهم منه
بناطاء النوط ولا يقول له مدة عمره انك استدنت منى كذا
فاقضنى وخذت كرتك منى ولا فى دفتر ديون الناس عليه من
اخذ هو الدراهم منه واعطاء النوط ولا يذكر لا حدى حياته ولا عند
مماته ان لفلان على كذا فاقضوه وخذوا تذكرتى منه والظلمة
المتهتكة المعتادة بأكل الرباء جهارا لا يدينون احد ادرهما إلا
بربايوضع عليه كل شهر مالم يقض وتراهم ياخذون النوط
ويعطون الدراهم ولا يطلبون عليهما فلسا واحداً لا على شهر ولا
على سنين ولو علموا انه اذانة لما تركوه قطعاً فالحق انهم جميعاً
انما يقصدون المبادلة والبيع والشراء“ (۳۳۸)

”فاقول يجب القطع بشر وطه من تكليف ونطق وبصرو حرز
تام وغيرها اذا بلغت قيمته كلا يوم السرقة والقطع عشرة دراهم
مضروبة جيادا وذلك كله لما بينا انه مال متقوم بنفسه.“ (۳۳۹)

مکتوبات:

نثر نگاری کے سلسلہ میں خطوط نگاری کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ امام احمد رضا
خاں ہزار ہا مصروفیتوں کے باوجود بھی خطوط کا جواب لکھنے میں کوتاہی نہیں برتتے، جو جس
زبان میں مراسلت کرتا اس کا جواب بھی اسی زبان میں دیتے، یوں تو آپ کے رسائل و
مکتوبات کی تعداد جو عربی زبان پر مشتمل ہیں، بہت ہے۔ ان کا صحیح علم شاید ہی کسی کو ہوا البتہ

الی الفاضل الکامل الشیخ محمد طیب المکی سدده الله

بقلب ملکی

اما بعد! فانی احمد الله الیک ، سلام علیک وصل کتاب و حصل
الخطاب ، غب ما طال امد ، و زال ابد ، و ظن الوداد ان قد نفذ ، او کان قد ، و مما
یسران التخاطب فی امر دینی ، و السؤال عن فرض یقینی فاحبت الجواب
رجاء للثواب ، و اظهار اللصواب ، و قضاء لحق اخوة الاحباب و لو انک یا اخي
رجعت فی هذا الی الکلام المبین لا غناک عن مراجعة مثلی من المقلدین
کما به تعینت فیما تمنیت عن الائمة المجتهدین رضوان الله تعالیٰ علیهم
اجمعین . (۳۵۵)

فان رأیت ما التمسته انت ولم یا تک بدء ، انه هوا لطریق القویم
فذاک المامول من طبعک السلیم و ودک التقویم و لافانی اعوذ بربی
و ربک ان تکابر تحقیقاً او تدابر صدیقاً و ان ابیت فما انابات ما اتیت و لعلک
تجد من یجازی بمثل و لا یمل مکابرة و لا یخشی مدابرة و الله الهادی و له
الحمد فی الاولیٰ و الآخرة و صلی الله تعالیٰ علی سیدنا و مولانا الامان الامین
فاتح الخلق و خاتم النبیین محمد شارع الاجتهاد للماهرین و امر التقليد
للقاصرین و علیٰ اله الطاهرین و صحبه الظاهرین و مجتهدی ملتہ و المقلدین
لهم باحسان الیٰ یوم الدین و بارک و سلم ابدالابدین امین امین و الحمد لله
رب العالمین . (۳۵۶)

خطبات:

اظہار مافی الضمیر کے دو طریقے رائج ہیں۔ ایک کا تعلق قلم سے ہے اور دوسرے کا تعلق زبان سے ہے۔

امام احمد رضا نے قلم کی دنیا میں جو دھوم مچائی ہے ان پر تفصیلی ذکر گزر چکا، یہاں ہم ان کے وعظ و تقریر اور اس مؤثر لب و لہجہ کا ذکر کر رہے ہیں جو انہوں نے منبر رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر جمعہ و عیدین اور دوسرے مواقع پر سلیس عربی زبان میں شریعت مطہرہ کی روشنی میں قرآن و حدیث سے مدلل گفتگو کی ہے۔ یہ طے ہے کہ وعظ و تقریر کو آپ نے زیادہ نہیں اپنایا لیکن پھر بھی آپ جس موقع پر چاہتے اور جس موضوع پر چاہتے بڑی برجستگی سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار فرماتے جس سے سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایسے بیشتر خطبات ہیں جو امام احمد رضا نے متعدد مواقع پر دیئے ہیں، سردست ان کے وہ خطبات جو عربی زبان میں ہیں ان پر گفتگو سپرد قلم ہے۔ ان کے خطبات متعدد بار مختلف مطابع سے شائع ہو کر قبولیت عام کا درجہ حاصل کر چکے ہیں۔ پیش نظر ”الخطبات الرضویہ“ کا وہ نسخہ ہے جو مکتبہ نعیمیہ دیپا سرائے، سنبھل، مراد آباد، سے شائع ہوا ہے۔ اس خطبہ میں جمعہ و عیدین کے علاوہ وعظ سے متعلق بھی دیگر خطبات ہیں۔ ان خطبات کے مطالعہ سے یہ اندازہ کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے کہ امام احمد رضا مشکل ترین مسائل کو بڑی آسانی سے سلیس لب و لہجہ میں بیان کرنے پر قادر تھے، اس کے علاوہ ان کے مطالعہ سے جن خصوصیات کا علم ہوتا ہے وہ درج ذیل ہیں جس طرح ذیل کی عبارت سے واضح ہے۔

(۱) اعلیٰ حضرت کے خطبات اس قدر پر اثر ہیں کہ سخت سے سخت دل انسان بھی ان سے مانوس ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(۲) منتخب الفاظ، سادہ سلیس عبارت، اسلوب شگفتہ و شائستہ ان خطبات کی عدیم النظیر خصوصیات ہیں۔

نمونہ خطبہ و عظ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العلمين . حمد الشاكرين و افضل الصلاة و اكمل السلام على سيد المرسلين ، خاتم النبيين ، اكرم الأولين و الاخرين ، قائد الغر المحجلين ، نبي الحرمين ، امام القبلتين سيد الكونين و سيلتنا في الدارين صاحب قاب قوسين ، المزين بكل زين ، المنزه من كل شين ، جد الحسن و الحسين ، نبي الأنبياء ، عظيم الرجاء ، عميم الجود و العطاء ، ماحي الذنوب و الخطاء ، شفيعنا يوم الجزاء ، سر الله المخزون ، در الله المكنون ، عالم ما كان و ما يكون ، نور الأفئدة و العيون ، سرور القلب المحزون (۳۵۷)

نمونہ خطبہ جمعہ:

الحمد لله الذي فضل سيدنا و مولانا محمداً صلى الله تعالى عليه و سلم على العلمين جميعاً . و اقامه يوم القيامة للمذنبين المتلوثين الخطائين الهالكين شفيحاً . فصلى الله تعالى و سلم و بارك عليه و على كل من هو محبوب و مرضى لديه . صلاة تبقى و تدوم بدوام الملك الحي القيوم و اشهد ان لا اله الا الله و حده لا شريك له . و اشهد ان سيدنا و مولانا محمداً عبده و رسوله بالهدى و دين الحق ارسله صلى الله تعالى عليه و على اله و صحبه اجمعين و بارك و سلم .

اما بعد فيا ايها المومنون رحمننا و رحمتكم الله تعالى او صيكم و نفسي بتقوى

اللہ عزوجل فی السر والاعلان . فان التقویٰ سنام ذری الایمان واذکروا اللہ عند کل شجر و حجر ، واعلموا ان اللہ بما تعملون بصیر و ان اللہ لیس بغافل عما تعملون . واقتفوا اثار سنن سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین . فان السنن ہی الأنوار وزینوا قلوبکم بحب هذا النبی الکریم علیہ وعلیٰ الہ افضل الصلوة والتسلیم ، فان الحب هو الایمان کلہ ، الا لایمان لمن لامحبة له (۳۵۸)

نمونہ خطبہ عید الفطر:

فیا ایہا المؤمنون رحمننا ورحمکم اللہ ، اعلموا ان یومکم هذا یوم عظیم یوم یتجلی فیہ ربکم باسمہ الکریم ویغفر فیہ للصائمین ، الاول للصائمین فرحتان . فرحة عند الافطار وفرحة عند لقاء الرحمن ، الا وان فی الجنة باباً یقال لہ الریان لا یدخلہ الا الصائمون الا وادہ نبیکم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوجہ الکریم الملک الدیان . اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر ولله الحمد . الا واللہ نبیکم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد اوجب علیکم فی هذا الیوم علی کل من یملک النصاب فاضلاً عن الحاجة الاصلیة عن نفسه وعن صفار الذریة صاعاً من تمر او شعیر او نصف صاع من بر او زبیب الا وانہا لطہرة الصیامکم عن اللغو والرفث وان الصیام معلقة بین السماء والارض حتی تودی هذه الصدقة فادوها طیبة بها انفسکم تقبلها اللہ والصیام منا ومنکم ومن اهل الاسلام اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر ولله الحمد . الا ان ربکم فرض فرائض فلا تترکوها وحرمت حرمت فلا تنتهکوها ، الا وان نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم سن لکم سنن الہدی فاسلکوها . (۳۵۹)

شاعری:

امام احمد رضا جہاں ایک بلند پایہ نثر نگار تھے، وہیں وہ قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ اس فن میں فاضل بریلوی نے اصحاب شعر و سخن سے اپنا لوہا منوایا۔ صنائع و بدائع کا استعمال جس خوبصورتی سے انہوں نے کیا ہے وہ ہمعصر شعراء کے یہاں بہت کم پایا جاتا ہے۔ فاضل بریلوی نے عربی، فارسی، اردو اور ہندی میں ہزاروں اشعار کہے ہیں، اگر آپ کے معاصر ارباب ادب کے شاعرانہ تخیل کا جائزہ لیا جائے تو شاید ہی کوئی ایسا ملے جس کی شاعری میں عربی، فارسی، اردو اور ہندی کے اشعار یکجا حسن و خوبصورتی کے ساتھ منظم ملیں۔

علامہ رضا بریلوی نے اس صنف خاص پر طبع آزمائی کی اور چاروں زبانوں پر مشتمل بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا اچھوتا نذرانہ پیش کیا جس کی نظیر دنیا کے کسی شاعر کے یہاں نہیں ملتی۔ ان کی یہ نعت بھرپور عنایت کے ساتھ ارباب ذوق و شوق بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ مزے لے لے کر پڑھتے اور گنگناتے ہیں جس کا مطلع ہے۔

لم یأت نظریک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کوتاج تورے سر سو ہے تجھ گوشہ دوسرا جانا

علامہ رضا کا دل عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سمندر تھا جس میں درد و غم ہجر و فراق کی نہ

جانے کتنی نہریں تھیں مگر حضرت رضانا نے اس کا اظہار قرآن و حدیث کے دائرہ میں رہ کر کیا

ہے اس کا اعتراف خود رضا بریلوی نے ایک مقام پر کیا ہے۔ (۳۶۰)

امام احمد رضا صنف شاعری کے خود ہی استاد و شاگرد تھے۔ انہوں نے اس سلسلہ

میں کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا، جبکہ اس زمانے میں اردو ادب کے چوٹی کے

شعراء میدان شعر و سخن میں اپنی اپنی ریاست تسلیم کر چکے تھے۔ اس اعتبار سے رضا بریلوی تلمیذ الرحمن تھے۔ مولانا کی اپنی جداگانہ حیثیت تھی اور انفرادیت کے ساتھ اپنے مخصوص لب و لہجہ میں عشق و محبت میں ڈوبا ہوا کلام لکھتے رہے، ان کا یہ انداز صرف اردو شاعری تک محدود نہیں بلکہ عربی و فارسی میں بھی وہی برجستگی الفاظ کی بندش، روانی اور شگفتگی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ مصر کے فاضل علماء کے سامنے مولانا ضیاء الدین مدنی (۳۶۱) نے امام احمد رضا کا درج ذیل قصیدہ سنایا تو علماء مصر نے برجستہ کہا کہ یہ عربی قصیدہ کسی فصیح اللسان عربی عالم دین کا تحریر کردہ ہے۔ شیخ نے کہا کہ یہ کسی عربی عالم دین کا نہیں بلکہ مولانا احمد رضا ہندی کا تحریر کردہ ہے، یہ سننا تھا کہ علماء مصر ششدر رہ گئے کہ وہ عجمی ہو کر عربی میں اس قدر مہارت و پختگی رکھتے ہیں۔ اس قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں:

بِجَلَالِهِ الْمُتَقَرِّدِ

خَيْرَ الْأَنَامِ مُحَمَّدٍ

مَا وَآى عِنْدَا شَدَائِدِ

بِكِتَابِهِ وَبِأَحْمَدِ

وَبِمَنْ هَدَى وَبِمَنْ هُدَى

وَبِمَنْبَرٍ وَمَسْحَدِ

مِنْ عِنْدِ رَبِّ وَاحِدِ

(۳۶۲)

الْحَمْدُ لِلْمُتَوَجِّدِ

وَصَلَوْتُهُ دَوْمًا عَلَى

وَالْآلِ وَالْأَصْحَابِ هُمْ

فَأَلَى الْعَظِيمِ تَوَسَّلِي

وَبِمَنْ أَتَى بِكَلَامِهِ

وَبِطَيْبَةِ وَبِمَنْ حَوَتْ

وَبِكُلِّ مَنْ وَجَدَ الرَّضَا

امام احمد رضا نے مخصوص حالات کے پیش نظر بھی طبع آزمائی کی ہے جس کی تفصیل

”الطاری الداری لہفوات عبدالباری“ (۳۶۳) میں دیکھی جاسکتی ہے۔ مولانا کے عربی

کلام میں سلاست و روانی کی رنگارنگی بہت نمایاں ہے اور بے ساختگی، عربی تراکیب کی

بندش اور مناسب و بر محل الفاظ کے استعمال پر آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ تشبیہات و استعارات آپ کے کلام کی عدیم المثال خصوصیات ہیں۔

علامہ رضا کا کلام تصنع اور شعری عیوب سے پاک ہے۔ آپ کو عربی پر کتنی قدرت اور عبور تھا، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اردو اور فارسی کلام کے ضمن میں عربی جملوں، مصرعوں اور عربی اشعار کا استعمال بر محل کیا ہے جیسا کہ ”الطاری الداری لہفوات عبدالباری (۲۶۴) (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء)“ اور حدائق بخشش ۱۳۲۵ھ، حصہ اول، (۳۶۵) دوم (۳۶۶) اور سوم (۳۶۷) سے ظاہر ہے۔

اس لئے یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ حضرت کے کلام سے صحیح معنی میں وہی شخص لطف اندوز ہوگا جو عربی، فارسی اردو اور ہندی میں کامل دسترس رکھتا ہو۔

امام احمد رضا کا کلام منتشر اوراق اور مخطوطات میں غیر مرتب ہے۔ ڈاکٹر حامد علی خاں (سابق ریڈر، شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی علیگڑھ) نے شعبہ عربی سے ”ہندوستان میں عربی شاعری کے موضوع پر علمی و تحقیقی مقالہ سپرد قلم فرما کر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی، موصوف نے ریسرچ کے دوران مختلف ماخذ سے حضرت رضا کے عربی اشعار کو اکٹھا کیا ہے جن کی مجموعی تعداد ۳۹۰ ہے۔ (۳۶۸) اسی طرح مولانا محمود احمد کانپوری نے مولانا بریلوی کی متعدد کتب کے حوالوں سے ۱۱۳۵ اشعار یکجا کئے ہیں، (۳۶۹) مگر یہ جملہ اشعار مطبوعات کی شکل میں یکجا دستیاب نہیں۔

راقم نے بھی مولانا احمد رضا کی درج ذیل کتب میں ۱۱۲۰ اشعار منتخب کئے ہیں، پھر بھی اگر جستجو کی جائے تو مزید اشعار کا حصول ممکن ہے جو اباب بصیرت اور ماہرین رضویات پر مخفی نہیں۔

(۱) محی الدین ابن عربی: (۳۷۰)

”مواقع النجوم و مطالع اهله الاسرار و العلوم“ مطبع گلزار حسنی بمبئی، ص ۱۵۳-۱۶۰
پر تیرہ اشعار کا قطعہ تاریخ انتقال اور ۱۴۰ اشعار کا مرثیہ بروفات محمد اسمعیل قادری نقشبندی۔ (۳۷۱)

(۲) محمد برہان الحق:

(الف) ”اکرام امام احمد رضا“ مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء، ص ۲۶ پر ۱۵ اشعار بروفات
مولانا عبدالکریم ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء۔ (۳۷۲)

(ب) محمد برہان الحق:

مذکورہ کتاب کے ص ۱۴۶ پر تین اشعار بروفات سیکینہ خاتون ۱۳۲۹ھ۔ (۳۷۳)

(ج) محمد برہان الحق:

اسی کتاب کے ص ۹۸ پر دو اشعار بر مکتوب مولانا عبدالسلام جبلی پوری۔

(۳) احمد رضا خاں:

”قصید تان رائعتان“ مطبوعہ الجمع الاسلامی مبارکپور، اعظم گڑھ (۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء) ص

۱۳ تا ۳۹ پر ۳۱۳ اشعار، مولانا فضل رسول بدایونی کی مدح میں۔ (۳۷۴)

(۴) احمد رضا خاں:

”العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ“ جلد ہشتم، مطبوعہ ٹائڈہ (۱۹۸۱ء)

ص: ۲۴۶ پر دو شعر۔

(۵) احمد رضا خاں:

”العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ“ جلد ششم، مطبوعہ ٹائڈہ (۱۹۸۱ء ص ۲۳) پر تین اشعار

(۶) احمد رضا خاں:

”صلوات الصفا فی نور المصطفیٰ“ مطبوعہ لاہور، ص ۲ پر ایک شعر۔

(۷) احمد رضا خاں:

”الطاری الداری لہفوات عبدالباری (۵۱۳۳۹/۱۹۲۱ء)“، مطبوعہ

بریلی (۱۹۲۱ء) ص ۷۷-۷۸-۷۹ پر ۱۸ اشعار بر تعاقب مولانا عبدالباری فرنگی محلی۔ (۳۷۵)

(۸) احمد رضا خاں:

حدائق بخشش، حصہ سوم، مطبوعہ نظامی پریس بدایوں کے مختلف صفحات میں ”سجن

السبوح من عیب کذب مقبوح، ۱۳۱۷ھ، انوار ساطعة، رجب الساحة فی

میاہ لایستوی و جہها وجوفها فی المساحة، النور والنورق لاسفار الماء

المطلق ۳۳۳ھ وغیرہ چند تصانیف سے مختلف موضوعات پر ۷۰ اشعار۔ (۳۷۶)

(۹) احمد رضا خاں:

”العطايا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ“، جلد دوم، مطبوعہ مراد آباد،

ص: ۹۵-۹۶ پر ۱۶ اشعار۔

(۱۰) احمد رضا خاں:

”الاجازة الرضویہ لمبجل مكة البهية“ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)، پر ۱۷

اشعار برائے شیخ صالح کمال مکی (۵) و شیخ اسمعیل خلیل مکی ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء۔ (۳۷۷)

(۱۱) احمد رضا خاں:

”العطايا النبوی فی الفتاویٰ الرضویہ“ جلد اول، ص ۳۷ پر ایک شعر۔

(۱۲) احمد رضا خاں:

”آمال الابرار و آلام الاشرار“ (۱۳۱۸ھ) نامی قصیدہ میں ۱۷۰ اشعار کا
دالیہ قصیدہ مطبع حنفیہ عظیم آباد۔

(۱۳) احمد رضا خاں:

چند قلمی صفحات پر ۱۱۹ اشعار بر اجلہ صحابہ۔

(۱۴) محمد عمر الدین:

”الاجازة فی ذکر الجهر مع الجنازة“ مطبوعہ بمبئی، ۱۳۱۵ھ، ص ۵۹ تا ۶۳
پر ۱۳۳ اشعار کے دو مرتبے بر انتقال، محمد عبید اللہ ۱۳۱۵ھ۔

(۱۵) محمد مصطفیٰ رضا خاں:

”المملووظ“ (حصہ دوم) مطبوعہ بریلی، ص ۱۷ پر تین اشعار، برائے سید اسماعیل بری مدنی۔

(۱۶) نقی علی خاں:

”اوضح الکلام“ مطبوعہ بریلی، ص ۱ پر ۲ اشعار بروفات مولانا نقی علی خاں بریلوی

(۱۷) محمد حیدر علی:

تذکرہ مشائخ کاکوری (مطبع اصح المطابع لکھنؤ، ۱۲۹۷ھ) ص ۱۲۳-۱۲۴ پر چار
اشعار کا قطعہ تاریخ بر حکیم محمد حبیب علی علوی کاکوری۔

(۱۸) میاں صاحب:

”سراج العوارف فی الوصایا والمعارف“ مطبوعہ وکٹوریہ پریس، ۱۳۱۳ھ

ص ۱۲۳-۱۲۴ پر تقریظ کے گیارہ اشعار۔

(۱۹) محمود احمد:

تذکرہ علماء اہلسنت، رزاقی پریس، کانپور، ۱۳۱۹ھ، ص ۱۸۷ پر ۱۱ اشعار برانتقال مولانا محمد عمر حیدر آبادی۔

(۲۰) نور محمد قادری:

اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر حیات پرنٹرز لاہور، ۱۳۹۵ھ، ص ۴۶ پر تین اشعار برانتقال محمود خاں دہلوی۔

(۲۱) عبدالسلام نعمانی:

مشائخ بنارس (مطبع ندوۃ المعارف بنارس)، ص ۹۱ پر دو شعر۔

(۲۲) ابوالحسین احمد نوری:

”العسل المصطفیٰ فی عقائد ارباب سنة المصطفیٰ“، مطبوعہ میرٹھ ۱۲۹۸ھ، ص ۲۱ تا ۲۳ پر تقریظ کے سولہ شعر۔

(۲۳) ضیاء الدین مدنی:

قلمی نسخہ (روایت) بحوالہ معارف رضا، شمارہ ہفتم، ۱۹۸۷ء، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۷ء ص ۷۸، پر ۲ اشعار۔

(۲۴) ماہنامہ اشرفیہ (اعظم گڑھ)، شمارہ اگست ۱۹۸۲ء، ص ۲۱ پر دو اشعار۔

(۲۵) ماہنامہ الرضا (بریلی)، شمارہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ، ص ۳ پر دو اشعار بروفات پیر عبدالغنی امرتسری۔

(۲۶) ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ)، شمارہ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ، ص ۴۱ پر دو اشعار بروفات قاضی

عبدالوحید ۱۲۲۶ھ (والد ماجد قاضی عبدالودود، پیر سٹر، بانگی پور۔

(۲۷) مولانا احمد بخشش:

قلمی نسخہ مولانا احمد بخشش بحوالہ پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (مولانا احمد رضا خان کی) نعتیہ شاعری مشمولہ معارف رضا، شمارہ ہفتم (۱۹۸۷ء)، ص ۸۰، ۱۲۶ اشعار۔

ان کتب کے علاوہ مولانا بریلوی کی عربی، فارسی اور اردو کتب کا مطالعہ کیا جائے تو اور بھی اشعار مل سکتے ہیں مگر یہ اہم کارنامہ چند وجوہات کے باعث مشکل ہے۔

(۱) امام احمد رضا کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔ ان تمام تصانیف کا مطالعہ کرنے کے بعد تمام اشعار کا اس مقالہ میں احاطہ کرنا ناممکن ہے، کیونکہ یہ کام بذات خود ایک مبسوط مقالہ کا مقتضی ہے۔

(۲) امام احمد رضا کی تصانیف مجموعی شکل میں دستیاب نہیں، بایں وجہ بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

(۳) امام احمد رضا کی کتب ہندو پاک ہی نہیں بلکہ حجاز میں بھی محفوظ ہیں اس وجہ سے جملہ تصانیف سے اشعار کا استقصا محال تو نہیں البتہ دشوار ضرور ہے، سردست جو اشعار دستیاب ہوئے ہیں، ان میں درج ذیل ان اصناف سخن کے تحت نمونے قابل ذکر ہیں:

حمد:

احمد رضا نے رب کائنات کی قدرت کاملہ کی تعریف حسین و دلکش پیرائے میں کی ہے:

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْكَوْنِ وَالْبَشْرِ
حَمْدًا يَدْوُمُ دَوَامًا غَيْرَ مُنْخَصِرٍ

وَأَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ الزَّكَايَاتِ عَلَيَّ

خَيْرَ الْبَرِيَّةِ مُنْجِي النَّاسِ مِنْ سَقَرٍ

بِكَ الْغِيَاذُ إِلَهِي أَنْ أَشَأُ حَكْمًا
سِوَاكَ يَا رَبَّنَا يَا مُنْزِلَ النَّذْرِ

الَاتِّعَالِي إِلَى الْمُخْتَارِ مِنْ مُضِرِّ
صَلَّى إِلَهِ عَلَى الْمُخْتَارِ مِنْ مُضِرِّ

إِنْ شِئْتَ فَانْهَضْ إِلَى الْفَارُوقِ نَسْأَلُهُ
فَالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنَ الْفَاطِمَةِ الْغُرِّ

هَلُمَّ اسْرِعْ نَسْأَلُ عِنْدَ حَيْدَرَةٍ
أَنْ لَا تَقُولَ تَعَاكُمْنَا إِلَى عُمَرَ (۲۷۸)

نعت:

نعت گوئی کا فن نہایت اہم ہے، اس میں ہر انسان کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔
بعض اصحاب شعر و سخن نعت میں لغویات سے کام لیتے ہیں جب کہ لغویات، و دیگر خارجی
مضامین سے نعت کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

نعت کی مختلف حیثیات ہوتی ہیں، ان میں درج ذیل دو حیثیت بہت مشہور ہیں:

(۱) ایک وہ نعت جس کی ابتدا روایت سے ہوتی ہے اور انتہا عقیدے پر ہوتی ہے۔

(۲) دوسری وہ نعت جو عشق سے گزر کر ایمان و ایقان پر ختم ہو۔

امام احمد رضا کی شاعری کالب و لہجہ بالکل اسلامی رنگوں میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے
جس کی انفرادیت اپنی جگہ مسلم ہوتی ہے۔ سوز و گداز، فصاحت و بلاغت جذب و کشش
ہونے کے ساتھ ساتھ شرعی اصول و ضوابط کی کسوٹی پر کسا ہوتا ہے، چونکہ ان کی شاعری
قرآن و حدیث کی روشنی میں ہوتی ہے اس لئے شاعرانہ تخیلات کی بے راہ رویوں سے

کوسوں دور ہوتے ہیں، اس کا اعتراف انہوں نے خود اپنے کلام میں کیا ہے۔ (۳۷۹) ڈاکٹر حامد علی خاں اس کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”آپ کے نعتیہ کلام کا مطالعہ کرنے سے یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ آپ کی نعت گوئی آداب عشق و محبت کی آئینہ دار ہے، حضور نبی ہاشم ﷺ سے آپ کی محبت نہ صرف ہر چیز سے بلند و برتر تھی بلکہ والہانہ عقیدت اور حقیقی جاں نثاری تھی۔“ (۳۸۰)

امام احمد رضا کی شاعری خالص عشق رسول کا مظہر تھی۔ کلام کے ہر لفظ سے محبت رسول ﷺ کا سوتا ابلتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور اسی کو اپنی زندگی کا حاصل اور معراج کمال تصور کرتے ہیں۔ نعتیہ شاعری میں جذبات عشق و محبت رسول ﷺ لفظ لفظ میں انسانی خون کی طرح دوڑ رہا ہے، جس کے سبب ان کی شاعری منفرد دکھائی دیتی ہے۔ اس کا اعتراف ملک و ملت کے بڑے بڑے فضلاء اور دانشوروں نے کیا ہے، جن کی تفصیل متعدد کتب میں دیکھی جاسکتی ہے۔ (۳۸۱)

امام احمد رضا کی نعت گوئی میں عشق رسول ﷺ کو فوقیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عشق الفاظ کا لبادہ اوڑھ کر نوک قلم پر ظاہر ہوتا ہے۔

وَكُلِّ خَيْرٍ مِّنْ عَطَاءِ الْمُصْطَفَى
صَلَّى عَلَيْهِ اللَّهُ مَعَ مَنْ يُصْطَفَى

اللَّهُ يُعْطِي وَالْحَبِيبُ الْقَاسِمُ

صَلَّى عَلَيْهِ الْقَادَةُ الْأَكْرَامِ

مَانَالْ خَيْرًا مِّنْ سِوَاهُ نَامِلٌ

كَلَّا! وَلَا يُرْجَى بِغَيْرِ نَائِلٍ

مِنْهُ الرَّجَاءُ مِنْهُ الْعَطَاءُ مِنْهُ الْمَدْدُ

فِي الدِّينِ وَالْدُنْيَا وَالْآخِرَى لِبَلَابِدٍ (۳۸۲)

ترجمہ:

ہر قسم کی بھلائی حضور سرور کائنات ﷺ کی جانب سے ہے۔ خداوند کریم آپ پر دیگر منتخب اشخاص کے ساتھ رحمت عطا فرمائے، خداوند قدوس جل جلالہ و عمنوالہ مرحمت فرماتا ہے اور رحمت عالم ﷺ بانٹنے والے ہیں، اسی لئے قاسم کے لقب سے موسوم ہوئے۔ اقوام کے بزرگ قائد آپ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ کسی بھی پانے والے نے آپ کے علاوہ کسی سے بھی معمولی نعمت نہیں حاصل کی۔ یہ امر بالکل یقینی ہے کہ رحمت عالم کے سوا کسی سے بھی بخشش کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

آپ ہی سے امید ہے، آپ کی طرف سے سخاوت ہے اور آپ کی ہی جانب سے دین و دنیا میں اور لامتناہی اخروی حیات میں مدد و اعانت ہے۔

اسی طرح علامہ رضا حضور سرور کائنات ﷺ سے مدد کی درخواست کرتے

ہوئے لکھتے ہیں:

رَسُولُ اللَّهِ أَنْتَ بُعِثْتَ فِينَا

كَرِيمًا رَحْمَةً جُضْنَا خَصِينَا

تَخَوَّفَنِي الْعِذَى كَيْدًا مَتِينَا

أَجْرُنِي يَا أَمَانَ الْخَائِفِينَا (۲۸۲)

ترجمہ:

اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ہم میں کریم و رحیم، حصن و حصین بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اے خوفزدہ اشخاص کے مجسم امن و امان، دشمن اپنے زبردست مکر و فریب سے مجھے خائف بنا رہے ہیں اس لئے آپ مجھے پناہ دیجئے اور میری حفاظت فرمائیے۔

امام احمد رضا کو سرور کائنات ﷺ کی ذات پر صفات پر کامل بھروسہ ہے، اس لئے پورے وثوق کے ساتھ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

رَسُولُ اللَّهِ أَنْتَ الْمُسْتَجَارُ
فَلَا أَخْشَى الْأَعَادِيَ كَيْفَ جَارُوا

بِفَضْلِكَ أُرْتَجَى عَنْ قَرِيبٍ
تَمَزَّقَ كَيْدَهُمْ وَالْقَوْمُ بَارُوا (۲۸۴)

ترجمہ:

یا رسول اللہ آپ آماجگاہ ہیں، چنانچہ میں دشمنوں سے ذرا برابر بھی خائف نہیں کہ وہ کس طرح ظلم و ستم کریں۔ مجھے آپ کے فضل و انعام سے توقع ہے کہ آ کر جلد ہی دشمنوں کے مکر و فریب کے دام کو چاک فرمادیں گے اور دشمنوں کا گروہ تباہ ہو جائے گا۔

امام احمد رضا کی نعت گوئی کا امتیازی وصف لفظ تو سل و استغاثہ ہے، چنانچہ اس کا

اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَأْوَى عِنْدَ شَدَائِدِ
بِكِتَابِهِ وَبِأَحْمَدِ (۲۸۵)

وَالْأَلُّ وَالْأَصْحَابِ هُمْ
فَأَيْ لِي الْعَظِيمِ تَوْسَلِي

ترجمہ:

اور ان کے ال اصحاب پر جو مصائب کے وقت میں ہماری آماجگاہ ہیں، پس اللہ العظیم کی طرف میں دو چیزوں کو وسیلہ بناتا ہوں، ایک اس کی کتاب (قرآن) اور دوسرے اس کے پیارے نبی جن کا اسم گرامی احمد علیہ السلام ہے۔

قصائد:-

قصیدہ شعر و شاعری کا ایک اہم جز ہے جو کسی نواب، صاحب ثروت، مذہبی پیشوا، بادشاہ، راجہ یا کسی مذہبی شخصیت کی تعریف و توصیف میں تحریر کیا جائے۔ امام احمد رضا خاں بریلوی کے عہد میں شعراء راجاؤں اور بادشاہوں کے دربار سے منسلک تھے اور وہ ان کی شان میں بڑے اچھوتے قصائد لکھ کر انعامات و اکرامات حاصل کرتے تھے، مگر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سچے بچے عاشق رسول ﷺ تھے اس لئے انہوں نے کبھی کسی نواب یا سربراہ مملکت کی جھوٹی تعریف نہیں کی بلکہ عقیدت و محبت اور خلوص و للہیت سے اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کی یاد اور ان کی شانِ عظمت کے بیان میں مدحیہ کلام لکھتے رہے۔ ایک مرتبہ نواب نانپارہ نے موصوف سے چند تعریفی اشعار (قصیدہ) لکھنے کیلئے کہا، آپ نے جواباً اپنے آقا و مولانا ﷺ کی شان میں سولہ اشعار پر مشتمل ایک نعت کہی، جس کا مطلع ہے:-

وہ کمالِ حسن حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں

یہی پھولِ خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

اور مقطع میں نواب نانپارہ کے نام کو الٹ کر کیا خوبصورت بات کہی:-

کروں مدح اہل دُؤنِ رضا! پڑے اس بلا میں مری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا، مرادین پارہ ناں نہیں

رضا بریلوی نے زمانہ جاہلیت کے شعراء کے طرز پر طبع آزمائی تو کی مگر ان کے رجحانات اور ان کے مقاصد سے ہمیشہ گریز کیا۔ وہ شاعری کو کمائی کا ذریعہ بناتے اور نہ ہی اپنی تمام تر صلاحیتیں اس سلسلے میں صرف کرتے، بلکہ فاضل بریلوی شاعرانہ انداز میں قوم کی قیادت و

اجتماعیت کے لئے قصائد کہتے تھے۔ عہد جاہلیت میں ۷ ایسے معرکتہ الآراء قصائد تھے جنہیں موسم حج میں کعبہ معظمہ میں لٹکایا گیا تھا، ان میں سب سے پہلا قصیدہ امرء القیس (۳۸۶) کا تھا، جس میں اس نے کچھ اُجڑے اور کھنڈر مقامات اور ان کے نشانات سے شاعری کی ابتداء کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ شاعر نے کبھی اس مقام پر اپنی زندگی کے کچھ ایام گزارے ہیں جہاں اس مقام پر اس کے محبوب کا گزر ہوتا تھا، چنانچہ شاعر کی نگاہوں کے سامنے گذشتہ زندگی کی تصویر کھنچ جاتی ہے اور وہ قرب و جوار کی پہاڑیوں اور درختوں کو دیکھ کر اپنے محبوب کی یاد تازہ کرتا ہے۔

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی سچے پکے عاشق رسول ﷺ ہونے کے باعث اپنے خیالات کا اظہار شریعت کی میزان پر پرکھ کر اس زندہ جاوید شخصیت کو اپنے قصیدہ کا موضوع بناتے ہیں، جس نے دنیا میں عدل و احسان کا خدائی نظام قائم کیا اور پھر ان اصحاب قدسیہ کو اپنے اشعار کا موضوع بناتے ہیں جو عشق رسول ﷺ میں محمور ہو کر حق گوئی و بے باکی کا پیغام عطا کرتے ہیں۔ شاعر انہی کو اپنا محبوب قرار دیتا ہے، جو تصلب فی الدین کے حامل اور مسلک اہلسنت و الجماعت کے علمبردار ہیں۔ یوں تو شاعر نے بڑے شاہکار قصائد تحریر فرما کر اپنی شعری صلاحیتوں کا مظاہرہ فرمایا مگر وہ قصیدہ جو انہوں نے اپنے محبوب کی شان میں کہا وہ یقیناً امرء القیس کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ”قصیدتان رائعتان“ نامی دو قصیدے ۱۳۱۳ اشعار پر مشتمل اصحاب بدر کی مناسبت سے ہیں، جنہیں حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ (۳۸۷) کی تعریف و توصیف میں کہا ہے۔ ان کا مطالعہ کیجئے تو آپ کو عہد جاہلی کی فصاحت و بلاغت کی تمام تر خصوصیات، شجاعت، دلیری، جرأت، حقانیت، سراپا منظر کشی، مشکل الفاظ کی کثرت، ندرت خیال، شعروں کی شاندار بندش، شاہی شان و شوکت، چراگا ہوں، خیموں،

کھنڈروں ہر نیوں سے تشبیہ اور جدید اسالیب وغیرہ کا ذکر قدیم عربی شاعری کی یاد تازہ کر دیتی ہے مگر امرء القیس نے جو کچھ کہا وہ اپنی چچا زاد بہن عنیزہ، رات کا وصف اور اپنی آوارگی کو موضوع بنا کر کہا مگر رضا بریلوی نے اس کے برعکس عاشق رسول ﷺ حضرت مولانا فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ کی شان میں طبع آزمائی کی اور وہ خصوصیات پیش کیں جن کو پڑھ کر آپ کو اخلاق و عاداتِ کریمہ کی زندہ جاوید تصویر نظروں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ درج ذیل قصائد کے عناصر، تشبیہ در تشبیہ، مدح یا ذم، گریز اور خاتمہ پر مشتمل اشعار پیش کئے جا رہے ہیں جن سے رضا بریلوی کی حق شناسی اور قصیدہ میں تغزل کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

رَنَّ الْحَمَامُ عَلَى شُجُونِ الْبَانِ	يَا مَا أَمِيلِحَ ذِكْرُ بَيْضِ الْبَانِ
تَبِكِي دَمًا وَتَقُولُ فِي أَسْجَاعِهَا	اللَّهُ يَضْحِكُ سِنَّ مَنْ أَبْكَانِي
وَلَقَدْ دَرَى مَنْ ذَاقَ ذَوْقَ صَبَابَةٍ	أَنَّ اللَّحُونَ مُثِيرَةٌ الْأَكْنَانَ

(۳۸۸)

۱۔ بان کے درخت کی شاخوں پر کبوتر فریاد کے انداز میں کہہ رہا تھا کس قدر ممکن

ہے مقام بان کی حسیناؤں کا ذکر۔

۲۔ وہ خون کے آنسو رو رہا تھا اور اپنے نغموں میں کہہ رہا تھا، خداوند قدوس اسے

شاداں رکھے جو مجھے مدعو کر رہا ہے۔

۳۔ حقیقتاً اس نے سمجھ لیا جو ذوقِ عشق سے دوچار ہے کہ اچھی آوازیں دل کے

چھپے ہوئے جذبات کو ابھارتی ہیں۔

هِيَ جُنَّةٌ "مَنْ جِنَّةٍ لَجَنَانِ

أَنَا قَيْسٌ نَجِدُ فِيهِ نَزْهَةً جُنَّةٍ

لِعَرَائِسِ عُرْبٍ حَلَلْنَ جَنَانِي

لَيْلَى لَيْلٌ كُنْتُ فِيهِ مُنَادِمًا

نَعْمُ ارْتِشَافٍ لَمَّا وَرَفَ لِسَانِ

أَسْكَنَ قَلْبِي إِذْ سَكَنَ وَبْتُ فِي

(۳۸۹)

۱۔ میں ایسے نجد کا قیس ہوں جس میں جنت کی سی پاکیزگی ہے اور تمام لوگوں کے جنوں کی ڈھال ہے۔

۲۔ میری لیلیٰ ایسی شب ہے جس میں ہم نشین ان دلہنوں کے ساتھ تھا جو شوہر دوست تھیں اور وہ میرے دل میں اتر گئیں۔

۳۔ میرے دل کو سکون دیا اس لئے وہ ساکن ہوا اور میں نے رات گزارى بہترین اور خوشگوار زبان و لب کے ساتھ۔

مَهْ يَا رِضَا ابْنَ الْكِرَامِ الْأَتْقِيَا	يَا غُرْسَ دَوْحِ الْعِلْمِ وَالْإِتْقَانِ (۳۹۰)
دَعُ عَنْكَ هَذَا لَسْتُ أَهْلًا بِطَالَةِ	وَأَنْهَضُ إِلَى مَا كُنْتُ فِيهِ تَضَائِبِي
لِلَّهِ دُرَّكَ يَا نَصِيحُ نَدِيمِهِ	أَيَقْظَتَنِي مِنْ غَفْلَةِ الْوَسْنَانِ (۳۹۱)
مَالِي وَلِلدُّمِيَّاتِ مِنْ دُرِّ عَلِي	سُرُرٍ وَلَسْتُ بِعَابِدِ الْأَوْثَانِ

۱۔ باز آ اے رضا! اے علم و تقویٰ کے فرزند! اے درخشاں علم و اتقان کے

نونہال۔

۲۔ چھوڑ اسے کہ تم بیہودہ گو میں سے نہیں اور کھڑا ہو جا اس کے لئے جسے تم

برداشت کر سکو۔

۳۔ تیری بھلائی رب تبارک و تعالیٰ کے لئے ہے، اے ناصح دوست کہ تم نے

مجھے بیدار کر دیا غفلت سے۔

۴۔ مجھے کیا تعلق موتیوں کی ان مورتیوں سے جو تخت پر جلوہ افروز ہوں اور میں

بتوں کی عبادت کرنے والا نہیں۔

غَزِيلاً وَلَمْ أَرْمُوتَعَ الْغَزْلَانَ (۳۹۲)
تَشْبِيْبُ شِعْرِ لَادِدُ الشُّبَّانِ
أَذْجِنْتُ أَمْدُحُ رُحْلَةَ لَأَوَانِي (۳۹۳)

مَا لِي وَلِلْغَزْلِ الْمُهْبِجِ فَلَا أُكُنْ
مَا كَانَ هَذَا دَيْدَنِي لِكِنَّهُ
إِذْ مَا دَدَمِنِي وَلَا أَنَا مِنْ دِدِ

۱۔ مجھے کیا نسبت بھڑکتی غزلوں سے نہ میں عشق باز مرد ہوں اور نہ ہی میں نے

غزلوں کی چراگا ہوں کو دیکھا ہے،

۲۔ یہ میری شان نہیں ہے لیکن یہ شعر کی تمہید ہے کہ جوانوں کا کھیل

۳۔ نہ کھیل مجھ سے ہے اور نہ میں کھیل سے میں تو اس کی تعریف و توصیف کرنے

آیا ہوں جو عالم مرجع خلاق ہیں۔

فَضْلَ الرَّسُولِ الْفَاضِلِ الرَّبَّانِي (۳۹۴)
رَبَّتُهُ ظُورُ الْمَجْدِ فِي الْأَحْضَانِ (۳۹۵)
يَرُبُّو عَلَيِ الْإِمْتَالِ وَالْأَقْرَانِ
لِ مُهْنًا بِالْفَضْلِ وَالرُّجْحَانِ (۳۹۶)
خَذَتْ لَهُ الْأَعْيَانُ مِنْ أَعْيَانِ (۳۹۷)

عَلَمًا عَلِيمًا عَالِمًا عِلْمًا
رَضَعَ الْمَكَارِمِ فِي صِبَاهِ وَحَقَّ أَذْ
حَتَّى تَرَبِّي زَاكِيًا مُتَزَكِيًا
عَبْدَ الْمَجِيدِ فَجَاءَهُ فَضْلُ الرَّسُو
خَضَعَتْ لَهُ الْأَعْنَاقُ مِنْ أَعْنَاقِهِمْ

۱۔ انہوں نے اخلاق کریمانہ کا دودھ نوش فرمایا اپنے عہد طفلی میں اور یہ حقیقت

ہے شرافت و بزرگی کی ہر نیوں نے اپنی گود میں ان کی پرورش کی۔

۲۔ یہاں تک کہ انہوں نے پرورش نیک اور خوش عیش ہو کر اور جملہ امثال و اقران

پر فائق ہو گئے۔

۳۔ عبد المجید ان کے نزدیک فضل رسول تشریف لائے فضل اور بزرگی کی

مبارکباد پیش کرتے ہوئے

۴۔ خم ہو گئیں ان کے لئے اچھے لوگوں کی گردنیں اور تمام شرفاء ان کی فروتنی

کرنے لگے۔

ان قصائد کے علاوہ حضرت، رضا بریلوی نے ایک طویل قصیدہ بنام

امال الأبرار و آلام الأشرار

۱۸..... ۱۳

کے نام سے تحریر فرمایا۔ یہ قصیدہ ۱۷۰ اشعار کا دالیہ قصیدہ فصاحت و بلاغت، تشبیہ و استعارات اور کنایات کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ رضا بریلوی نے اس قصیدہ میں مختلف موضوعات کو پیش فرمایا ہے۔ درج ذیل چند ابتدائی اور آخری اشعار دیئے جا رہے ہیں جس سے صنفِ شاعری میں ان کی بالغ نظری کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

هِيَ الدُّنْيَا تَبِيدُ وَلَا تُفِيدُ
فَأَقِ لِمَنْ يُرِيدُ وَمَنْ يَرُودُ
نُفُوسُ الْجَهْلِ تَائِقَةٌ إِلَيْهَا
فَمُلْتِمَسٌ وَآخِرُ مُسْتَزِيدُ
وَلَمْ أَرِ مِثْلَ طَالِبِهَا غَبِيًّا
وَلَا كَبْشًا لِمَذْبَحِهِ أَقُودُ
يُبَارِي جُهْدَهُ وَإِنْ اسْتَطَاعَا
تَفَلَّتْ وَهُوَ عَنِ كَلْبِي شَرُودُ
وَذَا الْمَسْكِينُ يَعْدُ وَنَحْوَ مَوْتِهِ بَارُجُلَهُ
وَيَحْقُقُ مَنْ يُحِيدُ (۳۹۸)
أَلَمْ تَرَ أَنَّ مَوْتَفِكَاتٍ قَوْمُ
هَوْتٍ لِهَوَى فَأَهْوَاهَا السُّمُودُ (۳۹۹)

صَلَاةٌ لَا تُحَادُّ وَلَا تُعَفُّ
 وَلَا تُفْنِي وَإِنْ فَنِيَتْ أَبُودُ
 سَلَامٌ لَا يُمَنُّ وَلَا يُمَانِي
 وَلَا يُبْلِي مَتَى بَلِيَتْ عُهُودُ
 رَسُولُ اللَّهِ أَنْتَ لَنَا الرَّجَاءُ
 وَفَضْلِكَ وَاسِعٌ وَجَدَاكَ جُودُ
 حَبِيبِ اللَّهِ مَنْ تَقَرَّبَهُ حِفْظًا
 فَكُلُّ كَرِيهَةٍ عَنْهُ بَعِيدُ (۳۰۰)

مرثیہ:

امام احمد رضا نے مرثیہ جیسی اہم صنف سخن پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔ انہوں نے مرثیہ میں متونی کے فضائل و کمالات کا ذکر جس پیرائے میں بیان کیا ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔ ان کی اس صنف شاعری کا مطالعہ کرنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے مرثیہ نگاری کے علاوہ کسی اور صنف سخن پر طبع آزمائی نہیں کی ان کا سارا فنی رجحان اسی طرف مرکوز رہا ہے، مگر ایسا نہیں یہ ان کی اس فن میں کامل مہارت کا نتیجہ ہے۔ درج ذیل اشعار جس کے شاہد عدل ہیں:

بَلِي لَيْلُ ذِي هَمٍّ طَوِيلٍ وَسِيِّمًا
 هُمُومٍ عَلَيَّ أَعْلَى مَهَابِيْمٍ جَلَّتِ
 الْأَكْلُ رُزْءٍ فِي دَنَّاكَ مُنْتَهَى
 وَكُلُّ مُحَاقٍ مُسْفِرٍ عَنْ أَهْلَةٍ

شِمَالُ عُبَيْدِ اللَّهِ جَلَّتْ جَلِيلَةٌ
 وَشَمْلِلُ إِسْمَاعِيلَ بِالتَّلْوِصَلَّتِ
 قَضَى نَحْبَهُ قَوْمٌ نَحِبٌ وَنَنْتَظِرُ
 تُرْجَى وَنَخْشَى مِنْ شُرُورِ أَضَلَّتِ
 وَذَا خَيْرٌ مَانِرُ جَوْهٍ أَنْ كَانَ وَدُنَا
 لِخَالِصِ دِينِ اللَّهِ مِنْ دُونَ عِلَّةِ
 قَضَى اللَّهُ فِي جَنَاتِهِ جَمَعَ شَمْلِنَا
 وَبَوَانَا فِي رَوْضَةٍ مُخَضَّبَةٍ
 حَبَا اللَّهُ إِسْمَاعِيلَ فَضْلًا وَرَحْمَةً
 وَأَكْرَمَ مَثْوَاهُ بِمَنْزِلِ خُلَّةِ
 إِلَهِي إِلَيْكَ بِالْحَبِيبِ تَوَسَّلِي
 بِهِ فَاغْفِرْ اللَّهُمَّ ذَنْبِي وَذَلَّتِي (۳۰۱)

اسی طرح حکیم اجمل خاں کے والد ماجد حکیم محمود خاں کے انتقال پر درج ذیل

اشعار کہے جو آج بھی اس پتھر پر کندہ ہیں جو حکیم صاحب کے قبر کے سرہانے لگا ہوا ہے،

بَكَتِ الْعُيُونُ أَمَا تُرِيدُ جُمُودًا
 أَبْكَتْ شَرِيفًا صَادِقًا مَحْمُودًا
 أَسِفَتْ لِفَقْدِ الطِّبِّ عَصْرَ قِوَامِهِ
 فَأَسَتْ وَهَلْ بَأْسَاتُحِسُّ فَقِيدًا
 أَمَلْتُ عَلَيَّ مَثْوَاهُ يَوْمَ مَعَادِهِ
 قَبْرَ الَّذِي فِي الطِّبِّ مَاتَ حَمِيدًا (۳۰۲)

ترجمہ:

آنکھوں نے آنسو بہائے، کیا آنکھوں نے اشک رواں سے ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ کیا آنکھیں شریف، صادق اور محمود پر گریاں ہیں۔

حکیم محمود خاں دہلوی کے جدا مجد اور والد مکرم کے اسماء بالترتیب حکیم شریف خاں اور حکیم صادق علی خان تھے، اس شعر میں تینوں کو بالترتیب لکھا گیا ہے۔ آنکھیں غمگین ہیں، کیونکہ طب نے اپنے مایہ صحت کا سہارا کھودیا ہے۔ آنکھوں سے اشک جاری ہیں کیا ہم سے رحلت اختیار کر کے گم ہو جانے والے پر آنکھوں کو کسی عذاب کے خطرہ کا احساس ہے۔ حکیم صاحب کی رحلت کے وقت آنکھوں نے ان کی قبر پر برجستہ تحریر کرایا۔ یہ اس کی قبر ہے جس نے فن طب میں اعلیٰ زندگی بسر کی اور بعد رحلت قابل تعریف قرار پایا۔

امام احمد رضا نے جہاں، حمد، نعت، مرثیہ اور قصیدہ میں طبع آزمائی کی تو اسی کے ساتھ ساتھ معاصر علماء کی علمی کتابوں پر نظم و نثر دونوں میں عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں تقاریظ لکھیں جن سے ان کی عربی زبان و ادب میں دسترس کا پتہ چلتا ہے، ذیل میں صرف دو کتابوں کی تقاریظ پیش کی جا رہی ہیں جن سے مولانا کی عربی دانی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

(۱) سراج العوارف فی الوصایا والمعارف؛ میاں صاحب قادری، وکٹوریہ

پریس، بدایوں ۱۳۱۳ھ۔

(۲) انوار ساطعہ بحوالہ حدائق بخشش، حصہ سوم، ص ۷۸-۷۹۔

علامہ رضانا نے اول الذکر کتاب پر تقریظ کے گیارہ اشعار تحریر کئے جن میں سے

چند یہ ہیں:

أَيَا سَيِّدِي يَا ابْنَ عَزِّ غَطَارِقِ
 وَيَا أَحْمَدَ النُّورِ نُورَ الْأَعَارِقِ
 كَلَامُكَ نُورٌ بَهَاءِ السَّلَاسِلِ
 وَشَهْدُ مَصْفَى عَنِ الْبَزْيِغِ صَارِقِ
 وَتَحْقِيقُ تَرْوِيحِ كَشْفِ الْقُلُوبِ
 دَلِيلُ الْيَقِينِ سِرَاجِ الْعَوَارِقِ
 وَلَا غَزْوَانُ جَاءَ مِنْكَ سِرَاجِ
 فَإِنَّكَ نُورِي نَادِي الْمَعَارِقِ
 أَرَأَيْتَ سِرَاجَكَ بِاللَّيْلِ شَمْسًا
 وَشَمْسٌ بِلَيْلٍ عَجِيبٌ وَطَارِقِ
 فَهَلْ مِثْلُهُ فِي تَلِيدٍ وَطَارِقِ
 وَأَيْنَ فَأَيْنَ تَرَاهُ الطَّوَارِقِ (۴۰۳)

اور آخر الذکر کتاب پر یہ اشعار تحریر فرمائے:

وَلَا أُدْرِئُ وَسَوْفَ إِخَالُ أُدْرِئُ
 أَقْوَمُ آلُ نَجْدٍ أَمْ نِسَاءُ
 فَمَنْ فِي كَفِّهِ مِنْهُمْ خِضَابُ
 كَمَنْ فِي كَفِّهِ مِنْهُمْ لِيَوَاءُ
 فَمَا فِيهِمْ رَشِيدُ الصَّدَقِ إِلَّا
 وَإِنْ تَمَعِنُ فَرُشْدُهُمْ هَبَاءُ

فَمَا مَعْنَى تَحَاوُرِهِمْ وَلَكِنْ
عَسَى الْحَنَانُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (۴۰۴)

شعرو سخن میں امام احمد رضا کو اس طرز عبور حاصل تھا کہ وہ بڑے سے بڑے پیچیدہ مسائل کو شاعری کی زبان میں بیان کرنے پر اعلیٰ قدرت رکھتے تھے، ان کے یہاں یہ خاص بات تھی کہ جو جس انداز سے مخاطب ہوتا اسی لب و لہجہ میں اس کا منہ توڑ جواب دیتے۔ اس طرح انہوں نے فتویٰ نگاری جیسی اہم علمی بحث میں انہوں نے شعرو سخن سے کام لیا ہے۔ اگر مسائل نے سوالات کی بوچھاڑ شاعری کی زبان میں کی ہے تو امام احمد رضا نے اسی لہجہ اور اسی زبان میں مسائل کا جواب دیکر اس کے دل کو مطمئن کیا ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو کسی مفتی کے یہاں دیکھنے میں کم ملتی ہے، مگر ایسی ذافر مثالیں ان کے فتاویٰ میں جا بجا دیکھی جاسکتی ہیں۔

شیخ عبدالجلیل پنجابی نے ۱۳۰۳ھ میں علامہ رضا کی خدمت میں ایک استفتاء ارسال کیا کہ روسر کی شکر کہ ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والوں کو کوئی احتیاط نہیں ہوتی کہ وہ ہڈیاں پاک ہیں یا ناپاک، حلال جانور کی ہیں یا حرام جانور کی ہیں اور سنا گیا ہے کہ اس میں شراب بھی پڑتی ہے۔

سمع المولى وشكر
لمن حمد العلى الاكبر
شكر ربنا الذواحلى
من كل مايلذو يستحلى
والصلوة والسلام
على سيد الانام

اعظم يعسوب لنحل الاسلام
عذب الريق حلوا الكلام
منبع شهد يزيل اسقام
واله وصحبه العظام الفخام
ما اتفى بالعسل مريض سيقم
واحب الحلو مسلم سليم (۳۰۵)

امام احمد رضا کی شاعری میں اس طرح دیگر متفرق اشعار بھی مل جاتے ہیں جو شعر و سخن کے ان شعری مصطلحات سے وابستہ ہیں جن کی بذات خود ایک اہمیت ہے اور ایسی اصطلاحوں کے پس منظر میں بڑے بڑے معرکۃ الآراء اشعار ہیں جس طرح ذیل کے یہ شعر جس کا تعلق تجاہل عارفانہ سے ہے۔

تجاہل عارفانہ:

فان كنت لاتدرى فتك مصيبة

وان كنت لاتدرى فاما المصيبة اعظم (۳۰۶)

ترجمہ: ”بے علمی ایک مصیبت ضرور ہے مگر دیدہ دانستہ لاعلم بننا تو بڑی مصیبت ہے۔“

درج ذیل میں یہ شعر بھی کم اہمیت کا حامل نہیں، دلچسپی طبع کے سبب یہاں اسے

درج کیا جا رہا ہے، اگرچہ اس کا تعلق تجاہل عارفانہ سے نہیں ہے۔

اذا كان الغراب دليل قوم

سهدیهم طریق الها لکیا (۳۰۷)

ترجمہ: اگر کو کسی قوم کا رہنما ہو تو وہ قوم جلد ہلاکت کے گھاٹ اترے گی۔

عربی شاعری میں مہارت تامہ ہی کا نتیجہ ہے کہ مختلف اصناف سخن میں انہوں نے اس فن کے جوہر بکھیرے ہیں۔ علمی کتابوں پر تقاریظ، فتاویٰ کی سن ترتیب اور قصیدوں کی حسن بندش کے ساتھ ساتھ ولادت سے لیکر وفات تک کی تاریخیں بھی شاعری کے لب و لہجہ میں اس خوبصورتی کے ساتھ استخراج کی ہیں جس سے ان کی شاعری کی بجز اور زیروہم میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا ہے۔

صرف انہوں نے تاریخی قطعات ہی نہیں کہے ہیں بلکہ جتنی ادق اور مشکل صنعتیں ہو سکتی تھیں سب پر انہوں نے طبع آزمائی کر کے اپنی شاعرانہ فنکاری کا اظہار کیا ہے۔ ذیل میں جتہ جتہ کچھ مثالوں سے ان کی اس فن پر روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔

توشیح: - یہ صنعت بہت اہم ہے۔ امام احمد رضا کے معاصرین میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی ہے، انہوں نے اس اہم صنعت میں پیرو مرشد شاہ سید ال رسول مارہروی ۱۲۹۶ء کی تواریخ انتقال نکالی ہے،

خذالتاریخ فی التوشیح نظماً
یلوح کانه البدر المنیر
وخدمن کل قطر مثل سطر
۵۱۲۹۶

تکن ستا ولیس له نظیر
۵۱۲۹۶

ولی طاهر برامام
وصول طیب بدر امیر

وحید طالع بحر امان

۵۱۲۹۶

ودود طالب بدل اجیر (۴۰۸)

۵۱۲۹۶

امام احمد رضا نے تاریخ وفات کے ساتھ ساتھ تاریخ ولادت میں بھی طبع آزمائی کی ہے اور متعدد مادے جو دت طبع کی بناء پر نکالے ہیں۔ ایسی مبارک و مسعود شخصیتوں میں خاص طور سے ان کے والد ماجد مولانا تقی علی خان ۱۲۹۷ھ کی عبقری شخصیت کا اسم گرامی پیش کیا جاسکتا ہے۔ علامہ رضا نے والد مکرم کی تاریخ ولادت صنعت ترصیح سے نکالی ہے۔

صنعت ترصیح:

اس صنعت کو کہتے ہیں جو ایک قطعہ یا قصیدہ، یا مرثیہ یا عبارت وغیرہ کے ہر رکن یا ہر مصرع یا جملہ سے ایک ہی سن یا مختلف سنوں کے مادے پیدا کرے۔ درج ذیل تواریخ ولادت اسی صنعت کی آئینہ دار ہیں۔

جاءَ وَلىُّ نَقِيِّ الثِّيَابِ عَلِيُّ الشَّانِ

۵۱۲۴۶

رَضِيَ الْأَحْوَالِ بِهِ الْمَكَانِ

۵۱۲۴۶

هُوَ أَجَلٌ مُجَقِّقِ الْأَفْاضِلِ

۵۱۲۴۶

شَهَابُ الْمُدَقِّقِينَ الْأَمْثَالِ

۵۱۲۴۶

قَمَرٌ فِي بُرْجِ الشَّرَفِ

۵۱۲۲۶

بِرِيٍّ مِنَ الْخُسُوفِ وَالْكَفِّ

۵۱۲۲۶

أَفْضَلُ سُبَّاقِ الْعُلَمَاءِ

۵۱۲۲۶

أَقْدَمُ حُذَّاقِ الْكُرْمَا (۳۰۹)

۵۱۲۲۶

انتقال:

كان نهاية جمع العظماء

۵۱۲۹۷

خاتم اجلة الفقهاء

۵۱۲۹۷

امین اللہ فی الارض ابدا

۵۱۲۹۷

ان فقد فتلك كلمة بها يهدى

۵۱۲۹۷

ان مودة العالم مودة العالم

۵۱۲۹۷

وفاة عالم الاسلام ثلثة في جمع الانام

۵۱۲۹۷

خلل فی باب العباد لا ینسد الی یوم القیام

۵۱۲۹۷

کمل له ثوابک یوم النشور (۴۱۰)

۵۱۲۹۷

۱۶ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء کو مولانا عبدالکریم جبلپوری (۴۱۱) کا انتقال ہوا تو فوراً بذریعہ تار بریلی اطلاع دی گئی۔ امام احمد رضا نے تعزیت و تلقین صبر و استقامت کے ساتھ عربی میں جو قطعہ تاریخ لکھا وہ حقیقتاً عربی زبان و ادب کا ایک عظیم شاہکار ہے۔

قَبِيلَ مَا تَزَكِي عَبْدَ الْكَرِيمِ
 قُلْتُ كَلَّا بَلِ احْتَضَى بِدَوَامِ
 حَيٍّ عَنْ بَنِيهِ فَكَيْفَ يَمُوتُ
 إِنَّمَا الْمَيِّتُ هَالِكُ الْأَوْهَامِ
 أَيُّ مَوْتِ الَّذِي خَلَّفَ؟
 سَلَّمَ اللَّهُ مِثْلَ عَبْدِ السَّلَامِ
 جَبَلُ الدِّينِ رَاسُخٌ بِقِيَامِهِ
 فِي جَبَلِ فُورٍ شَامِخٌ الْأَعْلَامِ
 قُلْتُ تَارِيخٌ عَيْشِهِ الْأَبَدِيِّ
 دَامَ عَبْدَ الْكَرِيمِ خُلْدُ كِرَامِ (۴۱۲)

۵۱۳۱۷

اسی طرح مولانا عبدالسلام جبلپوری (۴۱۳) کی زوجہ مقدسہ سکیذہ خاتون کی تاریخ

وفاتِ استخراجِ فرمائی جو بلاشبہ فصاحت و بلاغت کا عظیم شاہکار ہے۔ (۲۱۴) ۱۳۳۹ھ میں پیر محمد عبدالغنی امرتسری کا وصال ہوا تو علامہ رضا نے ایسے شاندار تاریخی اشعار کہے جو فی الواقع آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ذیل میں اس کے ابتدائی اور آخری اشعار دیئے جا رہے ہیں جن سے علامہ رضا کی شعریت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

الْمَوْتُ حَقٌّ يَا لَئِي مَا جَاءَ
مُتَيَّقِينَ وَالنَّاسُ فِي انْسَاءِ
انْسَاهُمْ الْاِنْسَاءِ فِي اَجَالِهِمْ
مَعَ مَا يَرُونَ مِنْ آيَةِ بَوْلَاءِ
يَا مَالِكَ النَّاسِ النَّبِيُّ الْمُصْطَفَى
اِشْفَعْ لِعَبْدِكَ ذَا فِعَالٍ بِلَاءِ
رَقْمِ الرِّضَا تَارِيخَهُ مُتَفَانِلًا
عَبْدُ الْغَنِيِّ بِجَنَّةِ عَلِيَاءِ (۲۱۵)

۵ ۱ ۳ ۳ ۸

امام احمد رضا نے اس طرح متعدد علماء کی تاریخ وفات استخراج کی ہیں جن کی

ایک لمبی فہرست ہے۔

فاضل بریلوی کی علمی عبقریت کا شہرہ عرب و عجم میں ہو چکا تھا، چنانچہ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں جب علامہ رضا دوسری بار زیارت حرمین شریفین کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں کے علماء اور ارباب علم و فضل نے آپ کی علمی جلالت کی بڑی قدر و منزلت کی اور آپ کی قوت حافظہ اور حب رسول ﷺ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ سے اسناد حاصل کرنے کی جدوجہد میں لگ گئے۔ امام احمد رضا نے علماء حجاز کو اسناد عطا کیں۔ ۲۸ رذی الحجہ

۱۳۲۳ھ کو حافظ صالح جمل اللیل تشریف لائے انہوں نے بھی اجازتیں طلب کیں۔ امام احمد رضا نے آپ کو سند کا ایک بڑا نسخہ مرحمت فرمایا جس کا تاریخی نام ”الاجازة الرضویہ لمبجل مكة البهية“ رکھا جس کے ہر مصرع کے پہلے حرف سے ”صالح کمال“ پڑھا جاسکتا ہے۔

- ص - صَلَّحَتْ قُلُوبَ الْعَارِفِينَ فَأَصْلَحَتْ
 ا - أَعْضَاءَهُمْ فِي طَاعَةِ الْمَفْضَالِ
 ل - لَا غُرُوبَانَ بِحُسْنِ أحوالِ الْمَلِكِ
 ح - حُسْنًا لِلْمَلِكِ الْمَلِكِ فِي الْأحوالِ
 ک - كَمْ عَالِمٍ فِي عَالِمِ الدُّنْيَا بَدَا
 م - مَا عِلْمُهُ إِلَّا شَقَاشِقٌ قَالَ
 ا - أَلْعِلْمُ قَلٌّ وَبَعْدُ فِيهِ تَكْثُرُ
 ل - لَكِنَّ عَلَيْكَ بِصَالِحٍ لِكَمَالِ (۴۱۶)

﴿صالح کمال﴾

ترجمہ:

اولاً اہل عرفان کے دل درست ہوتے ہیں، پھر وہ دل ان کے تمام اعضاء کو سنوار کر اس ذات کی عبادت پر لگا دیتے ہیں جو کثیر الفضل ہے۔ اس پر تعجب نہیں، کیونکہ سلطان کے اپنے احوال جب درست ہو جائیں تو اس کے پورے ملک کے احوال سترے ہو جاتے ہیں۔

اس دنیا میں کتنے علماء ایسے بھی ابھرے ہیں جو اونٹ کے بلبلانے کی آوازوں

کے سوا کچھ نہیں جانتے (یعنی ان کے پاس زبانی جمع خرچ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا) علم کم ہو گیا ہے اور دعویٰ علم دور تک پہنچ گیا ہے تو تجھ پر ان کا دامن پکڑنا ضروری ہے جو کمال کے صالح ہیں۔ (صالح کمال)

ٹھیک اسی طرح اسمعیل خلیل مکی ۱۳۲۶ھ کو سند عطا فرمائی جس کے

اشعار درج ذیل ہیں، جس کے پہلے حرف سے سند لینے والے کا نام مستخرج ہے۔

ا أَللّٰهُ أَرْسَلَ لِيْخْلَالَ خَلِيْلًا

س سَدَّ الْخِلَالَ وَلَمْ يُخَلِّ خَلِيْلًا

م مُنِحَتْ بَنُوهُ خِلَالَ خَيْرِ طَبَقَةٍ

ع عَنِ طَبَقَةٍ وَتَعْمُ جَيْلًا جَيْلًا

ی يَا عَزْبَيْتِ جَاءَ فِيْهِ الْمُصْطَفَى

ل لِمُصْطَفَى الْعَزَّ الْجَلِيْلُ اَنْبِيَا

خ خَلَّتِ الْقُرُوْنُ وَمَا خَلَا ذَا الْبَيْتِ مِنْ

ل لُطْفِ الْاِلٰهِ وَلَنْ يَّرَى تَخْوِيْلًا

ی يُمْنُ الْخَلِيْلِ مَعَ الْحَبِيْبِ تَوَافَقًا

ل لِيُدِيْمَهُ الرَّبُّ الْجَلِيْلُ جَلِيْلًا (۴۱۷)

ترجمہ: ۱۔ رب تبارک و تعالیٰ نے مخلوق کی حاجت برآری کے لئے اپنا خلیل ارسل کیا انہوں رخنے بند کئے اور کسی ضرورت مند کو اپنے کرم سے محروم نہ رکھا۔

۲۔ ان کی اولاد کو بھی بہترین عادتیں مرحمت ہوئیں اور وہ عادتیں ہر قبیلہ تک

پہنچیں۔

۳۔ کس قدر افضل و اعلیٰ ہے وہ گھرانہ جس میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا، اعلیٰ عزت تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے۔

۴۔ صدیاں گزر گئیں اس گھرانے پر ہمیشہ اللہ کا کرم رہا اور مستقبل میں بھی اس کی مہربانیاں ان سے نہ پھریں گی۔

۵۔ خلیل کی برکت حبیب کے ساتھ موافقت کئے ہوئے ہے تاکہ رب تبارک و تعالیٰ اسے ہمیشہ کے لئے بڑے مرتبے پر رکھے۔

اصلاح اشعار:

امام احمد رضا کو جہاں مذکورہ اصناف سخن میں بھرپور مہارت تھی تو وہیں آپ کو اصلاح اشعار میں بھی یدِ طولیٰ حاصل تھا۔

مولانا احمد بخش نے ۱۱۴ شعروں کا ایک قصیدہ برائے اصلاح ارسال کیا۔ امام احمد رضا ان دنوں شدید مرض میں مبتلا تھے، مگر پھر بھی اصلاح فرمائی۔ ۱۱۴ میں سے ۱۰ اشعاروں میں ترمیم و تبدیلی کی اور ۲۶ شعر ہی بدل کر نئے شعروں کا اضافہ کیا۔ اصلاح میں نحو، لغوی اور عروضی تمام پہلوؤں کا خیال رکھا گیا اور مضامین شعر کی حیثیت کو بھی پیش نظر رکھا۔ مثلاً یہ شعر:

یا من ثمال للیتامی والمسا

کین ومن عیلے وارامل

ترمیم: یا خیر کھف..... لا ذبہ المعیل

وجہ ترمیم یہ لکھی:

حذف متبدا اور عیلی بمعنی معیل، میرے خیال میں بنفسہ نہیں اور یہاں مفعول

نامطبوع اور تائیس بھی (۴۱۸) یا مثلاً یہ شعر تھا۔

لکننی ابنی شخفت به حبا ولکن قدیتساھل

ترمیم مولائی ابن قدشغفت به حبا ولکن اراہ یعمل

وجہ ترمیم: بنی میں ہمزہ وصل ہے اور یہاں فاعلن نامطبوع اور تساھل غالباً متعدی بنفسہ نہیں ہوتا اور تاسیس تھی اور پہلا 'لکن' بے محل سا تھا۔ (۴۱۹)

اسی طرح امام احمد رضا نے پورے مدحیہ قصیدہ میں اپنی اصلاحی صلاحیت اور

تنقیدی شعور کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔





﴿الباب السادس﴾

امام احمد رضا

تصنیفات و نوادرات کے آئینے میں



امام احمد رضا ایک کثیر التصانیف عالم تھے۔ آپ کی تصانیف ۵۵ علوم و فنون میں چھوٹی بڑی ایک ہزار سے زائد شمار کی گئی ہیں۔ (۴۲۰) مولانا حامد رضا خاں "الدولة المکیہ بالمادة الغیبیة ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء" کے حاشیے میں لکھتے ہیں کہ:

"بجملہ تعالیٰ تصانیف چار سو سے زائد ہیں جن میں فتاویٰ مبارکہ بڑی تقطیع کی بارہ ضخیم جلدوں میں ہے۔ (۴۲۱) بہر حال آخر میں یہ تعداد ہزار تک متجاوز ہو گئی تھی۔ (۴۲۲)

امام احمد رضا کے ممتاز شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری پہلے شخص ہیں جنہوں نے موصوف کی تصانیف کو یکجا فرما کر ایک نامکمل فہرست مکمل کی۔ اس میں ۲۱ محرم الحرام ۱۳۲۷ھ تک کی تصانیف کو ایک کتابچہ کی صورت میں پیش کیا اور اس کا تاریخی نام "المجمل المعدد لتالیفات المجدد ۱۳۲۷ھ" رکھا۔ اس میں ۳۵۰ کتب و رسائل اور حواشی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس نامکمل فہرست کے بعد مولانا نے ۹۶ کتب و رسائل اور دستیاب کئے اور تصریح فرمائی کہ یہ فہرست ۱۳۲۷ھ تک کے مؤلفات کی بھی نامکمل ہے۔

امام احمد رضا ۱۳۲۷ھ کے بعد ۱۳ سال حیات رہے۔ (۴۲۳) اس آخری دور میں سرعت تحریر کا یہ عالم تھا کہ ایک دن میں ایک پورا سالہ تحریر فرما دیتے تھے۔ مولانا عبدالحی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "نزہۃ الخواطر" جلد ہشتم میں اس کا اعتراف کیا ہے (۴۲۴)۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حیات کے آخری ایام تک یہ تعداد ایک ہزار سے تجاوز کر گئی ہوگی۔

المیزان، بمبئی (۴۲۵) قاری، دہلی (۴۲۶)، انوار رضا، لاہور (۴۲۷) میں آپ کی تصنیفات کے تحت ۵۴۸ کتب کے اسماء درج ہیں۔ ڈاکٹر حسن رضا خاں نے فقیہ اسلام میں ۶۶۶ کتب و رسائل اور حواشی کی تفصیلی فہرست لکھی ہے۔ (۴۲۸) اسی طرح بقول مولانا سید ریاست علی قادری مرحوم مغفور (بانی و صدر اول ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی)، پروفیسر ڈاکٹر محمد

مسعود احمد نے ۸۴۴ رکتب و حواشی کی فہرست درج کی ہے۔ (۴۲۹) ہندوستان کے مشہور و معروف محقق عبدالمبین نعمانی نے المصنفات الرضویۃ میں ۸۵۰ رکتب کے اسماء تحریر کیئے ہیں (۴۳۰)۔ راقم الحروف نے ۲۹۱ رکتب و رسائل اور حواشی کی فہرست ابجدی ترتیب کے ساتھ درج کی ہے۔

امام احمد رضا کے کسی بھی سوانح نگار نے ان کتب و رسائل اور حواشی کو ابجدی ترتیب کے ساتھ اصناف سخن کی صراحت کر کے پیش نہیں کیا ہے۔ (مولانا عبدالستار ہمدانی پور بندر نے ۸۶۹ کتب کی تفصیلی فہرست اور ۷۴۹ کتب و حواشی کی ابجد اجمالی فہرست مرتب کر لی ہے) (وجاہت)

امام احمد رضا کی اکثر و بیشتر کتب کے اسماء تاریخی ہیں اس لئے راقم نے کتاب کے سامنے تصنیف کو بھی درج کر دیا ہے۔ مولانا کی متعدد کتابیں ان کی حیات میں شائع ہو چکی تھیں۔ ہم نے صرف انہیں کتب و رسائل اور حواشی کا ذکر کیا ہے جو ہم کو دستیاب ہو سکی ہیں۔ کہیں قلمی نسخوں کے اسماء کو درج کر دیا گیا ہے، اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ وہ قلمی نسخے موجود نہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ قلمی سرمایہ راقم الحروف کو نہیں مل سکا۔

مولانا احمد رضا خاں کی تصانیف عربی و اردو میں ہیں، صرف ۱۷۰ سے زائد کتب و رسائل اور حواشی فارسی میں ہیں۔ (۴۳۱)

تفسیر

۱۔ حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن:

”الاتقان فی علوم القرآن“ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی ایک کتاب ہے۔ یہ علامہ کی تفسیر ”مجمع البحرین و مطلع البدرین“ کا مقدمہ تھا، لیکن اولاً موصوف

نے اس کو ”التحجیر فی علوم التفسیر“ کے نام سے موسوم کیا تھا، لیکن علامہ زرکشی کی جلیل القدر تصنیف ”البرہان“ جب نظر سے گزری تو انہوں نے اس پر نظر ثانی کی اور بہت سے تغیر و تبدل کے بعد ”الاتقان فی علوم القرآن“ کے نام سے موسوم کیا، جس کا سال تصنیف ۱۷۸۷ھ ہے۔

امام احمد رضا کا اس عدیم المثال کتب پر حاشیہ ہے۔ یہ حاشیہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی، پاکستان سے ۱۳۰۶ھ / ۱۹۸۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔ حاشیہ نگاری کا جائزہ مولانا شمس الحسن شمس بریلوی نے دو ضخیم جلدوں میں کیا ہے جس کی ترتیب پروفیسر مجید اللہ قادری نے کی ہے۔ اس کتاب کے ص ۶۹ تا ۷۶ پر اس حاشیہ کا عکس دیکھا جاسکتا ہے۔ اس حاشیہ کا ایک قلمی نسخہ مولانا توصیف رضا خاں کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے اور اس کا عکس موصوف نے ریسرچ کے دوران راقم الحروف کو مرحمت فرمایا:

(۲) انباء الحئی ان کلامہ المصون تبیان لکل شیء ۱۳۲۶ھ:

اس کتاب کی تالیف ۱۳۲۶ھ میں مکمل ہوئی اور مطبع اہلسنت، بریلی میں اس کی طباعت ہوئی۔ اس کے اندر قرآن کریم میں جملہ مسائل ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ یہ تصنیف ”الفیوضات المملکیۃ لمحج الدولۃ المکیۃ“ (حاشیہ الدولۃ المکیۃ ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء) میں شامل ہے جو صرف ایک مرتبہ زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہے۔ (”انباء الحئی“ مع تعلیقات ”حاسم المفتری علی السیدی البری“ رضا فاؤنڈیشن، لاہور سے ربیع النور ۱۳۲۳ھ / مئی ۲۰۰۲ء کو شائع ہو چکی ہے۔ وجاہت)

(۳) الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی ۱۳۰۰ھ:

اس کتاب میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اثبات ہے۔ اس کا قلمی نسخہ مولانا اختر رضا خاں ازہری (خلیفہ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں ونبیرہ امام احمد رضا خاں) کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔ موصوف اس کا اردو زبان میں ترجمہ

کر رہے ہیں۔ (یہ کتاب بھی بریلی شریف سے ۱۴۰۰ھ میں شائع ہو چکی ہے۔ وجاہت)

(۴) حاشیہ الدر المنثور:

”الدر المنثور“ علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) کی ایک اہم تصنیف ہے۔ اس کا ذکر مولانا بدر الدین نے سوانح اعلیٰ حضرت کے صفحہ ۳۹۵ پر کیا ہے۔ اس کا کوئی مطبوعہ یا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

(۵) حاشیہ تفسیر بیضاوی:

یہ جلیل القدر حاشیہ مفتی محمد اعظم (صدر جامعہ مظہر اسلام، بریلی) کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے اور اس کا عکس مولانا انور علی (مدرس منظر اسلام بریلی) کے پاس ہے۔

(۶) حاشیہ تفسیر خازن:

اس کا ذکر ماہنامہ قاری امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۳۰۶ پر درج ہے۔ اس کا قلمی نسخہ نہیں مل سکا۔

(۷) حاشیہ عنایة القاضی:

اس اہم حاشیہ کا ذکر بھی مذکورہ نمبر کے صفحہ ۳۰۶ پر ملتا ہے۔

(۸) حاشیہ معالم التنزیل:

”معالم التنزیل“ یہ شیخ ابو محمد حسین بن مسعود بغوی (متوفی ۵۱۶ھ) کی ایک متوسط الحجم کتاب ہے۔ اس میں آپ نے مفسرین، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال جمع کیئے ہیں اس کتاب پر مولانا کا یہ حاشیہ ہے۔ یہ حاشیہ ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء میں مرکزی مجلس رضالاہور سے شائع ہوا۔

حدیث:

(۹) حواشی المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث
المشتهرة علی الالسنۃ للسخاوی:

امام سخاوی (۹۲۴ھ) تاریخ و سیر اور علم حدیث وفقہ شافعی کے امام مانے جاتے ہیں ان کی مشہور کتاب ”الضوء اللامع“ ہے۔ اور بارہ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ فن حدیث میں بھی ان کی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، انہیں میں ”المقاصد الحسنۃ“ بھی ہے۔ مولانا نے اس پر حاشیہ لکھا ہے جو ۳۵ صفحات پر مشتمل ہے اور بخط مصنف اس مخطوطہ میں حرف ”الهمزة“ سے حرف ”الیاء“ تک حروف تہجی کے اعتبار سے حواشی لکھے گئے ہیں۔ ”المقاصد الحسنۃ“ کی ترتیب بھی الف بائی ہے، وہی ترتیب مولانا نے بھی رکھی۔ ان ۳۵ صفحات میں مولانا نے اپنے فن حدیث کی تبحر علمی کی بھرپور نشاندہی کی ہے اور مفید اضافے کیئے ہیں یہ مخطوطہ بھی بغیر فاتحہ الكتاب کے شروع ہوتا ہے اور ”المقاصد الحسنۃ“ کے صفحہ ۶ سے حواشی شروع ہوتے ہیں اور صفحہ ۲۲۲ پر ختم ہو جاتے ہیں۔ المقاصد کے ۳۲ مقامات پر یہ حواشی لکھے گئے ہیں ہو سکتا ہے کہ مولانا کے ذہن میں اور بھی کچھ مقامات رہے ہوں جس پر وہ حواشی لکھنا چاہتے رہے ہوں۔ لیکن کسی وجہ سے نہ لکھ سکے ہوں، بہر حال مختصر کتابچہ بھی اپنی افادیت کے لحاظ سے فن حدیث میں ایک بہترین اضافہ ہے۔

(۱۰) حواشی الترغیب والترہیب:

”الترغیب والترہیب“ علم حدیث کی مشہور کتاب ہے۔ اس میں ترغیب و ترہیب کے متعلق احادیث جمع کر دی گئی ہیں۔ مولانا موصوف نے یہ کتاب ۱۲۹۵ھ میں مکہ مکرمہ میں ذی الحجہ کے مہینے میں اپنے استاد مولانا عبدالرحمن سراج مکی (۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء)

کے ذریعہ پندرہ روپے میں خریدی تھی جس کا ذکر انہوں نے ابتدائے کتاب میں کیا ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مولانا نے کتاب خریدنے کے بعد ہی اس پر حواشی لکھنا شروع کیئے۔ پیش نظر مخطوطہ بخط مصنف ۴۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلا حاشیہ ”ان الشیطان قدینس“ پر لکھا ہے۔ اس کے بارے میں مولانا فرماتے ہیں ”ہذہ قطعۃ قد اخرجها مسلم والترمذی بزیادة ولكن فی التحریث بینہم عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما“ اسی طرح مختلف حدیثوں کے کسی ایک حصہ کو لیکر اس کے بارے میں مولانا نے تشریح فرمائی ہے۔ آخری حاشیہ اصل کتاب کے ۲۵۷ ”رواہ البزار باسناد جید“ پر ہے۔ اس سے اندازہ نہیں ہوتا کہ مکمل کتاب کے حواشی ہیں یا چند صفحات کے، بہر حال یہ حواشی مفید ہیں اور علم حدیث کے طلبہ کیلئے ان کے علم میں اضافہ کا باعث ہیں۔

حاشیہ:

(۱۱) ارشاد الساری شرح بخاری:

اس کا ذکر مولانا بدرالدین نے سوانح اعلیٰ حضرت کے صفحہ ۳۹۶ پر کیا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ ریسرچ کے دوران نہیں مل سکا۔

(۱۲) حاشیہ التعقبات علی الموضوعات:

اس کا ذکر بھی مذکورہ کتاب میں دیکھا جاسکتا ہے۔

(۱۳) حاشیة الالی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعات:

عبدالمبین نعمانی نے اپنی عدیم النظر فہرست ”المصنفات الرضویة“ کے صفحہ ۳ پر اس کا نام تحریر کیا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ مولانا توفیق رضا خاں کے پاس ہے اور اس کا عکس

راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔

(۱۴) القول البدیع للامام السخاوی:

”القول البدیع“ کا ذکر بدرالدین نے سوانح اعلیٰ حضرت کے صفحہ ۳۹۶ پر کیا ہے۔

(۱۵) حاشیة الموضوعات الکبیر:

موضوعات کبیر یا تذکرۃ الموضوعات کے مصنف گیا رھو میں صدی ہجری کے مشہور عالم و فقیہ ملا علی قاری ہیں۔ امام احمد رضا کے حاشیہ کا عکس ”امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری (۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء) ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی۔ کے ص ۲۱۸ تا ۲۲۶ پر موجود ہے۔

(۱۶) حاشیہ الخصائص الکبریٰ للسیوطی:

الخصائص الکبریٰ یہ علامہ جلال الدین سیوطی کی تصنیف ہے اس میں موصوف نے ”معجزات خیر الوری“ کمال تخصّص و تحقیق کے ساتھ پیش کیا ہے اس پر فاضل بریلوی کا یہ حاشیہ ہے۔

(۱۷) حاشیہ تیسیر شرح جامع صغیر:

یہ جلیل القدر حاشیہ مولانا منان رضا خاں کے ذاتی کتب خانہ میں ہے اور ۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا قلمی نسخہ قاری و جاہت رسول قادری (پاکستان) کے پاس موجود ہے۔ (یہ نسخہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی لائبریری میں موجود ہے۔ و جاہت)

(۱۸) حاشیة جامع الترمذی

(۱۹) حاشیہ جمع الوسائل فی شرح جامع صغیر

(۲۰) حاشیہ سنن نسائی

(۲۱) حاشیہ سنن ابن ماجہ

(۲۲) حاشیہ سنن دارمی

(۲۳) حاشیہ ذیل الآلی

(۲۴) حواشی شرح الصدور للامام السيوطي:

یہ مخطوطہ ۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ راقم الحروف کے پیش نظر اس کا پہلا صفحہ ہے۔ شرح الصدور کے پانچ مقامات پر مولانا نے حواشی لکھے ہیں۔ اصل کتاب کے صفحہ ۲۱، ۳۹، ۴۰، ۱۲۷ اور ۱۲۹ صفحات کے بعض مقامات پر پہلا حاشیہ ہے۔ ”اخرج ابو نعیم عن ابی ہریرة“ پر ہے اور آخری حاشیہ ”هذا يويد أن القلب محل الروح“ پر ہے۔ اس آخری ٹکڑے پر مولانا تحریر فرماتے ہیں ”قلت بل هذا يويد قول الامام حجة الاسلام ان القلب هو الروح“۔

(۲۵) شرح معانی الآثار للطحاوی

یہ فقہ حنفیہ میں ایک بہت معتبر کتاب ہے۔ امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری (حصہ اول، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء) مطبوعہ کراچی ناشر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے ص: ۱۳۳ تا ۱۳۸ پر اس کا عکس موجود ہے۔

(۲۶) حاشیة الصحيح البخاری:

اس کا قلمی نسخہ قاضی عبدالرحیم بستوی (مرکزی دارالافتاء، محلہ سوداگران، بریلی) کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

(۲۷) حاشیة الصحيح المسلم

(۲۸) حاشیة عمدة القاری شرح البخاری:

بدرالدین عینی کی مشہور شرح بخاری پر امام احمد رضا کا یہ حاشیہ ہے۔ اس کا اصل نسخہ قاضی عبدالرحیم کے ذاتی کتب خانہ میں ہے۔ یہ امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری (حصہ اول)

(میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا عکس ۱۳۹ تا ۱۶۸ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

(۲۹) حاشیہ فتح الباری شرح صحیح الباری :

یہ علامہ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی المصری الشافعی (۸۵۲ھ) کی تصنیف ہے۔ امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری، حصہ اول کے ص ۲۳۳ تا ۲۳۹ پر اس کا عکس دیکھا جاسکتا ہے۔

(۳۰) حاشیہ فیض القدير شرح جامع صغير:

اس کے صرف پارہ اول سے پارہ پنجم تک فاضل بریلوی کا حاشیہ ہے۔ یہ حاشیہ کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔

(۳۱) حاشیة کتاب الحج

(۳۲) حاشیة الآثار

(۳۳) حاشیة کنز العمال

”کنز العمال“ پانچویں صدی ہجری میں کتب ستہ کی یکجا تالیف و تدوین کی طرف فقہاء کرام نے توجہ فرمائی اور سب سے پہلے علامہ رزین العبدری، (۵۲۵ھ) نے صحاح ستہ کی جملہ احادیث کو یکجا کیا۔ (بجائے سنن ابن ماجہ کے انہوں نے مؤطا امام مالک کی احادیث کو شامل کیا اور اس کا نام ”تجريد الصحاح“ رکھا اور ابواب کے لحاظ سے مرتب کیا، پھر علامہ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) نے صحاح ستہ اور مشہور مسانید کو یکجا کر کے اس کا نام ”جمع الجوامع“ رکھا ”کنز العمال“ اس ”جمع الجوامع“ کی بہ ابواب فقہ ایک شاہکار تالیف ہے جس کے بلند پایہ مؤلف علامہ محمد متقی علاء الدین علی ابن حسام الدین جو نپوری الہندی (۹۷۵ھ) ہیں۔ امام احمد رضا نے اس عدیم المثال کتاب پر حاشیہ لکھا ہے۔ حاشیہ کسی جداگانہ نام سے موسوم نہیں بلکہ کنز العمال ہی سے اس کو موسوم کیا ہے، یہ حاشیہ شمس بریلوی

کے جائزہ اور پروفیسر مجید اللہ کی ترتیب کے ساتھ امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری، جلد اول میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کا عکس اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۰ تا ۱۸۵ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

(۳۴) حاشیہ مسند امام اعظم:

”مسند امام اعظم“ یہ حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ (۱۵۰ھ) کی شاہکار تصنیف ہے۔ اس پر امام احمد رضا کا حاشیہ ہے۔ یہ حاشیہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی سے امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری (حصہ دوم) ص ۹۲..... ۱۰۳ پر ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے۔

(۳۵) حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل

(۳۶) حاشیہ مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح۔

اس کا ذکر مولانا بدرالدین نے سوانح اعلیٰ حضرت کے صفحہ ۳۹۶ پر کیا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

(۳۷) حاشیہ نیل الأوطار (جلد اول)

(۳۸) حاشیہ نیل الأوطار (جلد دوم)

(۳۹) حاشیہ نیل الأوطار (جلد سوم)

اس کا قلمی نسخہ مولانا توصیف رضا خاں (فرزند ریحان رضا خاں) کے پاس موجود ہے۔ راقم الحروف نے ریسرچ کے دوران ان جلدوں کو خود ملاحظہ کیا ہے۔

(۴۰) نور عینی فی الانتصار للامام العینی:

امام عینی شارح بخاری پر کسی نے اعتراضات وارد کئے۔ امام احمد رضا نے اس کے اعتراضات کے دندان شکن جواب الجواب عطا کیئے اور پھر اس کی کئی جہالتوں کا انکشاف کیا۔ اس کا قلمی نسخہ مولانا توصیف رضا خاں (فرزند مولانا ریحان رضا خاں) کے پاس موجود ہے اور اس کا عکس راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے۔

اسانید حدیث:

(۴۱) الاجازات الرضویہ لمبجل مكة البهیة ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء:

یہ "الاجازات المتینہ لعلماء بكة والمدینہ ۱۳۲۳ھ" مطبوعہ ادارہ تصنیفات رضا میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ لاہور سے ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس میں امام احمد رضا نے علماء حرمین کی اجازات کو تحریر کیا ہے، خصوصاً یہ سند فاضل بریلوی نے حافظ صالح کمال کے لیے سپرد قلم فرمائی۔ مولانا حامد رضا خاں (فرزند امام احمد رضا خاں) اس کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"حافظ صالح کمال کی جلالت شان اور عظمت مکان کے پیش نظر ان کے لئے سند اجازت لکھنے میں کافی توقف فرمایا۔ وہ جب ملتے سند کا مطالبہ فرماتے اور تقاضے پر تقاضا کرتے، یہاں تک کہ ان کی خاطر سند کا الگ بڑا نسخہ ارشاد فرمایا جس کا تاریخی نام "الاجازة الرضویہ لمبجل مكة البهیة ۱۳۲۳ھ" تجویز کیا۔"

(۴۲) الاجازات المتینة لعلماء بكة والمدینة ۱۳۲۴ھ

امام احمد رضا کے فرزند اکبر مولانا حامد رضا خاں نے قیام مکہ معظمہ کے زمانے (۱۳۲۳-۲۴ھ) میں فاضل بریلوی کی سندات اجازت، جو علماء حجاز کو عطا فرمائیں۔ علمائے عرب کے مکتوبات (جو امام احمد رضا کو ارسال کئے گئے) اس کے علاوہ اور دوسری تفصیلات کو الاجازات میں جمع کر دیا ہے۔ یہ مجموعہ عربی ادب کا شاندار نمونہ ہے۔ یہ مجموعہ ۲۰۶ صفحات پر مشتمل ہے جس کی طباعت ادارہ تصنیفات رضا، بریلی سے ہوئی ہے۔

اصول حدیث

(۴۳) الافادات الرضویہ:

یہ تصنیف مطبع شمس الہدیٰ، پٹنہ سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کا ذکر مولانا ظفر الدین بہاری نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف صحیح البہاری، جلد دوم، مطبوعہ پٹنہ کے صفحہ ۱۲۰ پر کیا ہے۔ اس میں فاضل بریلوی نے حدیث کے اصول و ضوابط پر شاندار بحث فرمائی ہے۔

(۴۴) حاشیہ فتح المغیث:

اس کا ذکر امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۳۰۸ پر کیا ہے اس کا قلمی نسخہ نہیں مل سکا۔

(۴۵) مدارج طبقات الحدیث ۱۳۱۳ھ:

اس کی تکمیل ۱۳۱۳ھ میں ہوئی۔ یہ شاہکار حضرت مولانا احمد رضا خاں کے شاہکار مجموعہ فتاویٰ ”العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ۱۳۲۶ھ“ جلد دوم، مطبوعہ میرٹھ کے صفحہ ۳۲۵ پر ۵۹۳۲ طبع ہے۔ اس میں مصنف نے اقسام کتب حدیث پر جلیل القدر بحث کی ہے۔

(۴۶) شرح نخبۃ الفکر:

اس کا ذکر ماہنامہ تحفہ حنفیہ، (پٹنہ)، جلد ششم شمارہ ہشتم میں ملتا ہے۔ اس کے علاوہ عبدالمبین نعمانی نے ”المصنفات الرضویہ“ کے صفحہ ۸ پر کیا ہے، اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

تخریج احادیث

(۴۷) النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب ۱۲۹۶ھ

اس کی تکمیل ۱۲۹۶ھ میں ہوئی۔ اس کا ذکر مولوی رحمن علی نے تذکرہ علماء ہند کے صفحہ ۱۰۰ پر کیا ہے۔ اس میں مصنف نے احادیث کی تخریج پر نمایاں دلائل پیش کئے ہیں۔

(۴۸) الروض البهیج فی آداب التخریج:

حاجی امداد اللہ مہاجر کی کے خلیفہ مولانا رحمٰن علی "تذکرہ علماء ہند" میں صفحہ ۱۰۰ پر

اس کا تعارف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اگر اس فن میں پہلے کوئی کتاب نہ لکھی گئی ہو تو پھر مصنف کو اس

تصنیف کا موجد کہہ سکتے ہیں۔"

اس کا اصل نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا، البتہ مولانا انور علی نے نشاندہی کی ہے کہ یہ

شاندہار تصنیف مولانا توفیق رضا خاں کے پاس موجود ہے۔

(۴۹) البحت الفاحص عن طرق احادیث الخصائص ۵۱۳۰۵

اس جلیل القدر تصنیف کا ذکر عبدالمبین نعمانی نے "المصنفات الرضویہ" کے صفحہ

۱۸ پر کیا ہے۔ اس میں مصنف نے حدیث خصائص کی تخریج اور طرق پر واضح بحث کی ہے۔

(۵۰) حاشیہ نصب الراية لتخریج احادیث الهدایہ

اس کا ذکر بھی مذکورہ کتاب کے صفحہ ۸ پر ملتا ہے۔

جرم و تعدیل :

(۵۱) حاشیہ العلل المتناہیة

(۵۲) حاشیہ کشف الاحوال فی نقد الرجال :

ان دونوں کتابوں کا ذکر بدرالدین نے سوانح اعلیٰ حضرت کے صفحہ ۳۹۶ پر کیا

ہے، البتہ "العلل المتناہیة" کا قلمی نسخہ مولانا خالد علی خاں (مہتمم مدرسہ مظہر اسلام، بریلی)

کے کتب خانہ میں راقم الحروف نے خود دیکھا ہے۔

(۵۳) حاشیہ مدخل:

”مدخل“ علامہ عبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ (المعروف بہ حاکم) کا ایک مختصر رسالہ ہے یہ رسالہ اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت نادر و نایاب ہے۔ اس میں موصوف نے حدیث صحیح کو اپنا موضوع بنایا ہے اور اس کی اقسام بھی تحریر فرمائی ہیں، پھر جرح و تعدیل پر مفصل بحث کی ہے اور جرح و تعدیل کے دس طبقات بیان فرمائے ہیں۔ ”مدخل“ اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت وقیع ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان نے اس رسالہ پر حواشی لکھے ہیں یہ رسالہ مطبع آر۔ آئی پرنٹرز، اردو بازار، کراچی سے چھپ چکا ہے۔

اسماء الرجال**(۵۴) حاشیہ الاسماء والصفات:**

سوانح اعلیٰ حضرت کے صفحہ ۳۹۶ پر اس کا ذکر کیا ہے۔

(۵۵) حاشیہ الاصابة فی معرفة الصحابة:

”اصابہ فی معرفة الصحابة“ کے مؤلف حافظ احمد بن علی حجر عسقلانی شافعی (۸۵۲ھ) ہیں مولانا نے آپ کی اس گر انقدر تالیف ”الاصابہ فی معرفة الصحابة“ پر حاشیہ تحریر فرمایا ہے۔ یہ اہم حاشیہ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء میں کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ میرے پیش نظر وہ قلمی نسخہ ہے جو مولانا منان رضا خان (مہتمم مدرسہ نوریہ رضویہ) کے پاس محفوظ ہے۔

(۵۶) حاشیہ تہذیب التہذیب**(۵۷) حاشیہ تذکرۃ الحفاظ****(۵۸) حاشیہ تقریب التہذیب**

(۵۹) حاشیہ خلاصۃ الکمال

(۶۰) حاشیہ میزان الاعتدال

(۶۱) حاشیہ مجمع بحار الانوار للطاهر الفتنی

فقہ

(۶۲) حاشیہ الہدایہ جلد اول :

فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتاب علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل بن جلیل بن ابی بکر فرغانی مرغینانی (م ۵۹۳ھ) کی ہدایہ ہے، جو تمام ہندوستان کے مدارس میں درس نظامیہ کے نصاب میں شامل ہے۔ اس پر سیکڑوں اشخاص نے حاشیہ اور اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ امام احمد رضا نے بھی اس کی شرح لکھی ہے۔ اس کے صرف ۲۰۰ صفحات بخط مصنف دستیاب ہوئے ہیں جو انتہائی کرم خوردہ ہیں اور ان کی ترتیب بھی درست نہیں۔ ابتدائی دو صفحات جس میں پہلا صفحہ کتاب کا سرورق معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس پر مختلف قسم کی تحریریں ہیں جن میں بعض فارسی کی بھی ہیں۔ دوسرا صفحہ بھی اتنا زیادہ کرم خوردہ ہے کہ صرف چند کلمات غیر مربوط پڑھے جاتے ہیں لیکن پہلی سطر میں ”و بہ نسعین رب یسرو تمم بالخیر“، ”الحمد“ پڑھا جاتا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب یہیں سے شروع ہوئی ہے۔ کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے درمیانی صفحہ شمالاً جنوباً بالکل نہیں پڑھا جاتا بالکل آخری سطر میں ”اتی سباطہ قوم“ والی حدیث ایک سطر میں لکھی گئی ہے حاشیہ پر بھی حواشی بخط مصنف موجود ہیں۔ تیسرے صفحہ سے آخری پانچ صفحہ تک مختلف حواشی ہیں۔ بہر حال مولانا کا اشہب قلم، فقہی نکات کے بیان کرنے میں انتہائی جولانی دکھاتا ہے۔ کاش کہ یہ کتاب کرم خوردہ نہ ہوتی تو مولانا کی ایک شاہکار تصنیف ہوتی۔

(۶۳) حواشی الفتاویٰ الخانیہ:

امام احمد رضا فقہ حنفی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ مختلف فقہ کی کتابوں پر حواشی اور ان کی مبسوط شرحیں بھی لکھی ہیں ان میں بعض طبع ہو چکی ہیں اور بعض مخطوطات کی شکل میں ہیں، انہیں میں فتاویٰ قاضی خاں کئی جلدوں میں مطبوعہ کتاب ہے۔

قاضی خاں ہندوستان کے رہنے والے تھے۔ ان کے فتاویٰ کئی جلدوں میں شائع ہوئے ہیں۔ مولانا موصوف نے ان کے فتاویٰ میں مختلف مقامات پر حواشی لکھے ہیں۔ یہ حواشی مخطوطے کی شکل میں ہیں۔ جو مخطوط میرے پیش نظر ہے وہ ۳۷۷ صفحات پر مشتمل ہے اور امام احمد رضا کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس میں فتاویٰ قاضی خاں کے ص ۱۵ سے ۱۳۹۶ صفحات تک کے مختلف مقامات سے متعلق مولانا نے حواشی لکھے ہیں۔ ہر صفحہ سے متعلق حواشی نہیں ہیں بلکہ جہاں ضرورت سمجھی گئی ہے وہاں حاشیہ لکھا گیا ہے۔ ابتدا میں خطبہ کتاب نہیں ہے بلکہ فتاویٰ قاضی خاں کی عبارت ”خرج الماء“ کی تشریح سے فتاویٰ قاضی خاں کی مختصر عبارت نقل کرنے کے بعد اس کی تشریح فرمائی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حواشی بہت مختصر، جامع اور مفید ہیں اور بعض جگہ باریک فقہی نکتہ بیان کیا گیا ہے، جس کی نظیر فقہی کتابوں میں نہیں ملتی۔ غالباً مولانا کے یہ حواشی فتاویٰ قاضی خاں کے پہلے حواشی ہیں، کسی اور عالم نے فتاویٰ قاضی خاں پر حواشی نہیں لکھے ہیں۔ مولانا نے اپنے دست مبارک سے یہ حواشی لکھے ہیں جس کا مخطوطہ میرے پاس موجود ہے۔ اگرچہ یہ مکمل نہیں ہے مگر پر از معلومات ہیں۔

(۶۴) حاشیۃ الاسعاف فی احکام الاوقاف

(۶۵) حاشیۃ اتحاف الابصار

(۶۵) حاشیۃ الاعلام بقواطع الاسلام

(۶۷) حاشیۃ الاصلاح شرح الايضاح

(۶۸) حاشیۃ البحر الرائق شرح كنز الدقائق و منحة الخالق علی البحر:
 ”بحر الرائق“ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”کنز الدقائق“ کی ایک بہت ہی مسبوط اور جامع شرح ہے۔ بحر الرائق (شرح کنز) علامہ زین العابدین ابراہیم بن نجم مصری کی تالیف ہے۔ اس پر فاضل بریلوی کا حاشیہ ہے۔ امام احمد رضا نے اس میں بعض مقامات پر تغلیط مصنف کو ظاہر و باہر کیا ہے اور بعض مقامات پر تعویب بھی کی ہے۔ یہ جلیل القدر حاشیہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) سے شائع ہو چکا ہے۔

(۶۹) حاشیۃ الفتاویٰ البزازیہ:

الفتاویٰ البزازیہ محمد بن شہاب الدین بن یوسف الکرولی کی گرانقدر تصنیف ہے اس کا تاملہ ۸۰۶ھ میں ہوا۔ احناف میں اسے بڑا مستند سمجھا جاتا ہے۔ اس پر امام احمد رضا کا یہ حاشیہ ہے۔ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۶ء میں اس کی اشاعت ادارہ تحقیقات امام احمد رضا سے ہو چکی ہے۔

(۷۰) حاشیۃ الجوہرۃ النیرۃ

(۷۱) حاشیۃ العقود الدریہ فی تنقیح فتاویٰ الحامدیۃ

(۷۲) حاشیۃ الہدایہ:

یہ علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل بن خلیل بن ابی بکر فرغانی مرغینانی (۵۹۳ھ) کی شاہکار تصنیف ہے۔ علامہ کی یہ تصنیف ارباب علم و فن میں ایسی مقبول ہوئی کہ اس کو علماء نے بالاتفاق جملہ کتب فروع پر فوقیت عطا کی۔ امام احمد رضا نے اس کے مختلف صفحات پر حواشی لکھے ہیں جو علم فقہ کے طلبہ کے لئے دقیق ہیں۔ یہ جلیل القدر حاشیہ کراچی سے طبع ہو چکا ہے اس کا عکس امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری، جلد دوم، ص ۱۰۸ تا ۱۳۰ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

(۷۳) حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار:

یہ علامہ سید احمد بن اسماعیل دو قاطی طحطاوی، (۱۲۳۱ھ/۱۸۱۶ء) کی شہرہ آفاق

تصنیف ہے، اسی پر فاضل بریلوی کا یہ حاشیہ ہے۔ کیا علامہ طحطاوی کی اس عدیم المثال تصنیف پر حاشیہ کی ضرورت تھی؟ اسے حاشیہ طحطاوی دیکھنے والا اچھی طرح بتا سکتا ہے کہ اس میں بہت سے مقامات تشنہ تحقیق تھے جنہیں فاضل بریلوی نے اپنی خداداد صلاحیت، وسعت نظر اور جودت فکر سے اصحاب علم و دانش کو روشنی عطا کی۔ اس حاشیہ کی قدر و قیمت اور امام احمد رضا کی کمال فقاہت کا اندازہ درج ذیل اقتباسات سے لگایا جاسکتا ہے۔

امام سید احمد طحطاوی بسم اللہ کی تشریح میں لفظ اسم کی اصل میں اختلاف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ یا تو یہ سمو سے مشتق ہے یا وسم سے، اول الذکر بصریوں کا مذہب ہے اور دوسرے قول کے قائل کوئی ہیں۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ کو فیوں کے نزدیک اسم کا وسم سے مشتق ہونا باب القلب سے ہے، جیسے ”در“ اصل میں ”ادور“ تھا وادو کو مقدم کر کے ہمزہ سے بدل دیا گیا اور ”اینق“ دراصل ”اینق“ تھا۔

ایک مقام پر امام طحطاوی نے فرمایا کہ بعض جگہ بسم اللہ پڑھنا حرام ہے جس طرح حرام کے آغاز کے وقت، بلکہ بعض اوقات قائل کافر ہو جاتا ہے، اس پر خلاصہ کی عبارت نقل کی کہ ”اگر شراب پیتے، حرام کھاتے یا زنا کا ارتکاب کرتے وقت بسم اللہ پڑھی تو کافر ہو جائے گا، کیونکہ یہ قطعی حرام کو حلال سمجھنا ہے، اور بسم اللہ وہاں لائی جاتی ہے جہاں اللہ کی رضا اور اذن ہو، (۳)

امام احمد رضا نے علامہ طحطاوی کے ساتھ مسئلہ مذکورہ میں اختلاف کرتے ہوئے اسے خلاف معتد قرار دیا ہے اور فتاویٰ شامی کے حوالہ سے بتایا کہ یہ صحیح نہیں یہ بھی بتایا کہ فتاویٰ رضویہ میں خود آپ نے اس مسئلہ کو ذباح کی بحث میں لکھا ہے۔ شامی میں ہے: وفيه نظر لان المعتمد خلافه بدليل قولهم بصحة التضحية بشاة

الغصب و اختلافهم بشاة الودیعة ولهذا قال السانحانی اقول هذا

ینا فی ماتقدم فی الغصب وفی الاضحیة فلا یعول علیہ (۱).

یہ حاشیہ ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء میں مطبع حیات اسلام پریس، لاہور سے چھپ چکا ہے۔

(۷۴) ازین کافل لحکم العقدہ فی المکتوبۃ والنوافل ۵۱۳۰۵

(۷۵) ابجل ابداع فی حد الرضاع ۵۱۳۱۸

(۷۶) الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ ۵۱۳۰۷:

اس اہم رسالہ کی تکمیل ۱۳۰۷ھ میں ہوئی۔ یہ مصنف کے شاہکار فتاویٰ ”العطایا

النویہ فی الفتاویٰ الرضویہ“ میں شامل ہے اور اس کی طباعت متعدد مرتبہ ہو چکی ہے۔ اس میں مصنف نے چرم قربانی کے مصارف پر اعلیٰ تحقیق فرمائی ہے۔

(۷۷) احسن الجلوۃ فی تحقیق المیل والزراع والفرسخ والفلوہ ۵۱۳۰۰:

اس کتاب کی تکمیل ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔ اس میں مصنف نے میل وزراع اور فرسخ

پر جامع و مانع بحث فرمائی ہے۔

(۷۸) الجوہر الثمین فیما تنعقد بہ الیمین ۵۱۲۹۹:

اس رسالہ کی تالیف ۱۲۹۹ھ میں اختتام پذیر ہوئی۔ اس میں مصنف نے اس

بات کی وضاحت کی ہے کہ کس کس چیز کی قسم شرعی قسم ہے۔

(۷۹) الحلاوۃ والطلاوۃ فی موجب سجود التلاوہ ۵۱۳۰۶:

اس رسالہ کی تکمیل ۱۳۰۶ھ میں ہوئی اس میں مصنف نے اس بات کی نشاندہی

کی ہے کہ سجدہ تلاوت کتنا پڑھنے سے اور کب واجب ہے۔

(۸۰) الرمزالراسف علی سوال مولانا آصف ۵۱۳۳۹:

یہ رسالہ ۱۳۳۹ھ میں لکھا گیا اور رفاہ عام پریس، بریلی سے طبع ہوا۔ اس میں

مولانا بریلوی نے مولانا آصف کے متعدد سوالات کے مفصل جواب الجواب دیئے ہیں۔

(۸۱) الطرة في ستر العورة ۱۳۰۷ھ

(۸۲) الكاس الدهاق باضافة الطلاق ۱۳۱۳ھ

(۸۳) الزبدة الزكية في تحريم سجود التحية ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء

یہ اہم رسالہ ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء میں مکمل ہوا اور حسنی پریس، بریلی کے طبع ہوا یہ رسالہ مصنف نے ایک سوال کے جواب میں غیر اللہ کے لئے سجدہ عبادت کو کفر و شرک اور سجدہ تعظیسی کو حرام قرار دیا ہے۔

ملک کے نامور محقق علامہ عبدالحی لکھنوی، والد ماجد علامہ ابوالحسن ندوی، اس عدیم النظر رسالہ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:

”وہی رسالہ جامعہ تدل علی غزارۃ علمہ وقوة استدلالہ“ (نزہۃ الخواطر۔ ج: ۸)

(۸۴) الطراز المذهب فی التزویج بغير الكفو ومخالف ۱۲۹۹ھ:

یہ رسالہ ۱۲۹۹ء میں مکمل ہوا اور سمٹانی پریس، میرٹھ سے طبع ہوا۔ اس میں مولانا بریلوی نے غیر کفو اور مخالف مذاہب سے نکاح کے مدلل احکام بیان کئے ہیں۔

(۸۵) المقالة المسفرة عن احكام البدعة المكفرة ۱۳۰۱ھ:

یہ شاہکار رسالہ ۱۳۰۱ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اس میں مصنف نے بدعت کفری والے کا حکم مثل مرتد قرار دیا ہے۔ یہ رسالہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

(۸۶) المنح الملیحة فیما نہی عن اجزاء الذبیحة ۱۳۰۷ھ

یہ جلیل القدر رسالہ ۱۳۰۷ھ میں اختتام پذیر ہوا۔ اس کا ذکر فاضل بریلوی نے ”جد الممتار علی رد المختار“ میں کیا ہے۔

امام احمد رضا نے اس میں ذبیحہ سے بائیس چیزیں کھانے کی ممانعت کی ہے اور

شواہد میں قرآن و حدیث و ائمہ مجتہدین سے حوالے دیئے ہیں۔

(۸۷) اضافات افاضات ۱۳۲۳ھ

(۸۸) الفقه التسجیلی فی عجمین النارجیلی ۱۳۱۸ھ

(۸۹) حاشیہ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع:

”بدائع الصنائع“ علامہ ابو بکر بن مسعود بن احمد کاشانی (م ۵۸۷ھ) کی گرانقدر تصنیف ہے دراصل یہ ”تحفہ الفقہاء“ کی معرکہ الآرا شرح ہے۔ یہ فقہ حنفی میں بڑی مقبول و معروف کتاب ہے مصنف نے اپنی اس شرح کے ذریعہ ”تحفہ الفقہاء“ کے بہت سے مشکل مقامات کو حل کیا۔ امام احمد رضا کا حاشیہ اسی شرح ”تحفہ الفقہاء“ موسومہ بہ ”بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع“ پر ہے۔ یہ حاشیہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا سے شائع ہو چکا ہے۔

(۹۰) حاشیہ تبیین الحقائق:

تبیین الحقائق کے مصنف علامہ عثمان بن علی بن مجن زیلیعی (م ۷۷۳ھ) ہیں۔ اس کی طباعت ۱۳۰۴ھ/۱۹۸۴ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) سے ہوئی۔ فاضل بریلوی کا حاشیہ اسی جلیل القدر کتاب پر ہے۔

(۹۱) حاشیہ جامع الفصولین

(۹۲) حاشیہ جامع الرموز

(۹۳) حاشیہ جامع الصغار

(۹۴) جواهر اخلاطی

(۹۵) جمل مجلیة ان المکروه تنزیها لیس بمعصیة ۱۳۰۴ھ

اس کی تکمیل ۱۳۰۴ھ میں ہوئی۔ اس کا ذکر مولانا احمد رضا خان نے اپنے جلیل

القدر فتاویٰ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" جلد دوم کے صفحہ ۱۵۵ پر کیا ہے، اس میں مصنف نے مکروہ تزیہی پر عدم معصیت کے شاہکار دلائل پیش کئے ہیں۔

(۹۶) جد المتار تکملہ رد المعتار

(۹۷) جمال الاجمال لتوقیت حکم الصلوٰۃ فی النعال ۱۳۰۳ھ

اس کتاب کی تکمیل ۱۳۰۳ھ میں ہوئی۔ اس میں مولانا احمد رضا خان نے جو تا بہن کر نماز پڑھنے اور مسجد جانے کے احکام پر مفصل تحقیقی بحث کی ہے۔ یہ اہم کتاب مطبع اہلسنت، بریلی سے چھپ چکی ہے اور دستیاب ہے۔

(۹۸) حاشیہ جد المتار علی رد المعتار جلد اول:

پہلے محمد بن عبداللہ احمد خطیب بن محمد خطیب ابن ابراہیم خطیب (۱۱۹۸ھ/۱۲۵۲ھ) نے "تنویر الأبصار" لکھی پھر اس کی شرح "در مختار" تصنیف ہوئی۔ "در مختار" پر علامہ سید محمد امین بن عمر عابدین شامی (۱۱۹۸ھ/۱۲۵۲ھ) نے حاشیہ لکھا جو "رد المختار" سے موسوم اور شامی سے مشہور ہے۔ اسی رد المختار (معروف بہ شامی، پر امام احمد رضا خان نے حاشیہ لکھا جس کا نام "جد المتار علی رد المختار" ہے اور حاشیہ شامی سے معروف ہے۔ اس میں بہت سے ایسے مقامات تشریح و تحقیق تھے جنہیں مولانا نے اپنی کمال فقاہت سے حل فرما کر اصحاب علم و فن کو غلطیوں سے بچالیا اور بے شمار مسائل حل فرمائے اور فقہ میں جزئیات کا اضافہ کیا ہے۔ یہ حاشیہ مجمع الاسلامی محمد آباد، اعظم گڑھ سے چھپ چکا ہے۔

(۹۹) حاشیہ جد المتار علی رد المعتار، جلد دوم

(۱۰۰) حاشیہ جد المتار علی رد المعتار، جلد سوم

(۱۰۱) حاشیہ جد المتار علی رد المعتار، جلد چہارم

(۱۰۲) حاشیہ جد المتار علی رد المعتار، جلد پنجم (۲۳۲)

(۱۰۳) حواشی حلیہ شرح منیة المصلی:

”منیة المصلی“ کی متعدد شروح تحریر کی گئیں ان جملہ شروح میں ”حلیة المجلی“ کو لافانی شہرت حاصل ہوئی جزئیات فقہ میں آج بھی ارباب علم و دانش استدلال کرتے ہیں۔ اس کے مؤلف منیة المصلی کے شارح علامہ محمد المعروف بہ امیر الحاج حلبی (م ۸۷۶ھ) ہیں اس کے متعدد صفحات پر مولانا نے مختصر حواشی لکھے ہیں۔ یہ مختصر مقالہ ان پر تحقیق کا حامل نہیں۔ یہ حاشیہ کراچی سے طبع ہو چکا ہے اس کا عکس امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری جلد اول کے صفحہ ۵۶ تا ۷۹ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

(۱۰۴) حاشیہ حلیة المجلی

(۱۰۵) حاشیہ حسن عجیمی

(۱۰۶) حاشیہ حواشی الفتاویٰ زینیہ:

”فتاویٰ زینیہ“ کے مصنف حسین بن محمد بن علی بن حسن زینی (۵۱۲ھ) ہیں۔ ۱۳۰۳ھ/۱۹۸۴ء میں مطبع آر۔ آئی پرنٹرز، اردو بازار، کراچی سے شائع ہوا۔ یہ مجموعہ قدیم ترین فتاویٰ میں شمار ہوتا ہے۔ اگر اس کو اولیت کا درجہ دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا اس پر امام احمد رضا خان کا یہ حاشیہ ہے۔

(۱۰۷) حسن البراعة فی تنفیذ حکم الجماعة ۱۲۹۹ھ

اس اہم کتاب کی تکمیل ۱۲۹۹ھ میں ہوئی۔ اس میں مصنف نے جماعت اولیٰ اور مسجد کے وجوب پر محققانہ بحث کی ہے۔ اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا البتہ اس کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے۔

(۱۰۸) حاشیہ خادمی

(۱۰۹) حاشیہ خلاصۃ الفتاویٰ

خلاصۃ الفتاویٰ کے مصنف امام افتخار الدین طاہر ابن احمد بن عبدالرشید بخاری ۵۴۳ھ ہیں یہ کتاب علماء کے یہاں ایک معتبر اور معتمد کتاب ہے فاضل بریلوی کا حاشیہ اسی عدیم المثال کتاب پر ہے اس کی طباعت ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۶ء میں اردو بازار، کراچی سے ہو چکی ہے۔

(۱۱۰) حاشیہ درر الحکام شرح غرر الاحکام:

”درر الحکام“ کے فاضل مصنف محمد بن فراموز الشہیر بہ مولیٰ خسرو (۸۸۵ھ) ہیں، عموماً فقہاء عظام کا یہ معمول رہا ہے کہ اپنے تبحر علمی کے باعث کوئی کتاب لکھی، بعد میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس سے عوام و خواص مستفید ہوں گے تو خود ہی اپنی کتاب پر شرح یا اس پر حواشی و تعلیقات تحریر کر دیئے۔ اسی طرح ”درر الحکام“ کے مصنف نے اس کی شرح قلمبند کی، اسی جلیل القدر کتاب پر فاضل بریلوی کا شاہکار حاشیہ ہے۔ ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۶ء میں کراچی سے شائع ہو چکا۔ اس کا عکس امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری، جلد اول کے صفحہ ۸۱ تا ۸۲ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

(۱۱۱) رفیع المدارک فی السوائب وما طرح الممالک ۱۳۱۰ھ

اس میں مصنف نے ان کا شدید رد کیا ہے جو گنگا میں گھنا ڈال کر اپنی منت مانگتے ہیں اور اس میں گھنا وغیرہ ڈالنے کی ممانعت کی ہے۔ یہ اہم رسالہ مطبع اہلسنت سے طبع ہو چکا ہے۔

(۱۱۲) راد القحط والوباء بدعوة الجیران ومواساة الفقراء ۱۳۱۲ھ

اس اہم کتاب کی تکمیل ۱۳۱۲ھ میں ہوئی۔ اس میں مصنف نے یہ بتایا ہے کہ فقراء پر داد و دہش دینے سے مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں۔

(۱۱۳) رامی زاغیا معروف بہ دفع زیغ زاغ ۱۳۲۰ھ

یہ رسالہ مولانا کے رسائل میں انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔ اس میں مصنف نے کٹوے سے متعلق شرعی احکام بیان کئے ہیں اور کچھ علماء کا رد بھی کیا ہے۔ اس کی طباعت پہلی

مرتبہ حسنی پریس، بریلی میں ہوئی اس کے بعد رضا برقی پریس، بریلی سے بھی شائع ہو چکا ہے۔

(۱۱۳) حاشیہ شفاء الصغار

(۱۱۵) حاشیہ شرح مسلک متقسط

(۱۱۶) شوارق النساء فی حد المصر والفناء ۱۳۰۰ھ

(۱۱۷) حاشیہ شرح معانی الآثار

معانی الآثار کے مصنف علامہ ابو جعفر احمد بن سلامہ ابن عبد الممالک الازدی المصری الحنفی (م ۳۲۰ھ) ہیں۔ اس کی شرح علامہ بدالدین عینی نے کی۔ امام احمد رضا کا حاشیہ اسی شرح عینی پر ہے، جو ”معانی الآثار“ کے نام سے مشہور ہے۔ اس حاشیہ کی طباعت ادارہ تحقیقات امام احمد رضا سے ہو چکی ہے۔

(۱۱۸) شامة العنبر فی محل النداء بازاء المنبر ۱۳۲۷ھ:

اس رسالہ میں جمعہ کی اذان ثانی مقابل منبر اور خارج مسجد ہونے پر محققانہ دلائل ہیں۔ اس کا ذکر مولانا احمد رضا کے فتاویٰ ”العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ“ جلد چہارم مطبوعہ سنی دارالاشاعت مبارکپور (اعظم گڑھ) کے صفحہ ۱۲۳ پر ملتا ہے۔ (رضا اکیڈمی، ممبئی سے ۳۰ مئی ۲۰۰۰ء کو رسالہ عربی متن اور اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔ مترجم اور مقدمہ نگار علامہ مفتی عبدالمنان الاعظمی ہیں۔ وجاہت)

(۱۱۹) صیقل الرین فی احکام مجاورۃ الحرمین ۱۳۰۵ھ

اس رسالہ کی تکمیل ۱۳۰۵ھ میں ہوئی، اس میں مصنف نے حرمین میں مجاور بن کر رہنے پر مدلل و مبرہن طریقہ سے بحث کی ہے۔

(۱۲۰) حاشیہ طلبۃ الطبۃ

(۱۲۱) حاشیہ عنایۃ حلّی (شرح الہدایہ)

(۱۲۲) عبقری حسان فی اجابۃ الاذان ۱۲۹۹ھ

اس کا ذکر عبدالحی نے ”الثقافة الاسلامیة فی الہند“ کے صفحہ ۱۱۷ پر کیا ہے۔

(۱۲۳) حاشیہ غنیۃ المستملی

”مدیۃ المصلی“ کی بہت سے شرحیں لکھی گئیں ہیں۔ ان میں کبریٰ اور صغریٰ بہت مشہور ہیں۔ اس کی سب سے زیادہ مشہور شرح ”غنیۃ المستملی“ ہے جو پسند کیا گیا۔ اس پر فاضل بریلوی کا یہ حاشیہ ہے۔ ۱۳۰۶ھ/۱۹۸۲ء میں محمد علی پریس ناظم آباد سے شائع ہو چکا ہے۔

(۱۲۴) حاشیہ فتح القدير لابن الهمام

(۱۲۵) حاشیہ فوائد کتب عدیدہ

(۱۲۶) حاشیہ فتاویٰ انقروبیۃ

(۱۲۷) حاشیہ فتاویٰ عالمگیری۔ اس کا قلمی نسخہ قاضی عبدالرحیم (نومحلہ مسجد، بریلی) کے پاس محفوظ ہے۔

(۱۲۸) حاشیہ فتاویٰ خیریہ۔

(۱۲۹) حاشیہ فتاویٰ حدیثیہ

(۱۳۰) حاشیہ فتاویٰ غیائیہ

(۱۳۱) حاشیہ فتاویٰ زربینہ

(۱۳۲) حاشیہ فتح المعین

(۱۳۳) فوائد رد المحتار، جلد اول

(۱۳۴) فوائد رد المحتار، جلد دوم

(۱۳۵) فوائد رد المحتار، جلد سوم

(۱۳۶) فوائد رد المحتار، جلد چہارم

(۱۳۷) فوائد رد المحتار، جلد پنجم

امام احمد رضا نے مفتیان عظام کی سہولت کے لئے فقہ کی متعدد کتب کے فوائد تحریر فرمائے ہیں۔ یہ اہم سرمایہ علمی دنیا میں گرانقدر اضافہ ہے اس کی پانچوں جلدیں، مولانا توصیف رضا خاں کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہیں اور ان کا عکس مولانا انور علی (مدرس مدرسہ منظر سلام بریلی) کے پاس ہے یہ تصنیف ۶۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۱۳۸) الفوائد المتعلقة بكتب الفقه:

اس تصنیف میں مصنف نے فقہ کی ۲۶ کتب کے فوائد قلمبند فرمائے ہیں۔ یہ کتاب ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا قلمی نسخہ قاضی عبدالرحیم بستوی کے پاس موجود ہے۔

(۱۳۹) فتاویٰ سراجیہ

(۱۴۰) فتح الملایک فی حکم التملیک ۱۳۰۸ھ،

(۱۴۱) فتح الملایک کتاب الانوار

(۱۴۲) فتح الملایک کشف الغمہ

(۱۴۳) فتح الملایک کتاب الخراج

(۱۴۴) کا سر السفیہ الواہم فی ابدال قرطاس الدراہم ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء

یہ کتاب ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں مکمل ہوئی۔ امام احمد رضا ۱۳۲۴ھ میں زیارت حرمین سے

مشرف ہوئے تو علماء حرمین نے آپ کی بڑی قدر و منزلت کی۔ چنانچہ نوٹ کے متعلق آپ سے

سوال کیا گیا۔ موصوف نے بغیر کسی کتاب کی مدد کے چند گھنٹوں میں ایک تحقیقی رسالہ قلمبند فرمایا اور

اس کا تاریخی نام ”کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم ۱۳۲۴ھ“ رکھا، امام احمد

رضانے ہندوستان واپسی کے بعد اصل رسالہ میں اضافے فرمائے اور بطور ضمیمہ ان کو شامل کیا اس

ضمیمہ کا نام ”کا سر السفیہ الواہم فی ابدال قرطاس الدراہم ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء“ رکھا۔

(۱۴۵) کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم ۱۳۲۴ھ:

اس رسالہ کی ابتداء مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ مصنف نے جب قیام مکہ کے دوران ساڑھے ۸ گھنٹوں میں ”الدولة المکیه بالمادة الغیبیة ۱۳۲۳ھ“ قلمبند فرمائی تو علماء حجاز نے آپ کی قابلیت کا اعتراف کیا۔ چنانچہ استفسارات کے سلسلہ کا آغاز ہوا تو نوٹ کی شرعی حیثیت پر بھی متعدد سوالات تھے۔ مولانا بریلوی اس رسالہ کے صفحہ ۱۶۶ پر لکھتے ہیں کہ:

”مکہ مکرمہ کے دو علماء کرام مولانا عبداللہ احمد میرداد امام مسجد الحرام اور انکے استاد مولانا حامد احمد جداوی نے نوٹ کے متعلق جملہ مسائل فقہ کا سوال اس فقیر سے کیا جس کے جواب میں بفضل و تھاب عزوجل ڈیڑھ دن سے کم میں رسالہ ”کفل الفقیہ“ وہیں لکھ دیا۔“

مولوی عبدالحیٰ اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”نزہۃ الخواطر جلد ہشتم“ کے صفحہ ۴۱ پر اس کی اہمیت اور فاضل بریلوی کی فقہی بصیرت پر اس طرح لکھتے ہیں:

”فقہ حنفی اور اس کے جزئیات سے آگاہی رکھنے والا ان کے زمانہ میں ان کی کوئی نظیر نہ تھی جس پر ان کا مجموعہ فتاویٰ ”کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم“ شاہد ہے۔“

اس میں مصنف نے نوٹ سے متعلق شرعی احکام بیان کئے ہیں اس کی اشاعت ۲۳/رجب ۱۴۰۹ھ ۱۹۸۹ء کو لاہور سے ہو چکی ہے۔

(۱۴۶) **لمعة الشمعة فی اشرط المصر للجمعة ۱۳۰۰ھ**

اس میں مصنف نے جمعہ کے شہر میں ہونے کا عظیم الشان ثبوت پیش کیا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

(۱۴۷) **منحة الخالق شرح کنز الدقائق؛**

”منحہ الخالق“ کے مصنف فقیہ زین العابدین کے فرزند امین بن زین العابدین ہیں۔ آپ نے اپنی تصنیف کنز الدقائق معروف بہ ”بحر الرائق“ پر حواشی تحریر کئے ہیں۔ یہ حواشی فقہ حنفیہ میں ”منحہ الخالق“ کے نام سے مشہور ہیں۔ امام احمد رضا نے اسی کتاب پر حاشیہ لکھا ہے۔ یہ حاشیہ ۱۳۰۲ھ/۱۹۸۴ء میں کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کا عکس امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری جلد اول کے صفحہ ۸۶ تا ۱۲۷ تک دیکھا جاسکتا ہے۔

(۱۴۸) حاشیہ منة الجلیل

(۱۴۹) حاشیہ مسامرة

(۱۵۰) حاشیہ مسایره

علامہ قوام الدین قاسم بن خلیل رومی (۹۱۹ء) نویں صدی ہجری کے علماء احناف میں سے ہیں۔ فقہ حنفیہ کی اکثر کتب مشہورہ پر آپ کی تعلیقات ہیں، چونکہ علوم عقلیہ سے زیادہ شغف تھا اس لئے وجود ذہنی کے ابحاث پر متعدد رسالے تحریر کئے۔ ان رسائل میں رسالہ ”مسامرة“ اور ”مسایره“ بہت مشہور ہیں۔

امام احمد رضا نے ان ہی دونوں رسائل پر حواشی تحریر فرمائے۔ یہ حواشی ۱۳۰۶ھ/۱۹۸۶ء میں کراچی سے شائع ہو چکے ہیں۔

(۱۵۱) حاشیہ معین الحکام

یہ علامہ شمش الدین محمد بن عبداللہ غزی بن خطیب بن محمد خطیب بن خلیل بن تمر تاشی (متوفی ۱۰۰۴ء) کی مشہور تصنیف ہے۔ اس پر امام احمد رضا کا یہ حاشیہ ہے۔ امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری جلد دوم کے آخر میں شامل ہے، جو مطبع محمد علی پریس، ناظم آباد (کراچی) سے (۱۳۰۶ھ/۱۹۸۶ء) میں طبع ہوا ہے۔

(۱۵۲) حاشیہ مراقی الفلاح

(۱۵۳) حاشیہ مجمع الانهر

(۱۵۴) منزع المرام فی التداوی بالحرام ۱۳۰۳ھ

اس کی تکمیل ۱۳۰۳ھ میں ہوئی۔ اس میں مصنف نے حرام اشیاء سے علاج کے بارے میں احکام تحریر کئے ہیں۔

(۱۵۵) نقد البیان لحرمة ابنة اخي اللبان ۱۳۱۲ھ

اس کا حوالہ فاضل بریلوی کے حاشیہ ”جد الممتار، باب الرضاع“ میں دیا ہے۔

(۱۵۶) نور الجوهرة فی السمرة والسوکره ۱۳۲۰ھ؛

(۱۵۷) هادئ الاضحية بالشاة الهندية ۱۳۱۲ھ

اصول فقہ

(۱۵۸) التاج المکمل فی انارة مدلول کان یفعل ۱۳۰۲ھ

(۱۵۹) حاشیہ شرح الاشباه والنظائر؛

”الاشباه“ کو علامہ ابن نجیم مصری نے ۹۶۹ء میں تالیف کیا۔ یہ علامہ کی آخری تصنیف ہے۔ اس پر متعدد علماء نے شروح و حواشی لکھے اس کا شاہکار حاشیہ علامہ سید احمد حموی (۱۰۹۸ھ) کا حاشیہ ہے۔ امام احمد رضا کا حاشیہ اسی حاشیہ حموی پر ہے۔ اس کی اشاعت کراچی سے ہو چکی ہے۔ اس کا عکس امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری کے صفحہ ۱۸۴ تا ۲۴۶ تک دیکھا جاسکتا ہے۔

(۱۶۰) حاشیہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت؛

اس کا قلمی نسخہ قاضی عبدالرحیم بستوی، مرکزی دارالعلوم کے ذاتی کتب خانہ میں

ہے۔

(۱۶۱) حاشیہ مسلم الثبوت؛

یہ حاشیہ مطبع اہلسنت، بریلی سے چھپ چکا ہے۔ یہ حاشیہ مدرسہ اہلسنت پٹنہ میں داخل نصاب تھا۔ اس کا ذکر تحفہ حنفیہ، جلد ششم، شمارہ ہشتم میں دیکھا جاسکتا ہے۔

(۱۶۲) نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف؛

اس میں فاضل بریلوی نے ان احکام کو قلمبند فرمایا ہے جن کا دار و مدار عرف پر ہے اس کتاب کا ذکر امام احمد رضا کے ”فتاویٰ العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ“ جلد پنجم، مطبوعہ سنی دارالاشاعت، مبارکپور کے صفحہ ۷۱ میں کیا ہے۔

رسم المفتی

(۱۶۳) اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقا علی قول الامام ۱۳۲۴ھ

اس کی تکمیل ۱۳۲۴ھ میں ہوئی۔ اس میں مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ فتویٰ مطلقاً امام اعظم کے قول پر ہونا چاہئے۔ یہ اہم رسالہ مولانا احمد رضا کے جلیل القدر فتاویٰ ”العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ“، جلد اول کے صفحہ ۳۸۱ پر دیکھا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی اشاعت مکتبہ ایشق، استنبول ترکی سے بھی ہو چکی ہے۔

(۱۶۴) حاشیہ رسائل شامی

(۱۶۵) فصل القضاء فی رسم الافتاء ۱۳۹۶ھ

یہ رسالہ ۱۳۹۶ھ میں مکمل ہوا۔ اس میں رسم مفتی پر شاندار بحث ہے۔ اس کا ذکر مولانا بریلوی نے اپنے فتاویٰ ”العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ“، جلد چہارم، ص ۷۵ میں کیا ہے۔

تجوید

(۱۶۶) حاشیہ المنح الفکریہ

(۱۶۷) یسر الزاء لمن ام الضاد ۱۳۱۰ھ

عقائد و کلام

(۱۶۸) اللّم الملكية و التسجيلات المكية ۱۳۲۲ھ

اس کی اشاعت مطبع اہلسنت و رضوی کتب خانہ، بریلی سے ہو چکی ہے۔

(۱۶۹) المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد ۱۳۲۰ھ

مولانا بریلوی نے مولانا فضل رسول بدایونی کی شہرہ آفاق تصنیف ”المعتقد المنتقد“ پر حاشیہ تحریر فرمایا اور اس کا تاریخی نام ”المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد ۱۳۲۰ھ“ رکھا۔ یہ حاشیہ متعدد مرتبہ زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ زیر نظر حاشیہ ۱۹۷۵ء میں مکتبہ ایشیق، استنبول، ترکی سے طبع ہوا ہے۔

(۱۷۰) ابراء المجنون من انتها که علم المکنون ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء

اس کا ذکر پروفیسر محمد مسعود احمد نے اپنی شاہکار تالیف ”فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں“ مطبوعہ مجمع الاسلامی مبارکپور، اعظم گڑھ ۱۳۰۱ھ / ۱۹۸۱ء کے صفحہ ۹۶ پر کیا ہے۔

(۱۷۱) البشري العاجلة من تحف آجلة ۱۳۰۰ھ

(۱۷۲) العلم المكية و التسجيلات المكية ۱۳۲۲ھ؛

اس کی تالیف ۱۳۲۲ھ میں مکمل ہوئی۔ اس میں مصنف نے اپنی تصنیف ”حسام الحرمین علی منحر الکفر و المین“ پر علماء حجاز کی تصدیقات کو یکجا کیا ہے یہ مجموعہ مطبع رضوی کتب خانہ بریلی سے صرف ایک مرتبہ شائع ہوا ہے۔

(۱۷۳) الفواکه الهنيئة و التسجيلات المدنية ۱۳۲۲ھ

یہ کتاب ۱۳۲۲ھ میں مصنف نے پوری کی۔ اس میں حسام الحرمین پر علماء مدینہ کی تصدیقات کو یکجا کیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ رضوی کتب خانہ سے طبع ہوا ہے۔

(۱۷۴) **الكلم العلية لمفتى الشافعية ۱۳۲۲ھ**

اس میں مصنف نے حسام الحرمین پر علماء شافعیہ کی نادر و مبسوط تصدیقات کو اکٹھا کیا ہے۔ اس کی طباعت رضوی کتب خانہ بریلی سے ہو چکی ہے۔

(۱۷۵) **السعی المشکور فی ابداء الحق المهجور ۱۲۹۵ھ**

(۱۷۶) **الجللاء الكامل لتعيين قضاة الباطل ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء؛**

اس کا ذکر ”فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں“ کے صفحہ ۹۶ پر کیا ہے۔

(۱۷۷) **الفيوضات الملكية لمحِب الدولة المنكية ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء**

یہ مصنف کی تصنیف ”الدولة المنكية بالمادة الغيبية ۱۳۲۲ھ“ کا مبسوط حاشیہ ہے۔ یہ حاشیہ نامکمل ہے، کراچی اور مطبع اہلسنت بریلی سے چھپ چکا ہے۔ (یہ حاشیہ ۲۰۰۱ء میں رضا فاؤنڈیشن، لاہور سے ”الدولة المنكية“ کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔ وجاہت)

(۱۷۸) **المقال الباهران منكر الفقه كافر ۱۳۱۹ھ**

(۱۷۹) **حاشیه الصواعق المحرقة**

(۱۸۰) **حاشیه التفرقة بين الاسلام والزندقة**

یہ کتاب مطبع اہلسنت بریلی سے چھپ چکی ہے۔

(۱۸۱) **الدولة المنكية بالمادة الغيبية ۱۳۲۲ھ**

اس کی تکمیل ۱۳۲۳ھ کو مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ حجاز کے علماء نے مولانا سے علم غیب کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے بغیر کسی کتاب کی مدد کے ۲۶-۲۷ رذوالحجہ ۱۳۲۳ھ کو دو نشستوں میں ساڑھے آٹھ گھنٹے میں تحریر فرمائی۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں علم غیب پر عارفانہ بحث ہے، دوسرے حصہ میں چار سوالوں کے جوابات ہیں، جن کا تعلق مولانا سلامتہ اللہ راہ پوری ۱۳۳۸ھ کی تصنیف ”اعلام الاذکیا“ کے آخر میں واقع

ایک عبارت سے ہے اور ایک کا تعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ”خطبہ مدارج النبوة“ سے ہے، اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۶۲ علماء عرب و دیگر بلاد اسلامیہ کے دانشوروں نے اس کی تکمیل کے بعد تصدیقات و تقریظات قلم بند فرمائیں۔ یہ کتاب متعدد مرتبہ مختلف مطابع سے شائع ہو چکی ہے۔ ۱۹۸۶ء میں مکتبہ ایشیق، استنبول، ترکی نے شائع کیا۔ (۲۰۰۱ء میں رضا فاؤنڈیشن، لاہور ”الفیوضات المکیہ“ کے حاشیہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔ وجاہت)

(۱۸۲) تصدیقات الحرام ۱۳۱۷ھ

(۱۸۳) حاشیہ تحفة الاخوان

(۱۸۴) حل خطاء الخط ۱۲۸۸ھ

(۱۸۵) حاشیہ حدیقة ندیہ شرح طریق محمدیہ ۱۳۱۸ھ

(۱۸۶) حسام الحرمین علی منکر الکفر والمین :

مولانا نے مولانا فضل رسول بدایونی (۱۲۹۸ھ/۱۸۷۲ء) کی گرانقدر تصنیف

”المعتقد المعتقد“ (۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) پر تعلیقات و حواشی کا اضافہ فرمایا اور اس کا تاریخی

نام ”المعتمد المستند“ (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) رکھا۔ اسی زمانہ میں ان حواشی کا خلاصہ علماء عرب کی

خدمت میں تصدیقات کے لیے پیش کیا۔ مولانا کے اس سرمایہ کو دیکھ کر علماء عرب نے اپنی

عدیم المثال تقاریظ اور تصدیقات مثبت فرمائیں۔ مولانا نے ان تقاریظ و تصدیقات کو مرتب

فرما کر حسام الحرمین علی منکر الکفر والمین نام رکھا، یہ کتاب بھی مختلف مطابع سے طبع ہو چکی ہے

زیر نظر وہ نسخہ ہے جو ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۰۵ھ کو قادری بک ڈپونو محلہ مسجد بریلی سے شائع ہوا۔

(۱۸۷) حاسم المفتری علی السید البری ۱۳۲۸ھ؛

اس میں مصنف نے علم غیب پر جامع و مانع دلائل تحریر کئے ہیں۔ یہ کتاب مطبع

اہلسنت بریلی سے شائع ہو چکی ہے۔

(۱۸۸) حاشیہ خیالی علی شرح العقائد

(۱۸۹) حاشیہ فقہ اکبر

(۱۹۰) حاشیہ شرح مواقف

(۱۹۱) حاشیہ مقاصد الکلام

یہ سعد الدین بن عمر بن عبداللہ تفتازانی (م-۹۲ھ) کی گرانقدر تصنیف ہے۔ مولانا نے اس کے مختلف صفحات پر حاشیہ لکھا ہے۔ یہ حاشیہ ۱۳۰۶ھ/۱۹۸۶ء کو کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کا عکس امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری، جلد دوم کے صفحہ ۱۲۳ تا ۱۷۲ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

(۱۹۲) ضو النہایة فی اعلام الحمد والہدایة ۱۲۸۵ھ

یہ مصنف کی پہلی عربی تصنیف ہے۔ اس وقت مولانا کی عمر تیرہ برس تھی، اس سے قبل انہوں نے ”ہدایۃ النخو“ کی شرح دس سال کی عمر میں لکھی تھی، اس کا ذکر امام احمد رضا کے ممتاز شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری نے اپنی تصنیف ”المجمل المعدد لتالیفات المجدد (مطبوعہ پٹنہ ۱۳۲۷ھ/۱۹۱۹ء) کے صفحہ ۶ پر کیا ہے اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

(۱۹۳) حاشیہ عقائد ہندیہ

(۱۹۴) فتاویٰ الحرمین برجف الندوة المین ۱۳۱۷ھ:

یہ کتاب ۱۳۱۷ھ میں لکھی گئی۔ اس کے بعد مکتبہ ایشق، استنبول، ترکی سے ۱۹۸۱ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔

(۱۹۵) مال الحبیب بعلم الغیب ۱۳۱۸ھ:

اس کا قلمی نسخہ مولانا عبدالرحیم بستوی کے پاس ہے۔

(۱۹۶) فتویٰ مکة نعت الندوة المندکہ ۱۳۱۷ھ

(۱۹۷) فتویٰ المدینہ المنورہ بدک ندوة مزورة ۱۳۱۷ھ

(۱۹۸) حاشیہ مفتاح السعادة

(۱۹۹) حاشیہ همزیه

(۲۰۰) هداية المعلمين الى ما يجب في الدين ۱۳۳۰ھ:

اس کا حوالہ ”معجم المطبوعات“ جلد اول کے صفحہ ۹۳۹ پر ملتا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ

دستیاب نہیں ہو سکا۔

مناظرہ

(۲۰۱) اطائب الصيب على ارض الطيب ۱۳۱۹ھ؛

یہ کتاب ۱۳۱۹ھ میں مکمل ہوئی اور مطبع اہلسنت، بریلی و مکتبہ قادریہ، لاہور سے

شائع ہو چکی ہے اس میں مصنف نے محمد طیب مکی (پرنسپل مدرسہ عالیہ، رامپور) سے مسئلہ تقلید

میں مراسلت کی تھی۔ اس کو یکجا کرنے کے بعد اس کا تاریخی نام اطائب الصيب على ارض

الطيب ۱۳۲۹ھ رکھا۔

فضائل

(۲۰۲) حاشیہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ

(۲۰۳) حاشیہ شرح شفا (ملا علی قاری)

مناقب

(۲۰۴) انجاء البری عن وسواس المفتري ۱۳۱۲ھ

اس میں مصنف نے شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کئے ہیں۔

تصوف

(۲۰۵) حاشیة الیواقیت والجواهر

(۲۰۶) حاشیة احياء علوم الدين

(۲۰۷) حاشیة الابریز

(۲۰۸) حاشیة الزواجر:

اس کا قلمی نسخہ مولانا خالد علی خاں (نواسہ مصطفیٰ رضا خاں) کے پاس ہے۔ راقم

الحروف نے اس کو خود ملاحظہ کیا ہے۔

(۲۰۹) بوارق تلوح من حقيقة الروح ۱۳۱۱ھ

(۲۱۰) میزان الشریعة الكبرى

(۲۱۱) حاشیہ مدخل لابن امیر الحاج (جلد اول)

(۲۱۲) حاشیہ مدخل لابن امیر الحاج (جلد دوم)

(۲۱۳) حاشیہ مدخل لابن امیر الحاج (جلد سوم)

اذکار

(۲۱۴) الوظيفة الكريمة ۱۳۳۸ھ؛

”الوظيفة“ ۱۳۳۸ھ میں لکھا گیا اور مطبع اہلسنت و رضوی کتب خانہ، بریلی سے

متعدد مرتبہ شائع ہوا ہے۔ اس میں مصنف نے اوراد و وظائف کا شاندار مجموعہ پیش کیا ہے،

راقم الحروف نے اس کا قلمی نسخہ مولانا منان رضا خاں کے پاس دیکھا ہے۔

(۲۱۵) المنة الممتازة في دعوات الجنائزہ ۱۳۱۸ھ؛

رسالہ ”المنة الممتازة“ ۱۳۱۸ھ میں مکمل ہوا اور سنی دارالاشاعت، مبارکپور

اعظم گڑھ سے طبع ہوا۔ اس میں مصنف نے جنازہ کی چودہ دعاؤں کا اعلیٰ مجموعہ پیش کیا ہے۔

یہ اہم رسالہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم میں مطبوع ہے۔ ص ۸۸

(۲۱۶) ازہار الانوار من صبا صلوة الاسرار ۱۳۰۵ھ

یہ رسالہ سنی دارالاشاعت، مبارکپور سے چھپ چکا ہے۔ اس میں امام احمد رضا نے نماز غوثیہ پر دلائل پیش کئے ہیں۔ اس کا ذکر فتاویٰ رضویہ، جلد سوم، مطبوعہ سنی دارالاشاعت، مبارکپور کے صفحہ ۵۴۸ پر کیا ہے۔

خطبات

(۲۱۷) الخطبات الرضویہ فی المواعظ والعیدین والجمعة؛

اس میں امام احمد رضا نے جمعہ و عیدین اور محفل و عظ میں پڑھنے کے خطبات مع بعض احکام درج فرمائے ہیں۔ یہ اہم سرمایہ متعدد مرتبہ بریلی الیکٹریک پریس و رضوی کتب خانہ، بریلی سے شائع ہو چکا ہے۔

نظم

(۲۱۸) امال الابرار و آلام الاشرار ۱۳۱۸ھ

یہ جلیل القدر قصیدہ ۷۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کی طباعت قاضی عبدالوہید حنفی فردوسی (متوفی ۱۳۲۶ھ) کے نام سے ہوئی مگر یہ طویل قصیدہ متعدد وجوہ سے قاضی عبدالوہید صاحب کا ہونا درست نہیں ہے۔ حدائق بخشش، جلد سوم، مطبوعہ نظامی پریس، بدایوں (دیوان امام احمد رضا)، صفحہ ۸ پر صراحت ہے کہ یہ قصیدہ فاضل بریلوی کا تحریر کردہ ہے۔ ڈاکٹر حامد علی خاں (سابق ریڈر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ) اس قصیدہ کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ:

”یہ طویل قصیدہ قاضی عبدالوحید حنفی (متوفی ۱۲۲۶ھ) کے نام سے

شائع ہوا مگر یہ درست نہیں ہے۔“ (ص ۴۳۳-۴۳۴)

راقم الحروف نے مختار الدین آرزو (سابق صدر، شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ) سے اس قصیدہ کے سلسلہ میں دریافت کیا تو موصوف نے فرمایا یہ اہم قصیدہ امام احمد رضا کے دست مبارک کا تحریر کردہ میرے پاس موجود ہے۔ اس کا پہلا صفحہ نذر حوادث ہو چکا ہے۔

(۲۱۹) قصیدتان رائعتان ۱۳۰۰ھ

یہ جلیل القدر قصیدہ، ۱۳۰۹ھ/۱۹۸۱ء میں المجمع الاسلامی محمد آباد سے شائع ہوا۔ اس میں امام احمد رضا نے مولانا فضل رسول بدایونی کی تعریف میں اصحاب بدر کی مناسبت سے ۱۳۱۳ اشعار لکھے ہیں۔ اس قصیدہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس قصیدہ کے چند اشعار جب علماء مصر کو سنائے گئے تو انہوں نے برجتہ کہا کہ یہ قصیدہ کسی فصیح اللسان عربی النسل عالم دین کا تحریر کردہ ہے۔ اس کی تفصیل پروفیسر محمد مسعود نے اپنی شاہکار تصنیف ”فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں“ مطبوعہ لاہور (۱۳۹۴ھ) طبع دوم کے صفحہ ۹۹-۹۶ پر دی ہے۔

(ب) مدح الرسول

اس کا ذکر پروفیسر محی الدین الوائلی نے صوت الشرق، شمارہ فروری ۱۹۷۰ء کے

صفحہ ۱۶-۱۷ پر کیا ہے۔

نصو

(۲۲۰) تبلیغ الکلام الی درجۃ الکمال فی تحقیق المصدر والافعال

۱۳۲۸ھ

(۲۲۱) شرح ہدایۃ النحو ۱۲۸۲ھ

یہ امام احمد رضا نے دس سال کی عمر میں تصنیف فرمائی۔ یہ موصوف کی پہلی تصنیف ہے۔ اس کا ذکر مولانا ظفر الدین بہاری نے ”المجمل المعدد لتالیفات المجدد“ کے صفحہ ۶ پر کیا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا محمود احمد کانپوری نے ”تذکرہ علماء اہلسنت“ کے صفحہ ۴۶ پر اس کا ذکر کیا ہے۔

لغت**(۲۲۲) حاشیہ تاج العروس**

یہ مختصر حاشیہ مولانا اختر رضا خاں ازہری کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے اور اس کا عکس راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔

تعبیر**(۲۲۳) حاشیہ تعطیر الانام****تکسیر****(۲۲۴) اطائب الاکسیر فی علم التکسیر ۱۲۹۶ھ**

یہ رسالہ مصنف نے سید حسین مدنی (فرزند مولانا عبدالقادر شامی مدنی) کے لئے تحریر فرمایا۔ سید صاحب نے ۱۴ ماہ بریلی میں قیام کیا اور علم اوفاق و تکسیر میں ید طولیٰ حاصل کیا۔ اس میں مصنف نے ایسی نمایاں ایجادات کی ہیں، جو ناقابل بیان ہیں۔ اس کا ذکر امام احمد رضا کے فرزند اصغر مصطفیٰ رضا خاں نے ”المملفوظ“ جلد دوم، مطبوعہ مکتبہ البیلانی، سنبھل کے صفحہ ۲۷ پر کیا ہے۔ معارف رضا ۱۹۸۹ء کے ص ۸۳ پر تحریر ہے کہ یہ جلیل القدر رسالہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی میں محفوظ ہے۔

(۲۲۵) حاشیہ الدر المکنون :

اس کا ذکر معارف رضا ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۰ پر ملتا ہے۔

(۲۲۶) حاشیہ مربعات بحوالہ مذکورہ

(۲۲۳) مجتلی العروس و مراد النفوس ۱۳۳۸ھ

یہ امام احمد رضا کی ایک ضخیم تصنیف ہے۔ اس میں فاضل بریلوی نے کثیر ضابطے استخراج فرمائے ہیں یہ گر انقدر تصنیف ۲۰۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا قلمی نسخہ مولانا تو صیف رضا خاں بریلوی کے پاس موجود ہے اور اس کا عکس میرے پاس دیکھا جاسکتا ہے۔

(۲۲۸) الجداول الرضویہ للمسائل الرضویہ ۱۳۲۲ھ

یہ اہم رسالہ مولانا کے قلم سے لکھا ہوا ہے اور بہت صاف ہے۔ ہر صفحہ میں ۱۸ سطریں ہیں خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔ ۱۳۰۳ھ/۱۹۸۴ء میں مرکزی مجلس رضا، لاہور نے فاضل بریلوی کے خط میں لکھا ہوا نسخہ طبع کیا۔ اس میں نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم کے بعد متعدد جداول تحریر فرمائے ہیں اور علم جفر کے متعدد قواعد بھی بیان کیے ہیں۔ یہ اہم رسالہ ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۲۲۹) الثواقب الرضویہ علی الکواکب الدریہ ۱۳۲۱ھ

یہ کتاب ۱۳۲۱ھ میں مکمل ہوئی۔ اس میں مصنف نے کواکب دریہ پر محققانہ بحث کی ہے۔

(۲۳۰) الاجوبۃ لرضویہ علی المسائل الجفریہ ۱۳۲۱ھ

۱۳۲۱ھ میں یہ رسالہ مکمل ہوا۔ ۱۳۲۱ھ غیر تاریخی نام ہے۔ اس میں مولانا نے

علم جفر سے جوابات کو لکھا ہے۔

(۲۳۱) اسهل الکتب فی جمیع المنازل

(۲۳۲) الجفر الجامع ۱۳۳۲ھ

اس کا قلمی نسخہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی میں موجود ہے۔ اس کا ذکر

معارف رضا ۱۹۹۸ء کے صفحہ ۸۳ پر موجود ہے۔

(۲۳۳) الرسائل الرضوية للمسائل الرضوية ۱۲۲۸ھ

(۲۳۴) الوسائل الرضوية للمسائل الجفرية ۱۳۲۲ھ

اس رسالہ کی طباعت ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۲ء میں مرکزی مجلس رضا، لاہور (پاکستان) سے ہو چکی ہے۔ یہ رسالہ امام احمد رضا نے خطِ نستعلیق میں تحریر فرمایا ہے اور اسی خط میں اس کی اشاعت ہوئی ہے۔ اس میں مصنف نے اپنی طبعزاد جداول اور علم جفر سے متعلق معلومات تحریر رمائی ہیں۔ یہ رسالہ ۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۲۳۵) رسالہ فی علم الجفر ۱۳۲۸ھ

اس رسالہ میں متعدد جداول بیان کی گئی ہیں اور علم جفر کے بارے میں مفید معلومات بھی تحریر ہیں۔ یہ اہم رسالہ ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء میں مرکزی مجلس رضا، لاہور سے طبع ہو چکا ہے۔

توقیت

(۲۳۶) الجواهر والتوقیت فی علم التوقیت (المعروف بہ توضیح التوقیت)

یہ رسالہ مطبع نعیمی پریس مراد آباد سے پہلی بار شائع ہوا۔ اس کا ذکر مولانا ظفر الدین بہاری نے ”حیات اعلیٰ حضرت“ جلد اول کے صفحہ ۱۹۹ پر کیا ہے اس کے علاوہ معارف رضا ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۳ پر بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

(۲۳۷) جدول ضرب

(۲۳۸) حاشیہ جامع الافکار

اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔ البتہ مولانا عبدالمبین نعمانی نے اپنی فہرست کتب ”المصنفات الرضویہ“ (قلمی کے صفحہ ۳۸ پر لکھا ہے کہ اس کا عکس الجمع الاسلامی محمد آباد (اعظم گڑھ) میں موجود ہے۔ (المصنفات الرضویہ رضا اکیڈمی، ممبئی، انڈیا اور رضا اکیڈمی، لاہور، پاکستان سے شائع ہو چکی ہے۔ وجاہت)

(۲۳۹) حاشیہ خزائنہ العلم

(۲۴۰) حاشیہ زبده المنتخب

زیجات / حرکات سیارگان

(۲۴۱) تعلیقات علی الزیج الایلخانی

اس کا قلمی نسخہ مولانا جہانگیر خاں فتحپوری (سابق استاد مدرسہ منظر اسلام) کے پاس موجود ہے اور عبدالمبین نعمانی نے ”المصنفات الرضویہ“ کے صفحہ ۳۸ پر لکھا ہے کہ اس کا عکس المجمع الاسلامی میں محفوظ ہے۔

(۲۴۲) التعلیقات علی زیج الاحداد

اس کا قلمی نسخہ مولانا جہانگیر خاں فتحپوری کے پاس موجود ہے اور اس کا عکس المجمع الاسلامی، مبارکپور (اعظم گڑھ) میں محفوظ ہے۔

(۲۴۳) حاشیہ برجندی ۱۳۱۱ھ

(۲۴۴) حاشیہ زلالات البرجندی

پروفیسر مجید اللہ قادری نے معارف رضا ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۳ پر لکھا ہے کہ اس کا قلمی نسخہ ادارہ تحقیقات میں ہے۔ محمد عبدالمبین نعمانی نے ”المصنفات الرضویہ“ کے صفحہ ۳۸ پر تحریر کیا ہے کہ اس کا عکس المجمع الاسلامی میں محفوظ ہے۔

هندسہ

(۲۴۵) اشکال اقلیدس لنکس اشکال اقلیدس ۱۳۰۶ھ

یہ کتاب نام ہی سے ظاہر ہے کہ فن ریاضی میں ہے۔ اس میں مصنف نے اقلیدس کے بعض اشکال پر امتحانی اعتراضات لکھے ہیں۔ یہ کتاب لاہور سے شائع ہو چکی ہے مگر راقم

الحروف کو اس کا مطبوعہ وغیر مطبوعہ کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا۔

(۲۴۶) حاشیہ اصولہ الهندسہ

(۲۴۷) حاشیہ تحریر الاقلیدس

(۲۴۸) المعنی المجلی للمغنی والظلی

مذکورہ رسائل کا ذکر پروفیسر مجید اللہ قادری نے معارف رضا ۱۹۸۹ء کے

صفحہ ۸۰ پر کیا ہے۔

ریاضی

(۲۴۹) الکلام الفہیم فی سلاسل الجمع والتقسیم ۱۳۱۹ھ

(۲۵۰) الکسیر العشری

(۲۵۱) القواعد الجلیلة فی العلم الجبریہ

(۲۵۲) جداول ریاضی ۱۳۱۹ھ

ان تینوں رسائل کا تذکرہ معارف رضا ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۰ تا ۸۲ پر موجود ہے۔

ہینات جدیدہ

(۲۵۳) اعمار الانشراح لحقیقۃ الاصباح ۱۳۱۹ھ

(۲۵۴) حاشیہ تصریح

اس کا عکس المجمع الاسلامی، مبارکپور میں موجود ہے۔

(۲۵۵) جادة الطلوع والهمر للشیارة والنجوم والقمر ۱۳۲۵ھ

(۲۵۶) رفع الخلاف فی دقائق الاختلاف

(۲۵۷) رسالہ صبح

اس کا حوالہ امام احمد رضا کی تصنیف ”فوز مبین در ردّ حرکت زمین“ مطبوعہ

رضائے مصطفیٰ بمبئی کے صفحہ ۵۳ پر ملتا ہے۔

(۲۵۸) حاشیہ شرح باکورہ

(۲۵۹) حاشیہ شرح تذکرہ

(۲۶۰) حاشیہ شرح چغیننی

اس کا قلمی نسخہ مبارکپور میں موجود ہے اور ایک نسخہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا

(کراچی) میں بھی دستیاب ہے۔

(۲۶۱) حاشیہ طیب النفس

اس کا قلمی نسخہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) میں موجود ہے۔

(۲۶۲) حاشیہ علم الہیات

(۲۶۳) حاشیہ کتابہ الصور

(۲۶۴) مبحث العادلہ فات الدرجه الثانيہ

نجوم / فلکیات

(۲۶۵) جدول ضرب

(۲۶۶) حاشیہ النجوم

(۲۶۷) رسالہ ایعاد قمر

جبر و مقابله

(۲۶۸) حاشیہ القواعد الجلیلة فی الاعمال الجبریہ؛

اس کا قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہو سکا، البتہ اس کا عکس المجمع الاسلامی مبارکپور

(اعظم گڑھ) میں موجود ہے۔

ارثما طیقی

(۲۶۹) الموهبات فی المربعات

اس کا قلمی نسخہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) میں محفوظ ہے۔

(۲۷۰) کتاب الارثما طیقی

معارف رضا ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۸۱ پر اس کا تذکرہ کیا ہے۔

منطق

(۲۷۱) رسالہ منطق

یہ اہم رسالہ زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ اس کی قدر و منزلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ مدرسہ اہلسنت پٹنہ کے درسی نصاب میں شامل تھا اس کا ذکر ماہنامہ تحفہ حنفیہ شعبان ۱۳۲۰ھ، شمارہ ہشتم میں کیا ہے۔

(۲۷۲) حاشیہ شمس بازغہ

اس کا قلمی نسخہ مولانا منان رضا خان (نگران جامعہ نوریہ، بریلی) کے پاس موجود ہے۔

(۲۷۳) حاشیہ میرزاہد

(۲۷۴) حاشیہ ملا جلال

اس کا قلمی نسخہ قاضی عبدالرحیم بستوی کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔

طبیعیات

(۲۷۵) حاشیہ اصول طبعی؛

اس حاشیہ کا ذکر معارف رضا (۱۳۱۰ھ/۱۹۸۹ء) کے صفحہ ۷۹ پر کیا ہے۔

علم سیاسیات

(۲۷۶) اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۵ء

۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء میں جب علماء نے منقسم ہندوستان کو دارالحرب قرار دیکر سود

کو جائز قرار دیا، مولانا نے ہندوستان کو ”دارالسلام“ قرار دیا اور سود کو حرام، کچھ عرصہ کے بعد تحریک آزادی ہند کے عہد میں بعض علماء ہندوستان نے پھر دارالحرب قرار دیکر مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور کیا۔ مولانا نے اس وقت انکی سخت مخالفت کی اور یہ مایہ ناز رسالہ تحریر فرمایا۔ اس کی طباعت لاہور سے ہوئی ہے۔

تاریخ و عمرانیات

(۲۷۷) حاشیہ مقدمہ ابن خلدون

علم مثلث

(۲۷۸) اعلیٰ العطایا فی الاضلاع والزویا

یہ رسالہ لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

(۲۷۹) رسالہ در علم مثلث الکروی القائمة الزاویہ

علم صوتیات

(۲۸۰) البیان شافیا لفونو غرافیا ۵۱۳۲۲/۱۹۰۸ء

امام احمد رضا نے یہ رسالہ علم صوتیات میں تحریر کیا ہے۔ اگرچہ اس کا موضوع فقہی

ہے مگر حقیقت میں سائنسی ہے۔ اور ساری آوازوں کی لہروں کا مدلل بیان ہے، یہ اہم رسالہ

کانپور سے شائع ہوا ہے۔ (ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے ۱۹۹۹ء میں دوبارہ

شائع ہوا۔ وجاہت)

فلسفہ

(۲۸۱) مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید

اس کا ذکر نعمانی نے ”المصنفات الرضویہ“ کے صفحہ ۳۲ پر کیا ہے، اس کا قلمی نسخہ

دستیاب نہ ہو سکا۔ (یہ کتاب شائع شدہ ہے۔ اس کا عربی ترجمہ ۲۰۰۲ء میں مطبع دارالبیان،

للطبیع والنشر والتوزیع، قاہرہ، مصر سے شائع ہوا ہے۔ اس کے مترجمین مولانا محمد جلال رضا الازہری اور مولانا غلام محمد بٹ الازہری ہیں۔ (وجاہت)

موسوعات

(۲۸۲) استدراک علی کشف الظنون للحاج خلیفۃ؛

مولانا احمد رضا خاں ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے مختلف علوم و فنون پر کتابیں تصنیف فرمائیں اور بعض مختلف فنون کی بعض کتابوں پر حواشی، تعلیقات اور استدراکات لکھے۔

”کشف الظنون فی اسامی الکتب والفنون“ حاجی خلیفۃ کی مشہور کتاب ہے، جس میں انہوں نے دنیا میں جتنے مخطوطات و مطبوعات مختلف فنون پر پائے جاتے ہیں ان میں سے بعض کو مصنف نے مطالعہ بھی کیا ہے، ان کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔

مولانا موصوف نے اس پر ایک استدراک لکھا ہے، مسودہ کی شکل میں ۱۵۰ اوراق پر مشتمل مخطوطہ دستیاب ہوا ہے۔ اس میں ”کشف الظنون“ جلد اول کی بعض کتابوں یا مصنفین کے بارے میں مولانا نے اضافے کئے ہیں۔ ابتداء میں نعمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم کے بعد اصل کتاب کشف کے صفحہ ۳۶ پر ”الابانۃ“ کے بارے میں مولانا تحریر فرماتے ہیں ”الابانۃ عن اصول الدیانہ للامام ابی الحسن الاشعری وشرحها للامام القاضی الباقلائی“ اسی طرح ”کشف الظنون“ ص ۷۳ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: ”للحافظ ابی عمرو یوسف بن عبداللہ سماہ خالد وعنه ذکر الکافی فی فروع المالکیۃ“ یہی انداز کتاب اور مصنف کے بارے میں مولانا بریلوی کا رہا ہے مخطوطہ، ص ۵۰ پر ختم ہو جاتا ہے۔ آخری کتاب جس پر مولانا نے استدراک لکھا ہے وہ ”الوسیط فی فروع الحنفیۃ“ ہے۔

مخطوطہ فاضل بریلوی کے قلم سے لکھا ہوا ہے اور بہت صاف خوشخط میں ہے ہر صفحہ میں ۱۷-۱۸ سطریں ہیں خط نستعلیق میں لکھا گیا ہے۔

حوالہ جات

- (۱) مقدمہ ابن خلدون ص ۵۲۳.....۵۲۵
- (۲) محمود غزنوی کی بزم رفته ص ۱۱۶
- (۳) عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ ۱۱
- (۴) الجمعية، سنڈے ایڈیشن، ۲۷ شعبان ۱۹۷۵ء، ص: ۴.....۵
- (۵) تاریخ فیروز شاہی۔ ص ۱۱۰.....۱۱۱
- (۶) بدایونی ۱: ۵۳
- (۷) بدایونی - ۱: ۵۳
- (۸) عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، ص: ۱۵
- (۹) عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، ص: ۱۶
- (۱۰) عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، ص: ۱۷
- (۱۱) عربی ادبیات ص: ۱۷
- (۱۲) سکندر لودھی کے عہد میں شیخ عبداللہ اور شیخ عزیز اللہ ملتان سے وارد ہوئے اور علوم و فنون کی نشر و اشاعت کی۔ دیکھئے اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں ص ۱۰
- (۱۳) عربی ادبیات، ص: ۲۷
- (۱۴) اسلامی علوم و فنون، ص: ۱۰
- (۱۵) الجمعية، سنڈے ایڈیشن..... ۲۷ شعبان ۱۹۷۵ء، ص: ۴
- (۱۶) الطاف علی: حیات حافظ رحمت خاں، مطبوعہ نظامی پریس، بدایوں ۱۹۳۳ء، ص: ۲۷۴
- (۱۷) نجم الغنی خاں: اخبار الصنادید، جلد اول، مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۱۸ء، ص: ۵۰

- (۱۸) الطاف علی : حیات حافظہ رحمت خاں، ص: ۴۱
- (۱۹) اس کا قدیم نام پری چکر تھا، دیکھئے اتر پردیش ڈسک گزٹ، بریلی ۱۹۶۸ء، ص: ۲۶
- (۲۰) اس کو کنکھم نے پرگنہ سرولی (ضلع بریلی) میں رام نگر متعین کیا جو مراد آباد (شہر) سے چند میل فاصلہ پر واقع ہے اور آج بھی اسی نام سے مشہور ہے۔
- (۲۱) بریلی کا اتھاس، مطبوعہ محکمہ اطلاعات و رابطہ عامہ، بریلی
- (۲۲) بریلی گزٹ، ص ۱۳۵
- (۲۳) بریلی گزٹ، ص ۱۳۸.....۱۳۹
- (۲۴) بریلی، مراد آباد، سنبھل اور بدایوں کے اقطاع کو کھیڈ کہتے ہیں۔ جب کھیڈ یہ نامی ایک قوم سورج بنسیوں میں جو قنوج سے نکالی گئی تھی۔ ۱۰۰۴ء میں یہاں آکر آباد ہوئی، اس وقت سے اس کو کھیڈ کہا جانے لگا ملاحظہ ہو۔ اخبار الصنادید: ۵۰، حیات حافظہ رحمت خاں، ص: ۴۱
- (۲۵) بریلی کی وجہ تسمیہ میں مؤرخین کی جداگانہ رائے ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ من گھڑت ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ کثرت بانس کے باعث اس کا نام بریلی ہوا۔ دیکھئے بریلی گزٹ۔ ۱۵۱، دیکھئے ہندی و شوکوش، مطبوعہ بنارس ۱۹۹۷ء ص: ۱۹۷
- (۲۶) یہ قلعہ بریلی کے پچھتم میں واقع ہے، اس کے آثار آج بھی موجود ہیں راقم السطور نے ریسرچ کے دوران اس قلعے کے نشانات دیکھے ہیں۔
- (۲۷) کثرت آبادی کی بنا پر بریلی اب دو حصوں میں تقسیم ہے۔ (۱) پرانا شہر (۲) نیا شہر، یہ مسجد پرانا شہر بریلی کی جملہ مساجد میں منفرد ہے۔ راقم الحروف نے اس مسجد میں متعدد نمازیں ادا کی ہیں اس میں ایک کتبہ بھی ہے جس پر مسجد کا سن تعمیر ۹۸۷ھ کندہ ہے۔
- (۲۸) یہ قصبہ آج بھی اسی نام سے مشہور ہے۔
- (۲۹) بریلی گزٹ، ص ۱۵۳
- (۳۰) ایضاً

(۳۱) یہ شاہ عالم کا غلام تھا۔ اس نے عدم اولاد کے باعث اس کی اچھی طرح پرورش کی اور فن سپہ گرمی، نیزہ بازی اور فوجی تربیت میں طاق بنایا اور جملہ وراثت کا حق دار بنایا۔ دیکھئے تاریخ روہیل کھنڈ،

ص ۲۳، اخبار الصنادید ۱: ۸۴

(۳۲) تاریخ روہیل کھنڈ، ص ۹

(۳۳) حافظ رحمت خاں ۱۷۱۰ء میں قندھار میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق قندھار کے بڑھچ قبیلہ سے تھا۔ چند

برسوں کی عمر میں رسم بسم اللہ خوانی ہوئی اور بارہ برس کی مدت میں قرآن کریم حفظ فرمایا اور ۱۷۷۳ء میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ دیکھئے گلستان رحمت ص ۱۴۰

حیات حافظ رحمت خاں، ص ۵۴: تاریخ روہیل، ص ۳۳-۳۵، P.N 12، THE ROHILLAWAR،

(۳۴) رحمن علی، تذکرہ علماء ہند ص ۱۹۳

(۳۵) ایضاً

(۳۶) ایضاً

(۳۷) المیزان، سبئی ۱۹۷۶ء، امام احمد رضا نمبر، ص ۲:

(۳۸) حیات اعلیٰ حضرت ۱: ۲

(۳۹) روہ کوہستان کا وسیع سلسلہ ہے جس کی حد شرقی میں کشمیر کے پہاڑ ہیں اور حد غربی میں دریائے ایلمن جو

ہرات کے متصل ہے اور حد شمالی میں کوہ کشغر اور حد جنوبی میں بھکر اور بلوچستان ہے۔ کوہ سلیمان، قندھار، کابل،

پشاور، خیبر، باجوڑ، حسن ابدال، سب کا روہ میں شمار ہے۔ اس ملک کی زبان میں سنسکرت اور فارسی کے اکثر الفاظ ہیں

دیکھئے مفتی سید ولی اللہ: تاریخ فرخ آباد، (مخطوطہ) ۱۸۹/۵۵، آزاد لائبریری علیگڑھ۔ سلطان محمد شاہ نے ۱۷۴۲ء

میں راجہ یر بندر کو کھنڈ کے انتظام کے لئے روانہ کیا۔ راجہ پچاس ہزار فوج لیکر براہ سنہل مراد آباد میں داخل ہوا جب

نواب علی محمد خاں کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے حافظ الملک حافظ رحمت خاں، دوندے خاں، اور جاں باز سرداروں کے ساتھ

آنولہ سے کوچ کر کے دریائے ارل کے کنارے معرکہ آرا جنگ کی اور راجہ کو شکست دیکر شاہ آباد، مراد آباد، سنہل،

بریلی اور پہلی بھیت وغیرہ پر قبضہ کر لیا اس جنگ کے بعد روہیلوں کی تمام مقبوضہ جات کا مجموعی نام کھنڈ کے بجائے

روہیل کھنڈ پڑ گیا تفصیل کے لئے دیکھئے۔ حیات حافظ رحمت خاں، ص ۵۹، اخبار الصنادید ۱: ۱۴۰، بریلی کالج

میگزین ۱۹۸۵ء، ص ۲۸، اردن: تاریخ فرخ آباد ص ۱۲۸ (قلمی)

(۴۰) حیات اعلیٰ حضرت ۱: ۲، فقہ اسلام، ص ۱۱۵

- (۴۱) حیات اعلیٰ حضرت ۱: ۲.....۳
- (۴۲) سوانح اعلیٰ حضرت۔ ص: ۹۴
- (۴۳) تذکرہ علماء ہند، ص: ۱۹۳
- (۴۴) المیزان، امام احمد رضا نمبر، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۶ء، ص: ۳۹۰
- (ب) انوار رضا // مطبوعہ // ۱۹۷۷ء ص: ۴۲۱
- (ج) آئینہ رضویات، ص: ۱۶۱
- (۴۵) ماہنامہ قاری، امام احمد رضا نمبر، مطبوعہ دہلی، ۱۹۸۹ء ص: ۵۱۱
- (۴۶) ایضاً، ص: ۵۱۲
- (۴۷) تذکرہ علماء ہند، ص: ۱۹۳
- (۴۸) حدائق بخشش، ۳: ۸۲
- (۴۹) ایضاً،
- (۵۰) نزہۃ الخواطر ۷: ۵۰۹
- (۵۱) تذکرہ علمائے ہند۔ ص: ۵۳۰
- (۵۲) ان کتب کی فہرست کے لئے ان مآخذ کی طرف رجوع کریں۔
- (الف) تذکرہ علمائے ہند۔ ص: ۵۳۰، فقیہ اسلام، ص: ۱۱۷.....۱۱۸، الکلام الاوضح، ص: ۱
- (ب) حیات اعلیٰ حضرت ۱: ۷.....۸
- (۵۳) محمد نجم الغنی خاں : اخبار الصنادید ۱: ۲۹، مطبعہ نولکشور، لکھنؤ، ۱۹۱۸ء
- (۵۴) علامہ ظفر الدین بہاری : حیات اعلیٰ حضرت ۱: ۸
- (۵۵) ایضاً .
- (۵۶) احمد رضا خاں : حدائق بخشش ۱: ۱۳۲
- (۵۷) القرآن : سورۃ مجادلہ آیت ۲۲
- (۵۸) سوانح اعلیٰ حضرت۔ ص: ۹۵
- (۵۹) حدائق بخشش ۱: ۱۱۹

- (۶۰) تذکرہ علماء ہند، ص ۹۸
- (۶۱) حیات اعلیٰ حضرت ۱ : ۱۴
- (۶۲) ترجمان اہلسنت، شماره پنجم تا دہم، ص: ۹۰.....۹۴
- (۶۳) سوانح اعلیٰ حضرت، ص: ۱۱۹
- (۶۴) حیات اعلیٰ حضرت، ۱: ۲۴، سوانح اعلیٰ حضرت، ص ۱۱۴.....۱۱۷
- (۶۵) کتابی دنیا، جنوری ۱۹۶۷ء، کراچی، ص ۲۰ بحوالہ آئینہ رضویات
- (۶۶) حیات اعلیٰ حضرت ۱: ۴۱
- (۶۷) حدائق بخشش ۱:
- (۶۸) ہجوم، دہلی ۱۹۸۸ء امام احمد رضا نمبر، ص: ۱۴
- (۶۹) ایضاً
- (الف) خیابان رضا، ص ۱۴۰
- (۷۰) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان، ص ۱۲.....۱۴
- (۷۱) سوانح اعلیٰ حضرت، ص ۹۰
- (۷۲) نزہۃ الخواطر، ۸ : ۳۹
- (۷۳) شدت مزاج میں بہت محرکات کام کرتے ہیں، مثلاً نسبی تعلق، خاندانی رجحانات، خاندانی مخالفت، علمی، مالی اور منصبی مسابقت، ذاتی رنجش اور چیقلش، ماحول کے اثرات، مطالعہ و مشاہدہ، تحقیق و تدقیق، مختلف تحریکات کا عمل اور رد عمل، لسانی یا علاقائی عصبیت، مذہبی اور دینی عصبیت، خشیت و حبت الہی اور شارع اسلام سے محبت، دانست اسرار و معارف شریعہ میں کمالِ فہم و بصیرت، ملت اسلامیہ کا درد و سوز و غیرہ وغیرہ اور پھر محرکات کی مناسبت سے شدت کے مدارج اور کیفیت و نوعیت میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ دیکھئے فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ ص ۳۹
- (۷۴) الملقوناط ۳ : ۳۱۵
- (۷۵) جلال الدین سیوطی : الدار المنقشرہ، ص ۴۶
- (۷۶) حیات اعلیٰ حضرت ۱ : ۳۲

- (۷۷) الاجازات المتینہ لعلماء بکھ و المدینہ، ۱۳۲۲ھ، مطبوعہ بریلی، ص: ۱۵۶
- (۷۸) تذکرہ علمائے ہند، ص ۹۸
- (۷۹) المفلوظ ۲: ۱۱
- (۸۰) الاجازات المتینہ، ص ۱۷۳
- (۸۱) ایضاً ص: ۱۵۰
- (۸۲) ایضاً ص: ۱۵۴
- (۸۳) ایضاً ص: ۱۶۲
- (۸۴) ایضاً ص: ۱۵۶
- (۸۵) تجلیات امام احمد رضا، ص: ۲۸، حیات اعلیٰ حضرت ۱: ۱۲۴
- (۸۶) فاضل بریلوی کی اس تقریر کا خلاصہ قاضی عبدالوحید نے اپنی تالیف دربار حق و ہدایت، (مطبوعہ پٹنہ ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) میں شائع کر دیا تھا۔
- (۸۷) اکرام امام احمد رضا، ص: ۵
- (۸۸) رحمن علی : تذکرہ علماء ہند ص ۹۸.....۹۹
- (ب) محمد ادریس نگرانی: تطیب الاخوان بذکر علماء الزمان، (بہ تذکرہ علماء حال، ۱۳۶ھ/۱۸۹۵ء) مطبوعہ ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء ص ۱۰.....۱۱
- (ج) احمد رضا خان : النیرۃ الوضیہ ص: ۳
- (د) // کفل الفقیر الفاہم فی احکام قد طاس الدرہم (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶ء) ص: ۸، ۹
- (۸۹) عبدالحی : نزہۃ الخواطر ۸: ۳۸.....۳۹
- (۹۰) مجلہ امام احمد رضا ۱۹۸۹ء، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) ص: ۲۴
- (۹۱) محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص: ۸۷
- (۹۲) سوانح اعلیٰ حضرت ص ۳۸۴
- (۹۳) سورہ الدر: آیت ۱۵
- (۹۴) سوانح اعلیٰ حضرت ص ۳۸۷

- (۹۵) (۱) محمد عبدالحکیم شرف قادری: یاد اعلیٰ حضرت، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۰ء ص: ۹۰
- (ب) حسنین رضا خاں: سیرت اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ۱۹۸۶ء
- (۹۶) وصایا شریف ص ۱۶.....۱۷
- (ب) اقبال احمد: کرامت اعلیٰ حضرت، مطبوعہ بریلی
- (ج) مصطفیٰ رضا خاں: الملقوظ، حصہ دوم، مطبوعہ کراچی۔
- (۹۷) محمود احمد قادری: تذکرہ علمائے اہلسنت، مطبوعہ اسلام آباد۔ بھوانی پور۔ ص: ۲۲۳
- (۹۸) محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص ۸۲
- (۹۹) ماہنامہ حجاز جدید، دہلی، اپریل ۱۹۸۹ء، ص ۵۰.....۵۱
- (۱۰۰) معارف رضا ۱۹۸۷ء، ص ۱۹۸
- (۱۰۱) کفل الفقہ الفہم فی احکام قرطاس الدرہم، ۱۳۲۲ھ، ص: ۲۸۵-۲۸۶
- (۱۰۲) معارف رضا ۱۹۸۷ء، ص: ۱۹۷، مشائخ قادریہ ص: ۲۹۳
- (۱۰۳) ایضاً ص: ۳۰۳
- (۱۰۴) مشائخ قادریہ ص: ۵۰۰، فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص: ۸۲
- (۱۰۵) ایضاً ص: ۲۹۳، حاشیہ الاستمداد، ص: ۸۷.....۸۸، آئینہ رضویات، ص: ۲۷
- (۱۰۶) مفتاح التقویم، مطبوعہ ترقی اردو، دہلی، ص: ۲۷۱.....۲۷۳
- (۱۰۷) محمود احمد قادری۔ تذکرہ علمائے اہلسنت ص: ۲۲۳
- (۱۰۸) ماہنامہ قاری، دہلی، امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء، ص: ۵۱۳
- (۱۰۹) ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء، ص ۲۲
- (۱۱۰) ماہنامہ قاری، امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء، ص ۵۱۵..... تا..... ۵۱۷
- (۱۱۱) عبد الوحید بیگ: حیات مفتی اعظم، ص ۹
- (الف) حسن رضا خاں: فقیہ اسلام، ص ۲۳۶.....۲۳۷
- (۱۱۲) (الف) ظفر الدین بہاری: حیات اعلیٰ حضرت، ۳۲:۱، ۳۳، ۳۵
- (ب) احمد رضا خاں: الاجازات المتینہ لعلماء بکہ و المدینہ، ص: ۱۳۸

- (۱۱۳) پروفیسر مجید اللہ قادری نے اپنی تحقیق سے یہ تعداد ۷۰ سے زیادہ ثابت کی ہے، دیکھئے
معارف رضا (کراچی) ۱۹۸۹ء، ص: ۸
- (۱۱۴) ماہنامہ حجاز، (دہلی)، ۱۳۰۹ھ/۱۹۸۸ء، ص ۶۱
- (۱۱۵) حیات اعلیٰ حضرت، ۳۲:۱
- (۱۱۶) ماہنامہ حجاز، ۱۹۸۸ء ص ۶۲
- (۱۱۷) نزہۃ الخواطر ۲۶۶:۸
- (۱۱۸) حیات اعلیٰ حضرت ۳۲:۱
- (۱۱۹) رحمن علی، تذکرہ علمائے ہند، ص: ۳۰۷۔
- مزید حیات و خدمت کے لئے دیکھئے تذکرہ کاملان رامپور، ص: ۲۲۹
- ابجد العلوم، ص: ۹۲۷۔ تذکرہ علمائے اہلسنت، ص: ۱۱۳
- (۱۲۰) فقیہ اسلام، ص: ۱۴۷
- (۱۲۱) نزہۃ الخواطر ۹:۸
- (۱۲۲) حیات اعلیٰ حضرت ۳۵:۱
- (۱۲۳) نزہۃ الخواطر ۹:۸
- (۱۲۴) اسناد، ص ۶۲ تا ۶۷
- (۱۲۵) تذکرہ علمائے ہند، ص: ۹۹
- (۱۲۶) فقیہ اسلام، ص: ۱۴۷.....۱۴۸
- (۱۲۷) تجلیات امام احمد رضا، ۱۹۸۰ء ص: ۳۷.....۳۸
- (۱۲۸) حلیۃ البشر ۱: ۱۸۱
- (۱۲۹) فقیہ اسلام، ص ۱۴۷.....۱۴۸
- (۱۳۰) تذکرہ علمائے ہند، ص ۹۸.....۹۹
- (ب) نزہۃ الخواطر ۸: ۳۸
- (۱۳۱) حلیۃ البشر ۱: ۱۸۲.....۱۸۳.....۱۸۸

- (ب) نزہۃ الخواطر ۲۸:۸
- (ج) دائرۃ المعارف الاسلامیہ ۶۹:۹
- (د) ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام ۱۸۱: ۱۸۲
- (ر) معجم الموفقیین، ۲۳۹: ۵-۲۳۰
- (۱۳۲) تذکرہ علمائے اہلسنت، ص: ۲۲
- (ب) فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص: ۶۷
- (ج) تذکرہ علمائے ہند، ص: ۹۸
- (۱۳۳) ماہنامہ قاری، امام احمد رضا نمبر، اپریل ۱۹۸۹ء، ص: ۲۳
- (۱۳۳) تذکرہ علمائے ہند، ص: ۹۸-۹۹
- (۱۳۵) النیرۃ الرضیہ فی شرح الجوہرۃ المظیۃ ۱۳۹۵ھ، مطبوعہ مبارکپور (اعظم ٹرڈ) ۱۳۰۹ھ/۱۹۸۸ء
- (نوٹ: امام احمد رضا کے یہ تخلیقات و جواش ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء میں مطبع انوار احمدی، لکھنؤ سے طبع ہوئے۔
- (۱۳۶) حامد رضا، الاجازات العتینہ ص: ۲۱۳
- (۱۳۷) عمر رضا کمال: معجم الموفقیین۔ جلد پنجم، مطبوعہ مطبع الترقی (دمش) (۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء) ص: ۱۳۶-۱۵۰
- (ب) اسمعیل باشا: ایضاح المحکون فی ذیل علی کشف التنبؤ من اسامی الکتب و التنبؤ جلد دوم، مطبوعہ مطبعہ البحریہ، (۱۳۶۶ھ/۱۹۴۷ء) ص: ۷۳
- (ج) اسمعیل باشا: ہدیۃ العارفین اسماء الموفقیین و آثار المصنفین، جلد اول، مطبوعہ استنبول، ص: ۵۵۸
- (د) حامد رضا خان: الاجازات العتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ ۱۳۲۳ھ، النسخۃ الاولی مشمول رسائل رضویہ جلد دوم، مطبوعہ لاہور، (۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء) ص: ۳۰۵
- (۱۳۸) الاجازات العتینہ، ص: ۱۶۵-۱۶۶
- (۱۳۹) ایضاً ص: ۱۷۱
- (۱۴۰) ایضاً ص: ۱۶۷-۱۶۸
- (۱۴۱) تذکرہ علمائے ہند، ص: ۹۸، نزہۃ الخواطر ۲۸:۸

- (۱۳۲) تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۶
- (۱۳۳) چودھویں صدی کے مجدد، معارف رضا ۱۹۸۹ء (کراچی) ص: ۵۷
- (۱۳۴) حیات اعلیٰ حضرت۔ جلد اول ص: ۱۷۲
- (۱۳۵) اکرام امام احمد رضا۔ ص: ۳۲
- (۱۳۶) ایضاً ص: ۳۱
- (۱۳۷) تذکرہ علمائے اہلسنت، ص: ۱۷۶.....۱۷۷
- (۱۳۸) رضی حیدر : تذکرہ محدث سورتی۔ ص: ۲۷۵
- (۱۳۹) ایضاً۔ ص: ۲۷۶
- (۱۵۰) ظفر الدین : حیات اعلیٰ حضرت: ۱ مطبوعہ کراچی، ص ز
- (۱۵۱) ماہنامہ اشرفیہ (مبارکپور اعظم گڑھ)، جولائی ۱۹۷۷ء، ص: ۲۱
- (۱۵۲) تذکرہ علمائے اہلسنت، ص: ۱۱۲
- (۱۵۳) فقیہ اسلام، ص ۲۳۳.....۲۳۴.....۲۳۵
- (الف) معارف رضا ۱۹۸۹ء، کراچی، ص ۲۳۲.....۲۳۳
- (ج) تذکرہ محدث سورتی، ۲۷۷
- (۱۵۴) اکابر تحریک پاکستان ۱: ۲۰۸
- (۱۵۵) خطبہ صدارت، محدث اعظم ہند، ۱۳۷۹ء، ماہ نامہ المیزان (بمبئی)، امام احمد رضا نمبر، ص ۲۳۳
- (۱۵۶) ماہنامہ پاسبان (الہ آباد)، مئی/جون ۱۹۶۲ء، ص: ۲۳
- (۱۵۷) اکابر تحریک پاکستان ۱: ۲۰۹
- (۱۵۸) تذکرہ علماء اہلسنت، ص: ۳۳۶، فقیہ اسلام ص ۲۵۰
- (۱۵۹) محمد صادق قصوری : اکابر تحریک پاکستان، جلد اول، ص ۲۱۲
- (الف) محمود احمد : تذکرہ علماء اہلسنت، ص ۳۰
- (ب) ایضاً
- (ج) محمود احمد : تذکرہ علمائے اہلسنت، ص: ۷۸

- (د) محمد مسعود احمد : آئینہ رضویات، ص: ۲۸
- (ذ) حیات اعلیٰ حضرت : مطبع اول، ص: ۱۷۲
- (ر) محمود احمد : تذکرہ علمائے اہلسنت، ص: ۱۷۳/۱۷۲
- (ز) محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علماء و حجاز کی نظر میں، ص: ۸۵
- (س) احمد رضا خاں : سند اجازت بنام حافظ عبدالکریم (قلمی)، ص: ۱.....۲
- (ش) محمود احمد : تذکرہ علماء اہلسنت، ص: ۱۸۳
- (ص) محمد برہان الحق : اکرام امام احمد رضا، ص: ۳۰.....۳۱.....۳۲
- (ض) ظفر الدین : حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص: ۱۵۹
- (۱۶۰) محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص: ۸۵
- (۱۶۱) عبدالجبتی رضوی : مشائخ قادریہ، ص: ۲۸۳.....۲۸۳ ۵۰۱
- (۱۶۲) قمر الزماں : مفتی اعظم ہند، ص: ۳۰ تا ۳۰
- (۱۶۳) ظفر الدین : حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص: ۱۵۹
- (۱۶۴) محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص: ۸۵
- (۱۶۵) ظفر الدین بہاری : حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص: ۱۵۹
- (۱۶۶) احمد رضا خاں : کفل الفقیہ، ص: ۳
- (ب) // : الدولة المکیة بالمادة الغیبیة
- (۱۶۷) // : الاجازات المکتبہ لعلماء بکہ والمدینہ، ص: ۹۶
- (۱۶۸) ایضاً، ص: ۱۱۶
- (۱۶۹) ایضاً، ص: ۱۲۶.....۱۲۷.....۱۲۸
- (۱۷۰) ایضاً، ص: ۱۰۲
- (۱۷۱) ایضاً، ص: ۱۰۳.....۱۰۶.....۱۰۸.....۱۱۲.....۱۱۳

(نوٹ: فاضل بریلوی کے فرزند اکبر مولانا حامد رضا خاں نے والد ماجد کی جملہ سندت، اجازات و مکتوب علمائے حریم کو مرتب کر دیا ہے یہ مجموعہ سوانحی حیثیت سے فقید المثل ہے، اور مطبوعہ صورت میں دستیاب ہے)

- (۱۷۲) اس سند کا اصل نسخہ مولانا سید ہادی میاں (بیت النور، درگاہ معلیٰ اجمیر) کے پاس موجود ہے اور اس کا عکس راقم الحروف کو مخدوم گرامی نے ارسال فرمایا، میں ان کا تہہ دل سے ممنون ہوں۔
- (۱۷۳) میں نے ریسرچ کے دوران مولانا عبدالکریم بریلوی کے پوتوں سے مراسلت کی تو انہوں نے امام احمد رضا کے دست مبارک سے تحریر شدہ سند ارسال فرمائی، میں ان کا بے حد مشکور ہوں۔
- (۱۷۴) اکرام امام احمد رضا، ص: ۲۳
- (۱۷۵) ایضاً ص: ۶۹
- (۱۷۶) محمود احمد : تذکرہ علماء اہلسنت ص: ۱۰۰
- (۱۷۷) ماہنامہ معارف اعظم گڑھ۔ جون ۱۹۳۹ء، شذرات ص: ۲۰۳
- (۱۷۸) محمود احمد : تذکرہ علماء اہلسنت، ص: ۱۰۰
- (۱۷۹) رشید احمد صدیقی : میری آشفٹہ بیانی، ص: ۱۳۳.....۱۳۴
- (۱۸۰) معارف رضا (کراچی) ۱۹۸۷ء ص: ۱۸۳، ماہنامہ حجاز جدید، دہلی اکتوبر ۱۹۸۸ء ص: ۵۵
- (۱۸۱) رشید احمد صدیقی : گنجائے گرانمایہ، ص: ۳۲
- (الف) ایضاً : میری آشفٹہ بیانی، ص: ۱۲۳
- (۱۸۲) احمد رضا خاں : المحجة المؤتمنه فی آية الممتحنة ۱۳۳۹ھ
- (ب) ایضاً : انفس الفکر فی قربان البقر (۱۲۸۹ھ/۱۸۸۰ء)
- (ج) ایضاً : الطاری الداری لہفوات عبدالباری (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء)
- (د) ایضاً : اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالسلام (۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء)
- (ر) ایضاً : دوام العیش فی الائمہ من قریش (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)
- (س) ایضاً : تدبیر فلاح و نجات و اصلاح (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء)
- (۱۸۳) رشید احمد صدیقی : گنجائے گرانمایہ، ص: ۲۵
- (۱۸۴) عبدالشاہد خاں : باغی ہندوستان، ص: ۴۰۱
- (ب) عبدالقدوس : تقویم تاریخ، ص: ۳۴۰
- (۱۸۵) معارف رضا کراچی، ۱۹۸۷ء ص: ۱۸۱

- (۱۸۶) محمد مسعود احمد : تحریک آزادی ہند اور السواد الا عظم
- (۱۸۷) حسن رضا خاں : فقیہ اسلام، ص: ۲۷۵
- (۱۸۸) محمود احمد : تذکرہ علمائے اہلسنت، ص: ۲۵۳
- (۱۸۹) (الف) ماہنامہ ضیاء حرم (لاہور)، جنوری ۱۹۴۷ء ص: ۶۵.....۶۶
- (ب) محمد صادق قصوری : اکابر تحریک پاکستان ۱: ۲۶۷
- (۱۹۰) ایضاً : ایضاً ۱: ۲۶۶
- (۱۹۱) حیات صدر الافاضل مطبوعہ لاہور ص: ۱۷۳
- (۱۹۲) محمد مسعود احمد : تحریک آزادی ہند اور السواد الا عظم
- (۱۹۳) ایضاً : ماہنامہ حجاز جدید، جنوری ۱۹۹۰ء ص: ۴۹
- (۱۹۴) ان کتب کے لئے درج ذیل ماخذ کی طرف رجوع کریں۔
- (الف) محمد صادق قصوری : اکابر تحریک پاکستان ۱: ۲۷۳.....۲۷۴
- (ب) ماہنامہ حجاز جدید (دہلی)، جنوری ۱۹۹۰ء، ص: ۵۰
- (۱۹۵) محمود احمد : تذکرہ علمائے اہلسنت، ص: ۵۲
- (۱۹۶) عبدالشاهد خاں : باغی ہندوستان، ص: ۳۸۷
- (۱۹۷) ایضاً : ایضاً، ص: ۳۸۸
- (۱۹۸) حسن رضا خاں : فقیہ اسلام، ص: ۲۶۹
- (۱۹۹) ماہنامہ پاسبان (الہ آباد) احمد رضا نمبر، مارچ ۱۹۶۲ء ص: ۶۵
- (۲۰۰) محمد مصطفیٰ رضا خاں : المملووظ ۱: ۹۳
- (۲۰۱) عبدالشاهد خاں : باغی ہندوستان مطبوعہ: جنوری ۱۹۴۷ء ص: ۳۳۷
- (۲۰۲) محمود احمد : تذکرہ علمائے اہلسنت، ص: ۵۳
- (۲۰۳) معارف، اعظم گڑھ، فروری ۱۹۲۶ء، ص: ۲
- (۲۰۴) باغی ہندوستان، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۸ء ص: ۳۴۰
- (ب) آئینہ رضویات، ص: ۲۲۸

(۲۰۵) صدر الشریعہ، دائرہ المعارف الامجدیہ، اعظم گڑھ، ص: ۱۰

(۲۰۶) فقہ اسلامی اور بہار شریعت۔ ماہنامہ حجاز جدید، (دہلی)، جنوری ۱۹۹۰ء، ص: ۵۱ تا ۵۹

(۲۰۷) احمد رضا خان : الاجازة الرضویہ لمبجل مكة البهية (۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء) ص ۲۱ تا ۲۲

(الف) پروفیسر محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص: ۸۳.....۸۴

(ب) حامد رضا خان : الاجازة المتینہ لعلماء بکھ و المدینہ (۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء)، ص: ۹۸...۱۰۰

(ج) ایضاً ص: ۲۱۴.....۲۳۰

(۲۰۸) عمر رضا کمالہ : معجم المؤلفین۔ جلد پنجم، ص: ۱۳۹..... ۱۵۰

(ب) اسماعیل باشا : ہدیۃ العارفین اسماء المؤلفین واثار المصنفین، جداول، ص: ۶۰۵

(ج) ایضاً : ایضاح المکتون۔ جداول، ص: ۳۱۴

(۲۰۹) حامد رضا خان : الاجازات المتینہ لعلماء بکھ و المدینہ، (۱۳۲۲ھ.....۱۹۰۵ء)، ص: ۱۰۳

(۲۱۰) محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص: ۸۳.....۸۴

(ب) ایضاً : آئینہ رضویات، ص ۲۷.....۲۸

(۲۱۱) تذکرہ علماء اہلسنت، ص: ۳۰

(الف) ایضاً، ص: ۳۲

(ب) نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم، ص: ۴۱.....۴۲

(ج) پروفیسر محمد مسعود احمد : آئینہ رضویات، ص ۲۸

(ح) پروفیسر محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص: ۸۴

(خ) عبدالشاہد خان : باغی ہندوستان، ص: ۳۸۷

(د) عبد المجتبیٰ : مشائخ قادریہ، ص: ۲۸۳ تا ۵۰۱

(ذ) محمد مسعود احمد : آئینہ رضویات، ص: ۲۲۲

(ر) ایضاً : ایضاً، ص: ۲۸

(ز) احسان الہی : البریلویہ۔ عقائد و تاریخ، ص: ۵۲.....۵۳

(س) ڈاکٹر عبدالباری : فکر و نظر، ۱۹۹۰ء، علی گڑھ

- (ش) حسن رضا خاں : فقیہ اسلام، ص: ۲۵۹
- (ص) سالنامہ : ظفر الدین بہاری۔ معارف رضا ۱۹۸۹ء، ص: ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۸، ۲۳۰، ۲۳۳ تا ۲۳۴
- (ض) محمود احمد : تذکرہ علمائے اہلسنت، ص: ۱۶۸.....۱۶۹
- (ط) محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان۔ حصہ اول، ص: ۱۳۱ تا ۱۳۵
- (ظ) محمد برہان الحق : اکرام امام احمد رضا، ص: ۳۰ تا ۳۲
- (ع) محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص: ۸۵
- (غ) محمود احمد : تذکرہ علمائے اہلسنت، ص: ۱۵۳.....۱۵۴
- (ف) محمد مسعود احمد : آئینہ رضویات، ص: ۲۲۸
- (ق) محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص: ۸۵
- (ک) محمود احمد : تذکرہ علمائے اہلسنت، ص: ۱۸۵
- (گ) ایضاً : ایضاً
- (ل) ایضاً : ایضاً
- (م) ایضاً : ایضاً، ص: ۱۹۶.....۱۹۷
- (ن) ایضاً : ایضاً، ص: ۲۲۵.....۲۲۶
- (و) محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں۔ ص: ۸۴، آئینہ رضویات۔ ص: ۲۲۰
- (لا) حوالہ مذکور تذکرہ علمائے اہلسنت، ص: ۳۲۳.....۳۲۴
- (ء) مفتی اعظم ہند۔ مطبوعہ بمبئی، (۱۴۰۱ھ)، ص: ۳۲ تا ۳۳
- (ھ) سعید احمد : موج صبا۔ مطبوعہ لاہور، ص: ۲.....۵
- (ی) محمد مسعود احمد : تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم۔ ص: ۵، آئینہ رضویات۔ ص: ۲۲۰
- (۲۱۲) عبدالحی : نزہۃ الخواطر، ۸ : ص: ۳۱.....۳۲
- (الف) ایضاً، ص: ۳۳.....۳۴
- (ب) ایضاً، ص: ۳۶۶.....۳۶۸.....۳۶۹
- (ج) ایضاً، ص: ۲۲۲ تا ۲۲۳

- (د) ایضاً، ص: ۱۸۷.....۱۸۸ تا ۱۹۵
- (ر) رحمن علی : تذکرہ علمائے ہند ص: ۳۶۵.....۳۶۶ تا ۳۶۸
- (ج) عبدالحی : نزہۃ الخواطر ۸: ۱۳۸.....۱۳۹ تا ۱۵۲
- (ص) محمود احمد : تذکرہ علمائے اہلسنت ص: ۱۲۵ تا ۱۲۷
- (ض) رحمن علی : تذکرہ علمائے ہند ص: ۲۹۳..... ۲۹۴
- (ھ) محمود احمد : تذکرہ علمائے اہلسنت ص: ۲۳۰.....۲۳۱
- (۲۱۳) نزہۃ الخواطر : ۸: ۴۱
- (۲۱۴) ڈاکٹر عابد احمد علی: تحریر محررہ کیم اگست ۱۹۶۸ء، (شریک مجلس اقبال)، بحوالہ آئینہ رضویات: ۸۲
- (۲۱۵) الاجازات الممتینہ، ص: ۲۴۲
- (۲۱۶) اکرام احمد رضا، ص: ۵۹.....۶۰
- (۲۱۷) احمد علی خاں : تذکرہ کاملان رامپور، مطبوعہ دہلی، ۱۹۸۶ء، ص: ۳۰
- (۲۱۸) ایضاً، ص: ۳۰
- (۲۱۹) حامد علی خاں : معارف عنایہ، ص ۱۱۵
- (۲۲۰) ایضاً، ص: ۱۱۳، ۱۱۱، ۱۱۶
- (۲۲۱) ایضاً، ص: ۱۳
- (۲۲۲) اس کو دارالاشاعت کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ یہ مدرسہ ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء میں قائم ہوا اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ مدرسہ ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۷ء میں مولانا ارشاد حسین نے قائم کیا۔ دیکھئے دبذبہ سکندری، (رامپور) مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۴۰ء، ص: ۳۰، معارف (اعظم گڑھ)، جولائی ۱۹۸۹ء، ص: ۶۲
- (۲۲۳) حیات اعلیٰ حضرت ا: ۱۳۲.....۱۳۵، ماہنامہ فیض الرسول (براؤں)، نومبر ۱۹۸۵ء، ص: ۱۶
- (۲۲۴) التعلیق الجلی، ص: ۱۷۵
- (۲۲۵) العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، ۷: ۱۶۱
- (۲۲۶) نزہۃ الخواطر: ۸: ۵۰
- (۲۲۷) یہ ترجمہ رضا لاہوری رامپور میں محفوظ ہے

- (ب) امتیاز علی عرشی: مخطوطات اردو ۱۲۹:۱
- (۲۲۸) عبدالحی : نزہۃ الخواطر ۸ : ۴۹..... ۵۰
- (۲۲۹) ایضاً، ۸ : ۲۲۲
- (۲۳۰) ایضاً، ص: ۲۲۳
- (۲۳۱) رحمن علی : تذکرہ علمائے ہند، ص: ۲۸۰
- (۲۳۲) عبدالحی : نزہۃ الخواطر، ۸ : ۲۲۳
- (۱) ظفر الدین : حیات اعلیٰ حضرت، ۱ : ۱۳۶
- (۲۳۳) عبدالحی : نزہۃ الخواطر، ۸ : ۲۳۳
- (۲۳۴) ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، ۱ : ۱۸۱..... ۱۸۲
- (۲۳۵) غلام مرسلین : مولانا عبدالحی، ص: ۴۱
- (۲۳۶) صدیق حسین : ابجد العلوم، ص: ۹۲۹
- (۲۳۷) عمر رضا : معجم الموفین ۷ : ۵۸
- (۲۳۸) ایضاً ۱۰ : ۲۲۷
- (۲۳۹) رحمن علی : تذکرہ علمائے ہند، ص: ۲۸۹
- (ب) عبدالحی : نزہۃ الخواطر، ۸ : ۲۳۷..... ۲۳۸ تا ۱۸۴
- (ج) غلام مرسلین : مولانا عبدالحی، ص: ۱۳۸ تا ۱۴۰
- (۲۴۰) عبدالحی : نزہۃ الخواطر و بھیجۃ المسامع والنواظر، ۸ : ۲۶۵..... ۲۶۶
- (۲۴۱) سورت، ہندوستان کے صوبہ گجرات کا ایک مشہور شہر ہے۔ ۱۱۹۴ء میں سلطان قطب الدین ایبک نے اس شہر کو فتح کیا، یہ شہر کس نے قائم کیا اس کا کچھ علم نہیں البتہ مورخین نے اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ یہ بہت قدیم شہر ہے اور اس کا قدیم نام سورج پور یا تھا جو بعد میں تبدیل ہو کر سورت ہو گیا۔ دیکھئے تذکرہ محدث سورتی۔ ص: ۲۹
- (۲۴۲) یہ مدرسہ حسین بخش نامی پنجابی سوداگر نے تعمیر کرا کر وقف کیا۔ یہ مدرسہ ۱۸۵۷ء کے بعد ممتاز مدارس میں شمار کیا گیا مدرسہ کے طاق پر ”دارالہدی والوعظ“ کندہ ہے اس سے ﴿۱۲۶۸ھ﴾ کا استخراج ہوتا ہے۔
- آثارالصنادید حوالہ مذکورہ

- (۲۴۳) یہ قصبہ اناؤ کے ضلع میں واقع ہے۔ اس کو مراد جمشید خاں نے آباد کیا تھا۔ حاکم کے نام پر اس قصبہ کا نام مراد آباد ہوا اور گنج ایک گاؤں اس کے قریب تھا اس وجہ سے گنج مراد آباد کے نام سے مشہور ہوا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے تذکرہ محدث سورتی۔ ص: ۲۵۹
- (۲۴۴) حوالہ مذکورہ
- (۲۴۵) یہ ترائی علاقہ کا ایک خوشنما شہر ہے۔ اسے حافظ الملک حافظ رحمت خاں نے ۱۷۶۲ء میں آباد کیا۔
- (۲۴۶) حافظ رحمت خاں (والی روہیل کھنڈ) نے اس شہر پر قبضہ کے بعد اپنے نام پر یہ مدرسہ قائم کیا۔
- (۲۴۷) تذکرہ محدث سورتی، ص: ۳۲۱
- (۲۴۸) حیات اعلیٰ حضرت، ۱: ۶۳.....۶۴
- (۲۴۹) عطاء المصطفیٰ: امام احمد رضا کی فقہی بصیرت۔ معارف رضا ۱۹۸۸ء ص: ۹۲
- (۲۵۰) حیات اعلیٰ حضرت، ۱: ۶۵
- (۲۵۱) ایضاً، ص: ۶۳
- (۲۵۲) یہ جلیل القدر حاشیہ رضا لائبریری میں محفوظ ہے۔ راقم الحروف نے ریسرچ کے دوران متعدد بار دیکھا ہے۔
- (۲۵۳) مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کی لائبریری میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔ یہ مطبع نظامی سے بھی طبع ہو چکا ہے۔
- (۲۵۴/۲۵۵) یہ دونوں شرحیں مولانا وقار الدین صاحب پہلی بھتی (صدر مدرس مدرسہ امجدیہ۔ کراچی) کے پاس موجود ہیں۔
- (۲۵۶) ان کتب کی فہرست کے لئے دیکھئے تذکرہ محدث سورتی ص: ۳۲۳.....۳۶۳
- (۲۵۷) غلام رسول: ضیاء کنز الایمان مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء ص: ۱
- (۲۵۸) مولانا نور الدین نظامی (پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور) نے کنز الایمان کا ترجمہ ہندی مع تفسیر صدر الافاضل مکمل کر لیا ہے۔ یہ ترجمہ تفسیر ڈیڑھ ہزار (۱۵۰۰) صفحات پر مشتمل ہے اور مطبوعہ صورت میں دستیاب ہے۔
- (۲۵۹) اس کا انگریزی میں ترجمہ پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب نے کیا۔ ۱۹۸۸ء میں پہلی مرتبہ کراچی سے مکتبہ رضویہ نے طبع کیا اس سے قبل کنز الایمان کا ترجمہ پروفیسر اختر حنیف فاطمی صاحب (بار۔ ایٹ۔ لا) انگریزی میں ترجمہ کر چکے ہیں۔ موصوف لندن یونیورسٹی میں پروفیسر تھے۔ یہ ترجمہ

- پہلی مرتبہ رضا اکیڈمی، پورٹ لوئس، انگلستان سے شائع ہوا اس کے بعد قرآن کمپنی لاہور نے شائع کیا۔
(۲۶۰) اس کا ایک سندھی ترجمہ مفتی محمد رحیم صاحب، شیخ الحدیث جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ، سندھ نے مکمل کیا اور یہ ترجمہ ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔ مجلہ امام احمد رضا ۱۹۸۹ء ص: ۷۶
- (۲۶۱) اس کا ڈچ ترجمہ پروفیسر غلام رسول قادری (ہالینڈ) نے مکمل کیا، ۱۹۸۹ء میں دہلی سے شائع ہوا۔
- (۲۶۲) حیاتِ اعلیٰ حضرت ۱: ۹۷
- (۲۶۳) رحمن علی : تذکرہ علمائے ہند، ص: ۱۰۰
- (۲۶۴) ظفر الدین : حیاتِ اعلیٰ حضرت ۱: ۳۸
- (۲۶۵) ایضاً، ۱: ۳۹
- (۲۶۶) احمد رضا خاں : الفیوضات المکیہ لکھب الدولۃ المکیہ (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)، مطبوعہ کراچی، ص: ۳
- (۲۶۷) نزہۃ الخواطر : ۸
- (۲۶۸) محمد عبد الحکیم : سوانح سراج النہباء، ص ۲۳.....۲۴
- (ب) المیزان، امام احمد رضا نمبر، (بمبئی) شمارہ مارچ ۱۹۷۶ء ص: ۱۸۵.....۱۸۶
- (ج) محمد مسعود احمد : فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص: ۱۹
- (۲۶۹) عبدالحی : نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم، ص ۴۱
- (۲۷۰) احمد رضا خاں : العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۴ء)، جلد دوم
- (۲۷۱) احمد رضا خاں : جلد الممتار علی رد المحتار، جلد اول
- (۲۷۲) احمد رضا خاں : العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، جلد دوم
- (ب) ماہنامہ حجاز جدید (دہلی)۔ امام اہلسنت نمبر، ستمبر اکتوبر ۱۹۸۹ء، ص ۳۰ تا ۳۹
- (۲۷۳) احمد رضا خاں : العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، جلد اول، مطبوعہ لائل پور۔ ص: ۴۵۶
- (۲۷۴) ایضاً : ص ۳۵۰.....۴۷۲.....۵۴۳
- (۲۷۵) ایضاً : ص ۶۱۱.....۶۵۹
- (۲۷۶) ایضاً : ص ۵۸۶.....۸۵۰
- (۲۷۷) سریع تحریر کے بارے میں مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں کہ فاضل بریلوی لکھتے جاتے اور چار آدمی

- اس کو نقل کرتے جاتے۔ یہ چاروں نقل نہ کر پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا۔ دیکھئے حیات اعلیٰ حضرت ۱: ۹۴
- (۲۷۸) احمد رضا خاں : فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم، ص: ۱۴۹
- (۲۷۹) ایضاً : ایضاً جلد اول ص: ۳۲۱ تا ۳۳۰ تا ۳۴۱ تا ۳۴۲ تا ۳۹۹ تا ۴۸۲
- (۲۸۰) احمد رضا خاں : الاجازات المتینہ لعلماء بک و المدینہ، (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)، ص: ۱۰۶
- (۲۸۱) محمد یسین اختر : امام احمد رضا رباب علم و دانش کی نظر میں۔ مطبوعہ آلہ آباد، (۱۹۷۷ء)، ص: ۱۹۴
- (ب) محمد مسعود احمد : آئینہ رضویات، ص: ۸۵
- (۲۸۲) ماہنامہ المیزان (بمبئی)، امام احمد رضا نمبر، (۱۹۷۶ء)، ص: ۱۱۶
- (۲۸۳) ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ۔ ستمبر ۱۹۶۲ء، بحوالہ ہجوم ہفت روزہ، جلد: ۱۰، شمارہ: ۴۷
- ماہنامہ المیزان (بمبئی)، امام احمد رضا نمبر۔ ص: ۸
- (۲۸۴) عبدالحی : نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم، ص: ۴۱
- (۲۸۵) خیابان رضا، مطبوعہ لاہور، ص: ۹۴
- (۲۸۶) ہفت روزہ اُفق کراچی، ۲۸ جنوری ۱۹۷۹ء، بحوالہ ہجوم، ص: ۸
- (۲۸۷) صوت الشرق، قاہرہ، شمارہ فروری ۱۹۷۰ء، ص: ۱۶
- (۲۸۸) معارف رضا، کراچی: ۱۹۸۷ء، ص: ۶۸ تا ۶۷۔ ہجوم، ص: ۹
- (۲۸۹) پروفیسر محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں، ص: ۱۵۱
- (۲۹۰) احمد رضا خاں : حسام الحرمین علی منخر الکفر والین، مطبوعہ لاہور، ص: ۱۷۰
- (۲۹۱) حامد رضا خاں : الاجازات المتینہ لعلماء بک و المدینہ، (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)، ص: ۱۰۶
- (۲۹۲) محبت اللہ بہاری : مسلم الثبوت، مطبع نولکشور (لکھنؤ)، ص: ۶۶
- (۲۹۳) عبد اللہ بن مسعود : التوضیح، مطبع رحمیہ (دیوبند)، ص: ۳۰
- (۲۹۵) احمد رضا خاں : العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۴ء)
- جلد اول، مطبوعہ اہلسنت (بریلی)، ص: ۱۷۵
- (۲۹۶) عبدالمبین نعمانی : المصنفات الرضویہ (قلمی)، ص: ۲۱
- (۲۹۷) ایضاً، ص: ۲۱

- (۲۹۸) احمد رضا خاں : العطا یا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، (۱۳۲۲ھ/۱۹۰۲ء)، جلد پنجم،
سنی دارالاشاعت مبارکپور، اعظم گڑھ، ص: ۱۷۰..... ۳۸۱
- (۲۹۹) بدرالدین : سوانح اعلیٰ حضرت، ص: ۳۹۵
- (۳۰۰) ایضاً
- (۳۰۱) یہ حاشیہ مدرسہ اہلسنت (پٹنہ) میں داخل نصاب تھا۔ دیکھئے: ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) جلد: ۶- شمارہ: ۸
- (۳۰۲) احمد رضا خاں : الکلمۃ الملمحہ، مطبوعہ دہلی، ۱۹۷۲ء، ص ۶
- (۳۰۳) ظفرالدین : المجمع المعداد لتالیفات المجدد۔ معارف رضا۔
شمارہ نمبر، ۱۳۱۰ھ/۱۹۸۹ء، کراچی۔ ص: ۷۹-۸۳
- (۳۰۴) حیات امام اہلسنت، ص: ۴۳
الکلمۃ الملمحہ، ص: ۶
- (۳۰۵) حکیم محمد سعید : امام احمد رضا کی طبی بصیرت۔ معارف رضا (کراچی) (۱۹۸۹ء) ص: ۱۰۰
- (۳۰۶) ابرار حسین : مکتوب بنام پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب
مکتوبہ ۱۹۸۰ء، بحوالہ معارف رضا ۱۹۸۶ء، ص ۶۰
- (۳۰۷) احمد رضا خاں : حاشیہ رسالہ لوگارثم ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء، قلمی، ص: ۲۲
مخزونہ مولانا سبحان رضا خاں، مہتمم مدرسہ منظر اسلام بریلی، وسجادہ نشین
خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی (بھارت)
- (ب) احمد رضا خاں : حاشیہ رسالہ علم مثلث کردی (قلمی)، ص ۴، یہ حاشیہ مفتی خالد علی خاں
(نواسہ امام احمد رضا خاں) کے پاس موجود ہے۔
- (۳۰۸) امام احمد رضا نے راجہ رتن سنگھ کی مشہور تصنیف ”حدائق النجوم“ پر سخت تنقید کی ہے۔
دیکھئے ماہنامہ الرضا (بریلی)، شمارہ ذوالحجہ (۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء)، ص: ۴۵
- (۳۰۹) پروفیسر حاکم علی انجمن حمایت اسلام (لاہور) کے بانیوں میں تھے۔ اسلامیہ کالج لاہور میں ریاضی
کے عدیم المثال استاد تھے۔ ۱۲۹۵ھ میں کالج سے سبکدوش ہوئے اور ۱۹۴۳ میں انتقال کیا۔ آپ مولانا بریلوی سے
بہت متاثر تھے۔ تحریک ترک موالات کے عہد (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) میں آپ نے مولانا بریلوی سے فتویٰ لیا

اور اسی پر عمل کیا۔ امام احمد رضا نے آپ کے ایک سوال کے جواب میں نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان (۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) تحریر فرمایا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔

اقبال احمد فاروقی : تذکرہ علماء اہلسنت لاہور، مطبوعہ لاہور، ۱۹۷۵ء، ص ۲۸۹

احمد رضا خان : نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان۔ مطبوعہ لکھنؤ، ص: ۴، ۱۷

(۳۱۰) احمد رضا خان: معین مبین۔ ص: ۱۴

(۳۱۱) ابن سینا ۳۷۰ھ/۹۸۰ء میں پیدا ہوا اور ۴ رمضان المبارک ۴۲۸ھ/۲۱ جون ۱۰۳۷ء میں ہمدان

(ایران) میں انتقال کیا۔ طب میں القانون، منطق و فلسفہ میں الشفا، طبیعیات میں تسع رسائل اور ہندسہ میں ترجمہ

اولیڈس اسی سے یادگار ہیں۔ دیکھئے معارف رضا ۱۹۸۹ء (کراچی)، ص: ۶۵

(۳۱۲) الکلمۃ الملمحہ، ص: ۴۵

(۳۱۳) ایضاً

(۳۱۴) ایضاً، ص: ۱۹

(۳۱۵) نیوٹن ایک کسان کا فرزند تھا۔ لندن سے ۱۰۰ کلومیٹر دور ایک گاؤں WOOLSTHORPE

میں ۲۵ دسمبر ۱۶۴۲ء کو پیدا ہوا، ۲۰ مارچ ۱۷۲۷ء کو ۸۵ سال کی عمر میں مرا اور لندن کے ویسٹ منسٹر گر جا میں رکھا

گیا۔ نیوٹن سے دو کتابیں یادگار ہیں (۱) الاصول (PRINCIPAL) (۲) النور (OPTICS)۔ تفصیل

کیلئے دیکھئے معارف رضا (کراچی)، ۱۹۸۶ء، ص ۶۹.....۷۰

(۳۱۶) یہ اہم رسالہ مرکزی مجلس رضا (لاہور) اور اخبار جنگ (کراچی)، شمارہ جنوری ۱۹۸۰ء میں شائع ہو

چکا ہے اور اس کا انگریزی میں ترجمہ نگار عرفانی نے کیا۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) نے شائع کیا۔

(۳۱۷) ظفر الدین : حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص: ۱۵۶

(۳۱۸) محمد برحان الحق: اکرام امام احمد رضا، ص: ۵۸.....۵۹

مزید تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل مآخذ سے رجوع کریں:

(ب) ضیاء میگزین : سر ضیاء الدین حال، علی گڑھ، ۱۹۵۸ء، ص: ۷۶

(ج) العلم، کراچی، اپریل تا دسمبر ۱۹۷۵ء، جلد: ۲۳، شمارہ: ۲۰، ص: ۱۷۷

(د) ظفر الدین : حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص: ۱۵۳

- (ر) حامد رضا خان : الاجازات المعتبرة لعلماء بکة والمدینة، (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)، ص: ۲۲۲ تا ۲۳۹
- (س) بدرالدین : سوانح اعلیٰ حضرت، ص ۱۱۱.....۱۱۲
- (۳۱۹) محمد برهان الحق : اکرام امام احمد رضا، ص ۵۹.....۶۰
- (ب) محمد مسعود احمد : اجالا، ص: ۲۳
- (۳۲۰) حیات اعلیٰ حضرت: ۴۶:۱
- (۳۲۱) ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ)، شمارہ ربیع الاول، ۱۳۲۶ھ، ص: ۴۱
- (۳۲۲) احمد رضا خان : حدائق بخشش (حصہ سوم)، مطبوعہ نظامی پریس، بدایوں، ص: ۸۶
- (۳۲۳) آپ ۱۱۲۱ھ میں پیدا ہوئے، والد ماجد سے علوم ظاہری و باطنی میں دسترس حاصل کی اردو کے زبردست شاعر تھے۔ یعنی تخلص کرتے تھے۔ معارف رضا ۱۹۸۷ء (کراچی)، ص: ۱۰۵
- (۳۲۴) حیات اعلیٰ حضرت ۱: ۱۳۷
- (۳۲۵) ایضاً
- (۳۲۶) مزید تواریخ کے لئے ان ماخذ کی طرف رجوع کریں
- (الف) ابوالحسین احمد النوری: العسل المصطفیٰ فی عقائد ارباب سنة المصطفیٰ، مطبوعہ میرٹھ، ۱۲۹۸ھ، ص: ۲۱.....۲۲.....۲۳
- (ب) احمد رضا خان : اجارہ فی الذکر الجہر مع الجنازہ، مطبوعہ ممبئی، ص: ۲۵۶.....۲۶۰ تا ۲۶۳
- (ج) احمد رضا خان : حدائق بخشش، حصہ سوم۔ ص: ۸۶ تا ۸۹
- (د) برهان الحق : اکرام امام احمد رضا، ص ۲۸.....۲۹
- (ر) تذکرہ مشاہیر کاکوری، ص: ۱۲۳.....۱۲۴
- (س) ماہنامہ الرضا (بریلی)، شمارہ ذی قعدہ، ۱۳۳۸ھ، ص: ۳
- (۳۲۷) محی الدین ابن عربی: الدر المکنون والجوهر المصنون، ص: ۳
- (۳۲۸) بدرالدین : سوانح اعلیٰ حضرت، ص: ۳۱۶
- (۳۲۹) ایضاً، ص: ۳۱۹

- (ب) ظفر الدین : حیات اعلیٰ حضرت ۱: ۱۷۳
- (۳۳۰) ایضاً ۱: ۱۵۷
- (۳۳۱) پروفیسر البرٹ۔ ایف۔ پورٹا کے متعلق بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ یہ مٹی گن یونیورسٹی (امریکہ) سے وابستہ رہا اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ ٹیورن یونیورسٹی (انٹلی) میں پروفیسر رہا۔ یہ سان فرانسسکو امریکہ کے ماہر ثواب METEOROLOGIST کی حیثیت سے جانا جاتا تھا۔ دیکھئے نیویارک ٹائمز (امریکہ)، شمارہ: ۱۶: ۱۸ دسمبر ۱۹۱۹ء، بحوالہ معارف رضا (کراچی) ۱۹۸۷ء، ص: ۷۱
- (۳۳۲) حوالہ مذکورہ
- (ب) ظفر الدین : حیات اعلیٰ حضرت ۱: ۱۳۶
- (۳۳۳) عبدالحی : نزہۃ الخواطر، ۸: ۲۳۴
- (۳۳۴) حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ص: ۲۹۰
- (۳۳۵) یہ مخطوطہ جامع راشد یہ (پیر جو گوٹھ سندھ) کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث مولانا تقدس علی خاں کے پاس موجود ہے اور اس کا عکس مولانا خالد علی خاں (مہتمم مدرسہ مظہر اسلام بریلی) کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ یہ اہم رسالہ اخبار جنگ، کراچی، شمارہ جنوری ۱۹۸۰ء میں شائع ہو گیا ہے اور یہ نگار عرفانی کے انگریزی ترجمہ کے ساتھ ۱۹۸۹ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) سے بھی چھپ چکا ہے۔
- (۳۳۶) آئین اشائن (EINSTEIN) ۱۴ مارچ ۱۸۷۹ء کو مغربی جرمنی کے ایک مشہور و معروف مقام اولم میں پیدا ہو۔ جرمنی سے امریکہ کا سفر کیا اور پرنسٹن یونیورسٹی میں پروفیسر ریاضیات ہوا، طبعیات میں جلیل القدر تحقیقات کیں۔ ۱۹۵۶ء میں امریکہ میں انتقال ہوا۔ دیکھئے معارف (کراچی)، ۱۹۸۷ء، ص: ۷۰
- (۳۳۷) فہرست مطبوعات و نوادرات
- (۳۳۸) حیات اعلیٰ حضرت، ۱: ۱۶۰
- (۳۳۹) ایضاً ۱: ۱۵۹.....۱۶۰
- (۳۴۰) ایضاً ۱: ۱۶۰
- (۳۴۱) سوانح اعلیٰ حضرت، ص: ۱۱۰، تجلیات امام احمد رضا، ص: ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۸
- (۳۴۲) حیات اعلیٰ حضرت، ۱: ۱۶۳
- (۳۴۳) ایضاً، ۱: ۱۶۳.....۱۶۴
- (۳۴۴) ایضاً، ۱: ۹۴

- (۳۳۵) احمد رضا خان : الدولة المکیه بالمادة الغیبیة (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)، ص: ۲۰، ۲۱، ۲۲
- (۳۳۶) ایضاً، ص: ۳۶.....۳۷
- (۳۳۷) احمد رضا خان : کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم، ص: ۱۶۶
- (۳۳۸) ایضاً
- (۳۳۹) ایضاً، ص: ۳۹
- (۳۵۰) آپ سندھ کے مشہور عالم دین مفتی ظہور حسین درس علیہ الرحمہ کے والد ماجد ہیں۔ موصوف فاضل بریلوی سے مراسلت فرماتے تھے۔ یہ مراسلت صرف علمی مباحث پر مشتمل ہوتی تھی۔ یہ مراسلت موصوف کے پوتوں مولانا اصغر حسین درس (کنسلر کراچی میونسپل کارپوریشن) اور مولانا اکبر حسین درس کے پاس موجود ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے، آئینہ رضویات، ص: ۴۲.....۴۳
- (۳۵۱) آپ امام احمد رضا کے مایہ ناز شاگرد تھے۔ موصوف فاضل بریلوی کی خدمت میں خطوط ارسال کرتے، فاضل بریلوی انکے جوابات خوش اسلوبی سے تحریر فرما کر بھیجتے۔ ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء کو امام احمد رضا نے مولانا جبلی پوری کو ایک خط ارسال کیا جس کا عکس فہرست نوادرات میں دیکھا جاسکتا ہے۔
- (۳۵۲) عبدالحی : نزہة الخواطر ۸: ۲۳۵، ۲۳۹
- (۳۵۳) احمد رضا خان : العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، ۴: ۱۳۹
- (۳۵۵) رسائل رضویہ، جلد اول، ص: ۲۹۱.....۲۹۲
- (۳۵۶) ایضاً : ص: ۲۹۸
- (۳۵۷) احمد رضا خان : الخطبات الرضویہ فی المواعظ و العیدین والجمعة، ص: ۴
- (۳۵۸) ایضاً : ص: ۷.....۸.....۹
- (۳۵۹) ایضاً : ص: ۲۱.....۲۲.....۲۳
- (۳۶۰) معارف رضا (کراچی)، ۱۹۸۹ء، ص: ۲۱۲
- (۳۶۱) محمود احمد : تذکرہ علمائے اہلسنت، ص: ۱۰۷
- (۳۶۲) احمد رضا خان : حدائق بخشش (حصہ سوم)، ص: ۲
- (۳۶۳) احمد رضا خان : الطاری الداری لہفوات عبد الباری (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) حصہ سوم، ص: ۷۷ تا ۱۰۱
- (۳۶۴) ایضاً ص: ۸۰، ۸۳، ۹۵، ۹۶، ۹۷
- (۳۶۵) احمد رضا خان : حدائق بخشش، ۱۳۲۵ھ، حصہ اول، ص: ۱۵.....۱۸.....۱۹.....۲۰.....۱۳۸.....۱۶۲

- (۳۶۶) ایضاً : ایضاً حصہ دوم ص: ۳...۲...۲۱...۲۵...۲۶...۶۸...۹۲...۱۱۳...۱۳۲
- (۳۶۷) ایضاً : ایضاً حصہ سوم ص: ۸۳...۸۴
- (۳۶۸) ماہنامہ قاری، دہلی۔ امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء ص: ۲۳۳
- (۳۶۹) پروفیسر محمد مسعود احمد : حیات امام اہلسنت، ص: ۳۳۔ معارف رضا، ۱۹۸۹ء، ص: ۷۶
- (۳۷۰) معجم المطبوعات، جلد اول، ص ۱۷۶
- (۳۷۱) یہ اہم رسالہ محمد اسماعیل قادری نقشبندی کی کاوش سے چھپا مگر اس کی تکمیل سے قبل مولانا نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ بایں وجہ تاریخ انتقال مستخرج امام احمد رضا شامل کر دی گئی ہے جس کے ہر مصرع سے تاریخ وفات مستخرج ہے۔ دیکھئے حیات اعلیٰ حضرت ۱: ۱۴۴
- (۳۷۲) برہان الحق : اکرام امام احمد رضا، ص ۲۲.....۲۵.....۲۶
- (۳۷۳) ایضاً : ص ۳۸
- (۳۷۴) محمود احمد : تذکرہ علماء اہلسنت، ص ۲۰۸.....۲۰۹.....۲۱۰
- (۳۷۵) ایضاً : ص: ۱۷۳-۱۷۴
- (۳۷۶) رحمن علی : تذکرہ علمائے ہند۔ ص: ۹۹
- (۳۷۷) حامد رضا خان : الاجازات المتینہ لعلما بکھ و المدینہ، (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۵ء) ص: ۱۳۶.....۱۳۷
- (۳۷۸) احمد رضا خان : حدائق بخشش، (حصہ دوم، سوم) ص: ۱
- (۳۷۹) معارف رضا (کراچی)، ۱۹۸۹ء/۱۴۱۰ھ، ص: ۲۱۲
- (۳۸۰) ماہنامہ قاری (دہلی)، امام احمد رضا نمبر، ۱۹۸۹ء، ص: ۲۳۵
- (۳۸۱) مجلہ امام احمد رضا کانفرنس (کراچی)، ۱۹۸۹ء، ص: ۷۱
- (ب) ہفت روزہ ہجوم، دہلی، جلد: ۱۰، شمارہ: ۴۸، ص: ۸.....۹.....۱۰
- (ج) ہفت روزہ نئی دنیا (دہلی)، ۲۷ تا ۲۹ فروری ۱۹۸۹ء، ص: ۱۰
- (د) محمد مسعود احمد : عاشق رسول، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص: ۹
- (۳۸۲) احمد رضا خان : حدائق بخشش (حصہ سوم)، ص: ۸۱.....۸۲
- (۳۸۳) احمد رضا خان : حدائق بخشش (حصہ سوم)، ص: ۸۱
- (۳۸۴) ایضاً، ص: ۸۱
- (۳۸۵) احمد رضا خان : قصیدتان راعتان، ص: ۳۵
- (۳۸۶) احمد حسین زیات: تاریخ ادب عربی۔ ص: ۳۶ تا ۳۸

- (۳۸۷) یونس عراقی : علماء العرب، الجمهورية العراقية، وزارة الاوقاف والشؤون الدينية، عراق
- (۳۸۸) احمد رضا خاں : قصیدہ تان رائعتان، ص: ۱۲-۱۳-۱۴
- (۳۸۹) ایضاً : ص: ۱۵
- (۳۹۰) ایضاً : ص: ۱۴
- (۳۹۱) ایضاً : ص: ۱۵
- (۳۹۲) ایضاً : ص: ۱۵
- (۳۹۳) ایضاً : ص: ۱۶
- (۳۹۴) مولانا فضل رسول قدس سرہ اس خاندان کے نیرتاباں ہیں جو علم و فن، تقویٰ و طہارت اور تصلب فی الدین میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کی ولادت ۱۲۱۳ھ کو بدایوں (روہیل کھنڈ) کے محلہ مولوی ٹولہ میں ہوئی۔ حضرت اچھے میاں نے آپ کا نام فضل رسول تجویز کیا۔ ابتدائی تعلیم جدا مجد مولانا عبد الحمید رحمہ اللہ سے حاصل کی، علوم و فنون سے فراغت کے بعد کلکٹری بدایوں میں سرشتہ داری کے اہم منصب پر فائز ہو کر مخلوق خدا کی اعلیٰ خدمات انجام دیں، بعد میں اس عہدہ سے سبکدوش ہو کر آبا و اجداد کے طریقہ پر گامزن ہوئے۔ آپ نے عربی میں ایک کتاب ”المعتقد والمنتقد“ تصنیف فرمائی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: (الف) علماء العرب، ص: ۶۶۲، (ب) اکمل التواریخ، ۲: ۲۲۹ (ج) تذکرہ علمائے ہند، ص: ۳۸۱ (د) قاموس المشاہیر، ۲: ۱۲۷
- (۳۹۵) احمد رضا خاں : قصیدہ تان رائعتان، ص: ۱۶
- (۳۹۶) آپ مولانا فضل رسول بدایوانی کے والد ماجد ہیں۔ آپ اپنے وقت کے جید عالم، عابد و زاہد، بلند خیال اور عظیم روحانی پیشوا تھے۔ دیکھئے اکمل التواریخ: ۱: ۹۴، تذکرہ العلماء، ص: ۱۵۹، علماء العرب، ص: ۶۳۵
- (۳۹۷) قصیدہ تان رائعتان، ص: ۱۷
- (۳۹۸) احمد رضا خاں : آمال لابرار و آلام الاشرار ۱۳۱۸ھ، مطبع حنفیہ، عظیم آباد، ص: ۲
- (۳۹۹) ایضاً: ص: ۲۱
- (۴۰۰) ایضاً : ص: ۲۲
- (۴۰۱) ظفر الدین : حیات اعلیٰ حضرت، جداول، ص: ۱۳۵.....۱۳۶
- (۴۰۲) سید نور محمد : اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر، ص: ۲۶
- (۴۰۳) میاں صاحب قادری : سراج العوارف فی الوصایا و المعارف، ص: ۱۲۳.....۱۲۴
- (۴۰۴) انوار ساطعہ بحوالہ حدائق بخشش (حصہ سوم) ص: ۹۰
- (۴۰۵) احمد رضا خاں : العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء، حصہ دوم،

مطبوعہ سنجہل، ص: ۹۵، ۹۶

- (۲۰۶) احمد رضا خان : سبغ الخسب عن عیب کذب مقبوح ۱۳۰۷ھ، ص: ۹۳
- (۲۰۷) ایضاً : ص: ۹۹
- (۲۰۸) احمد رضا خان : حدائق بخشش (حصہ سوم) ص: ۸۶
- (۲۰۹) ایضاً، ص: ۸۷
- (۲۱۰) احمد رضا خان : حدائق بخشش (حصہ سوم)، ص: ۸۷
- (۲۱۱) محمد برهان الحق : اکرام امام احمد رضا، ص: ۲۴
- (۲۱۲) ایضاً : ص: ۲۶
- (۲۱۳) محمد احمد : تذکرہ علماء اہلسنت، ص: ۱۷۶.....۱۷۷
- (۲۱۴) برهان الحق : اکرام امام احمد رضا، ص: ۳۸
- (۲۱۵) ماہنامہ الرضاء (بریلی)، شمارہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ، ص: ۳
- (۲۱۶) احمد رضا خان : الاجازات الرضویہ المبجل مکة البہیة، مشمولہ
الاجازات المتینہ لعلماء بکہ و المدینہ، ص: ۱۳۰
- (۲۱۷) ایضاً : ص: ۱۳۸
- (۲۱۸) احمد بخش : قصیدہ مدحیہ مع ترمیم قلمی نسخہ، ص: ۳
- (۲۱۹) ایضاً : ص: ۳
- اس قصیدہ کا قلمی نسخہ پروفیسر مسعود احمد پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، سکھر کے پاس محفوظ ہے اور اس کا
عکس راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔
- (۲۲۰) معارف اسلامیہ (پاکستان) جلد دہم، طبع اول، سرہند ۱۹۷۳ء، ص: ۲۸۲
- (۲۲۱) حاشیہ الدولة المکیہ با المادة الغیبیہ ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء، ص: ۱۶۹
- (۲۲۲) المعجل المعدد لتالیفات المجدد ۱۳۲۲ھ، ص: ۲۱
- (۲۲۳) ایضاً ص: ۳
- (۲۲۴) نزہة الخواطر و بهجة المسامع و النواظر، (جلد ہشتم)، ص: ۳۹
- (۲۲۵) المیزان، (بیبی) مطبوعہ ۱۹۸۹ء
- (۲۲۶) قاری، مطبوعہ ۱۹۹۸ء، دہلی، (بھارت)
- (۲۲۷) انوار رضا: مطبوعہ ۱۹۷۷ء، شرکت حنفیہ لمیٹڈ، گنج بخش روڈ، لاہور

- (۴۲۸) ڈاکٹر حسن رضا خاں: فقیہ اسلام، مطبوعہ ۱۹۸۱ء، الہ آباد (یو پی)
- (۴۲۹) پروفیسر محمد مسعود احمد: حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مطبوعہ ۱۹۸۱ء، سیالکوٹ
- (۴۳۰) عبدالمبین نعمانی: المصنفات الرضویہ (قلمی)
- (۴۳۱) محمد عبدالستار: مرآة الصانف (جلد اول)، مکتبہ قادریہ، لاہور، (۱۳۰۰ھ/۱۹۸۰ء)
- (ب) قاموس الکتب (اردو)، جلد اول، ترقی اردو پاکستان، ص: ۱، ۹۷، ۱۳۶، ۱۸۶، ۲۱۸، ۲۷۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۶۳، ۵۰۷، ۸۸۳، ۹۱۰، ۹۲۳
- (ج) تذکرہ علمائے ہند، ص: ۹۹.....۱۰۰.....۱۰۱
- (د) المعجم المعداد لتالیفات المجدد ۱۳۲۷ھ، ص: ۳.....۴.....۵.....۶
- (ر) المصنفات الرضویہ (قلمی)
- (۴۳۲) ان پانچوں جلدوں کی نقل مندرجہ ذیل جگہوں پر محفوظ ہے:
- (۱) رضوی دارالافتاء، مولانا مفتی عبدالرحیم بستوی، بریلی شریف۔
- (۲) علامہ محمد حنیف رضوی، پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف
- (۳) ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی
- (۴) مفتی ڈاکٹر ابو بکر صاحب، جامعۃ المدینہ، گلستان جوہر، کراچی۔ مفتی ابو بکر صاحب کی ایک ٹیم نے ان پانچوں جلدوں کی تخریج و تفسیح مکمل کر لی ہے اور شام (دمشق) سے اس کی اشاعت کا پروگرام ہے۔ جبکہ علامہ محمد حنیف خاں رضوی مدظلہ (بریلی شریف) اور ان کی ٹیم نے اس کی تخریج و تفسیح مکمل کر کے اس کی کمپوزنگ بھی مکمل کر لی ہے، اب یہ اصل کتاب شامی کے ساتھ طباعت کی منتظر ہے۔ ان شاء اللہ جلد خوشخبری ملے گی۔ دوسری طرف مولانا اسلم رضا قادری عطاری جامعۃ المدینہ (کراچی) نے اطلاع دی ہے کہ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ کے پر پوتے درمختار کو اس کے حواشی کے ساتھ تقریباً ۲۰ جلدوں میں شائع کر رہے ہیں، جب دوران تعلیم دمشق میں موصوف کی ملاقات ان سے ہوئی تو انہوں نے جد الممتار کی پانچوں جلدیں انہیں پیش کی تو انہوں نے افسوس کا اظہار کیا۔ اب تک پندرہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں جو باب مکمل ہو چکے ہیں اب ان میں اول تا سوم جد الممتار شامل کرنا ممکن نہیں البتہ سولہویں جلد سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمہ کا چوتھا اور اور بعد کی جلدوں میں پانچواں حصہ مناسب جگہوں پر شامل کر لیا جائے گا۔ (وجاہت)

عکس و تکرار

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تبراه الذي نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا و صلى الله على
 على من ارسله ربه داعيا الى الله باذنه و سر اجاب منبرا و على اله و حكمه و
 تبعه و حزبه و باراته و سلم تسليما كثيرا **و بعد** فقد سافر
 الابخ الناصح و الشاب الصالح و المحافظ الامر و الحاج الزائر و سألنا
عبد الكريم البرلموي انفاذى البركاتى المجيدى الرحمن الله
 و اياه بالمجد و البركات و انعم علينا و عليه و على المسلمين بنفزان اليك
 اجازة القرآن العظيم و الذكر الكرم و الوحي الحكيم برواية حفص عن عاصم
 فاجزت له بشرطه المعروف عند الاكابر كما **احسانى** شيخى و استاذى
 و عدتى و ملاذى مفتى الحنفية بركة الله مولانا عبد الرحمن بن عبد الله
 السراح الملكى بيته عند باب الصفا عام خمس و تسعين بعد الاف المائتين
 من هجرة المصطفى صلى الله تعالى عليه **قال عن** المولى جمال بن عبد الله بن عمر
 الملكى **عن** المولى محمد عابد السندى **الذى عن** **عنه** الشيخ محمد حسين بن محمد
 الانصارى الايوبى السندى **عن** امية المولى مراد بن يعقوب بن محمد و السند
عن **ابن** هاشم بن عبد الغفور بن عبد الرحمن السندى **عن** **الجلال** **عبد**
 بن ابى بكر بن عبد القادر الصديق **عن** **الحنفى** **عن** **العلامة** العارفين ابى القاسم
 حسن بن على العجيبى الملكى **الحنفى** **عن** **العلامة** ابى الوفا احمد بن محمد البعل
عن **الامام** يحيى بن بكر الطبرى الملكى **الحنفى** **عن** **الامام** الفقيه المتخذ
عن **الدين** محمد بن محمد الطبرى **عن** **الامام** العلامة الاحول من الدين
 ابى الخير محمد بن محمد بن محمد ابن الجزيرى الشافعى **عن** **الشيخ** تقى الدين عبد
 بن على بن مبارك البغدادى الشافعى **عن** **الامام** تقى الدين ابى عبد الله
 بن احمد بن عبد الخالق الشهير باصاغ **عن** **الامام** كمال الدين

الشافعي عن الامام ابي القاسم ابن خلف بن فيرة الشاطبي عن الامام
 علي بن محمد بن علي بن هذيل الاندلسي عن الهاشمي عن الاشجائي
 عن عبيد بن الصباح عن حفص بن عاصم عن ابي عبد الله
 عن ابي حبيب السلي عن امير المؤمنين ع الغني وامير المؤمنين
 المرتضى ع وعبد الله بن مسعود وزيد بن ثابت وابي بن كعب سيد المرسلين
 الله تعالى عنهم وعن ابي ريمزهر بن حبيش عن عثمان وابن مسعود
 رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله تعالى عليه
 وسلم وبارك وتوفى وفجده وكرم (قلت) عن النابغوي
 وروح القدس الاطير امين الله على الوحي والتزلي سيد
 وسيد الملكة جبريل عليه وعليهما الصلاة والتبجيل وهو
 من رواية الاكابر عن الاصاغر عن رب العالمين ذي العرش العظيم
 ربنا الرحمن عز جلاله وجل نواله وبارك وتعالى ان الى ربك المنقذ
 والحمد لله اواخرنا وناظرا والمرجوم ايقظ المؤمنون
 ان لا يداني من صالح دعائه عند ختمات القران فاني بكثرة ذنوبي و
 شدة عيوبي افقر واحوج الى دعاء الاخوان غمنا الله جميعا ببركات
 كتابه وخصنا بلطفه يوم يجتر المرء الى حسابه وحبنا الله ونعم الوكيل
 وافضل الصلاة باكمل التبجيل على السيد الجليل والحبيب الجليل سيدنا
 مولانا محمد خاتم النبيين وعلى آله وصحبه وعليهم السلام
 اللهم يا رحيم الرحمن امين وكان ذلك لمنتصف شهر ربيع الاول من
 شهر سنة ١٣٠٢ وثلثائة والالف والحمد لله عدد كل كلمة وحرف

كتبها عبد المذنب احمد ضابط
 عن محمد بن محمد الصوفي
 صلا على سيدنا محمد





من سكان المدينة المنورة فالتبیت عظیم کتابی السکتہ
 ماہستنبطہ بذہنیہ فی الفقیر ثم کتابا ثانیاً فی
 اللادقات والاعمال کیفی باذن الر فی حصول انما کان
 العلم بملکون والاشرفون مما یحتاج للذکر صحیح و
 الا لا یخل الا فی ذلک فیما انما فی ذلک انما لا یخل
 ما یخل عند کشف الر فی فضل علی السید ابی القاسم قدس
 بریا صرح کرم علیہ السلام فی الصلوة و التسلیم با کرم
 التیم و کان فی الر فیما یصلیہ فیما یصلیہ فیما یصلیہ
 بابا فالتبیت علیہ لفظاً فی الفنون و اعلمتہ فیما یصلیہ
 فیما یصلیہ فیما یصلیہ فیما یصلیہ فیما یصلیہ فیما یصلیہ
 وقد اذ الفنون من ایدل العلم علی عام التالیف و یومس
 حصه المستور اللطیف و عاش فیما لا یصلیہ فیما یصلیہ
 من الفنون فضلا عن فیما یصلیہ فیما یصلیہ فیما یصلیہ
 انما انما انما انما انما انما انما انما انما انما انما انما
 فیما یصلیہ فیما یصلیہ فیما یصلیہ فیما یصلیہ فیما یصلیہ
 فیما یصلیہ فیما یصلیہ فیما یصلیہ فیما یصلیہ فیما یصلیہ
 فیما یصلیہ فیما یصلیہ فیما یصلیہ فیما یصلیہ فیما یصلیہ

الکتاب فیما یصلیہ فیما یصلیہ فیما یصلیہ فیما یصلیہ فیما یصلیہ

سيدنا الشيخ و آل ابراهيم الاصحى رضي الله عنهم و عيالهم بالقرآن
 سرمدى القاصد بمحمد اوله من طلاب فن الشريعة و قاعدته
 روح لمن وقد زدت فيها ارضيات و تسهيلات و تسهيلات
 ثم نسخ الله كتابه بمحض نسيب في العلم الا نور لا يحيا تسلف الشيخ الاكبر
 امام اهل الكشف و التبيين و هي اقدم الراجح في النيات و الارواح
 سيدنا الشيخ محمد محي الدين بواه زيه و اياما به في عكس فاجلست
 على نصوص لقليل شايه و محاوره على ما في المتن و حتى اذيت
 ان ادخل الباب ثم كتبت الى مصره من الحيات ثم اقرت
 منها عليها و اذ الخرج من مصره الى القاهرة فانا
 ايساها عنها و هي تحيت و ما هو الا من فضل المحبت النبي اذ لم
 يبادر فانه وقت ابراهيم ايدوا الشكره و اذ قد مرت الان في
 من مطلق على هذا المسئله الخوان بل كطغل دخل من لونه الكشاف
 و لم يوفى الا الف بار للكتاب و من من باندها به قادر
 على ان لمن بالنهايه زنتا عليك توكلنا و ابراهيم انما و المبرك
 المنصير انت المستعان و شكك المبلغ دانست القدر و انت
 اجواد الريب ابراهيم انتاع العالم انك لم و انما حوان و انما قوة الا
 ما نر عزيرت و انما غدره ب العلمين و شيئا به عاين و انما

Handwritten text in Urdu script, likely a religious or philosophical treatise. The text is densely packed and includes several lines of verse or significant statements. The script is in a traditional style, possibly from the 18th or 19th century. The text is written in black ink on aged paper. The main body of text is enclosed in a decorative border. There are some marginal notes and a small heading at the top right. The text appears to be a collection of sayings or a chapter from a larger work.

الاصل من انزلت
مقدتني الشرح انتم
او فعله قائله يجب التفر

الاصناف
الاصناف
الاصناف

الاصناف
الاصناف
الاصناف

الاصناف
الاصناف
الاصناف

الاصناف
الاصناف
الاصناف

الاصناف
الاصناف
الاصناف

الاصناف
الاصناف
الاصناف

الاصناف
الاصناف
الاصناف

الاصناف
الاصناف
الاصناف

الاصناف
الاصناف
الاصناف



حرف الهزة
على المشي بعد الصلاة سنة في بيها كثير من الاحاديث المشتهرة
على السنة
للسخاوي

- بسم الله الرحمن الرحيم
- ١٢ قوله ومنها من ابي مالك الاسعدي - عند البراء بن ابي العاصم
قوله والى ركب وعنه بن ~~عبد الله بن داود~~ ١٢
قوله وهو متفق عليه عن ابي هريرة مرفوعا - اقول لم اره لمسلم اذ فيه قول صالح الم
تعالى يا ايها الذين آمنوا انما قد بائناكم بايمانكم نرجع نعم الله عليكم كما قد بائناكم بالانعام التي
من الخدم كما تفر الاسود والارده عراه في الشكوة ذكره الامام النووي
في شرح مسلم تحت حديثه المذكور وذكره الامام البيهقي في دليل بر الوضوء ١٢
قوله ويظهر من قوله - صحابه يملق ١٢
قوله الحسن بن عمار مرفوعا اصل العبادات احصا - وذكره كندوبه منه
القضاعي بلفظ خير العباد واهلها كما في الجامع الصغير قال قال الخافق بن حجر
يردى بالرواية وبالمنشأة التحيه ١٢
قوله
وزعم ابن عدي ان هذا الحديث من مرفوعات
جعفر بن محمد بن علي بن بيان لا شك وكذا اعمده الذهبي في باطليها
اورد في الجامع الصغير ١٢
قوله عن عائشة مرفوعا بهذا - اقول بل اورد في الجامع الكبير
اخره الذهبي عن ثوبان فانما وانه روى عنه ١٢
قوله وعند البيهقي معناه في المرفوع من حديث اسماعيل بن عبد الله - قلت
رحمك الله لقد ابدت النجوة - فقد اخرج الشيخان عن ابي هريرة قال قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الله تعالى انا عند ظن عبدي بي وانا بما
عمل



حواشی شرح الصکال لافام السیوطی

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۱۲ قول (ج ۱) من ابی بربره - دلخیز الحلیب فی التفتق والمقود من اسی سوره
 رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ما یلیق بیدنی الملائق من
 تربیه التي خلق منها حتی یدفن فیها ذنبا ولا یکره خلقها عن تربیه واحدة فیها
 تدفن ذکوره فی الاکتفاء فی اللقباق ففما نزل الشیخین واخرج محمد بن حمید واثمن المذنب
 عن عطاء اہم انا الی قال ان الملك یملق بما خذہ من تراب الملائک والذی
 یدفن فیہ فیذره علی الطوفی فیملق من الراب ومن الطوفی فذکرت قولاً
 منها خلقنا فیہا نجد کما ذکره المصنف فی الدر المنثور فیسرطه ۱۲
- ۱۳ قولہ داعقوالہ فی قرہ - الی قدر القامۃ لادخولہ ۱۲
- ۱۴ قولہ ولا تمقوانان خیر الایمان کثر من قدر القامۃ بدلیل ما جمده ۱۲
- ۱۵ قولہ من لم یؤمن لم یؤمن الہ - صوابہ من لم یؤمن ۱۲
- ۱۶ قولہ فیہ یقوم دلید ولسیح ویسیر ویعلم ما تعلم الرواب - اقول اما فان النفس
 ہو الروح الحیوانی والروح ہو الروح الانسانی وہ قال سعیدی شیخ الشیوخ فی الحوارف ۱۲
- ۱۷ قولہ ید البودان العلب محل الروح - قلت بل ید البود قول القمام حبه الاسلام
 ان العلب ہو الروح ۱۲

نصف الطوبى
جلد اول

بسم الله الرحمن الرحيم

محمد ونصلي على رسوله الكريم

١٦- قوله الابانته عن اصول الدينونة للامام ابي الحسن الاشعري وشرحها للامام

انقاضي الباطلاني ١١

١٧- قوله للحافظ ابي عبد يوسف بن عبد الله سواد خالده وعند ذكر الكافي في فروع المالكية ١٢

وانما اسمه يوسف كما بينا وفي الموطن وذكر نسبة تحت الموطن يوسف بن عبد الله بن البر

كما بينا وفي الكافي خالده بن عبد الله بن يوسف بن عبد الله فالله تعالى اعلم ١٣

١٨- قوله على الفضل بن الحسين الطبري ١٤

قوله محمد بن احمد المكي النير والي الكجراتي الهندي ثم المكي بن احتصاد القاني محمد بن الهادي

١٩- قوله القانيد في خلاصة الاساسية كان ينبغي ايرادها في الفاء ١٥

٢٠- قوله الامام صواب الامام لما ياتي في نسخة الامام في شرح الامام سبق ذكره امر ١٦

٢١- قوله للشيخ عز الدين كتاب الامام عزاه في نصب الرواية في مواضع كثيرة للامام تقي

الدين ابن دقيق العيد رحمه الله تعالى ص ١٤١ و ١٤٢ و ١٤٣ وغيرها وايضا للامام المارقي

وحاشي رت الوفيات الامام والامام كليهما لابن دقيق العيد ص ١٤٤ و ١٤٥

التكميل ص ١٤٦ شرح الامام له وسبق للمصنف عزه للامام وشرحه معاً اليه والله تعالى اعلم

وهو المصنف الامام فالامام لابن دقيق العيد والامام في شرح الامام من غير الامام

القول في نصب الرواية اما الامام في ادلة الاحكام فلعوله للامام ابن عبد السلام والله تعالى اعلم

٢٢- قوله انتصار ١٧ و ذكر في مقدمته انه المختار لان تصار للامام انتم الامصار لسبب

ابن الجوزي في مناقب العام الا اعلم رضي الله تعالى عنه ١٨

١٦- قوله للحافظ ابي عبد يوسف بن عبد الله سواد خالده وعند ذكر الكافي في فروع المالكية ١٢

١٧- قوله للحافظ ابي عبد يوسف بن عبد الله سواد خالده وعند ذكر الكافي في فروع المالكية ١٢



حاشية الفتاوى الحنكية للامام فقيه الفخر الملة والدين قاضي خا

بسم الله الرحمن الرحيم

- ٥٢ قوله بالحمد لاوان عرج الماء - لانه ينجح الانتقال ١٢
- ٦٢ قوله كبر فيه منزلة ذوا النان في المنزلة - المنزلة مورد النار والماصلان
بها الحوض سقف فيه طامات لاخذ الماء منه فان كان الماء متصلا بالالواح التي
سقف بها الحوض لا يفلتب بالاستعمال لا يجوز التوضوء منه لان كل مشروبة منه
ح كحوض صغير وان كان الماء وان الالواح لا يجوز لانه حوض واحد في طرايه
باستعمال المستعمل منه ١٢ انظر المقالة ٥٥
- ٧٢ قوله في الحوض الكبير - اقول ولذا الصخر فالقيد النفاقي ١٢
- ٦٢ قوله اعمق مقدار - اي حفر من صيغتها قد رما كان لعل اليه اشرا الماء الخمر ولقي
مالم لعل اليه ١٢
- ٤٢ قوله من الثانية جميع الماء - لان الاجراء بدلاي نبت بالبرص مدد ولا عن القياس و
المعنى في الحوض وان الماء المنسحب به ١٢ لكن بر وعليه باني بعد اسطر في فارة ماتت
في حطب ١٢ فر عن في الصفة القابلة ١٢ والنظر ما في النجر ١٢
- ٤٢ قوله صلبة ومعنى ظاهر الرواية - لانه انباء على قول من قال ان صيدته تحبس للشون ١٢
- ١٥ قوله الى غسل الرضا - يقول لا يقدر عليه اقول لكن يقدر على التيمم فرائح و
- ٥٢ قوله وصلى جاز وان سأل بعد ذلك - يقيد بما را آتفان ان نزل السقاء وجب
التمتع ال ولم يجز التيمم ١٢
- ٥٢ قوله في الانتفاء - اي في كفس كل مضمون ١٢
- ١٦ قوله فانه يغسل به العشاء وضوءه - لان تقاض طهارة العشاء الوضوء الحقيقي

شیخ عطیہ محمود، مدرس مسجد حرام مکہ مکرمہ

لِّلّٰہِ دَرُّ مَوْلٰی اَہْدٰی لَنَا (۱) دَرُّ اَلْقَدِّ شَرَحِ الصَّدُوْرِ صَدُوْرہ
 اَہْدٰتہ لِّلْاَرْوَاحِ رَاحۃ اَحْمَد (۲) فَسْمَا وَ طَاب لَدٰی الْاِنَامِ سُرُوْرہ
 قَدْ صَاغَ جَوْہَرہ بِمَکَّةِ فَاَزْدٰہِی (۳) وَ اَزْدَادَ فِضْلَہِیْثُ ثُمَّ ظُہُوْرہ
 فَہُو الْبَابُ الْمَسْتَطَابُ وَ حَقُّہ (۴) بِمَاءِ الْبَرِّ کَتَبَا اِنْ تَصَاغَ سَطُوْرہ
 لَا شَکَّ اَنَّ اَرْضَ الْاِلٰہِ وَ اَحْمَدَا (۵) ہَذَا الصَّنِیْعُ الْمَشْرِقَاتِ بَدُوْرہ
 یَا مَنْ تَرُوْمُ الْعِلْمَ بِاَدْرِ وَ اَعْتَمَّ (۶) رُوْضُ الْعِلْمِ الْفَائِحَاتِ زُہُوْرہ
 (الفیوضات المکیہ، ص ۱۴۰)

(ترجمہ)

- (۱) کیا ہی خوب ہیں یہ مولف جنہوں نے ہمیں دُر بے بہا (الدولة المکیہ) عنایت فرمایا، بلاشبہ اس کی آمد آمد نے ہمارے سینے کشادہ کر دئے۔
- (۲) احمد (رضا) کے دستِ اقدس نے اعلیٰ درجہ کا تحفہ عنایت فرمایا جس کے سرور و کیف سے ارواح مست و سرشار ہو گئیں۔
- (۳) اس کے جوہر کو انہوں نے مکہ میں ڈھالا، وہ خوب سے خوب تر ہوا، جب ظہور پذیر ہوا۔
- (۴) وہ پاکیزہ و برگزیدہ ہے، سچ تو یہ ہے کہ اس کی سطور آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔
- (۵) بلاشبہ حرمین شریفین میں اس تحریر کے ماہتاب ضوفشاں ہیں۔
- (۶) اے علم کے طلب گار! جلدی کر انہیں غنیمت جان، یہ بوستانِ علوم ہیں، اس گلستان کی کلیوں کی مہک دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔